تعلیماتِ شاہِ جیلاں

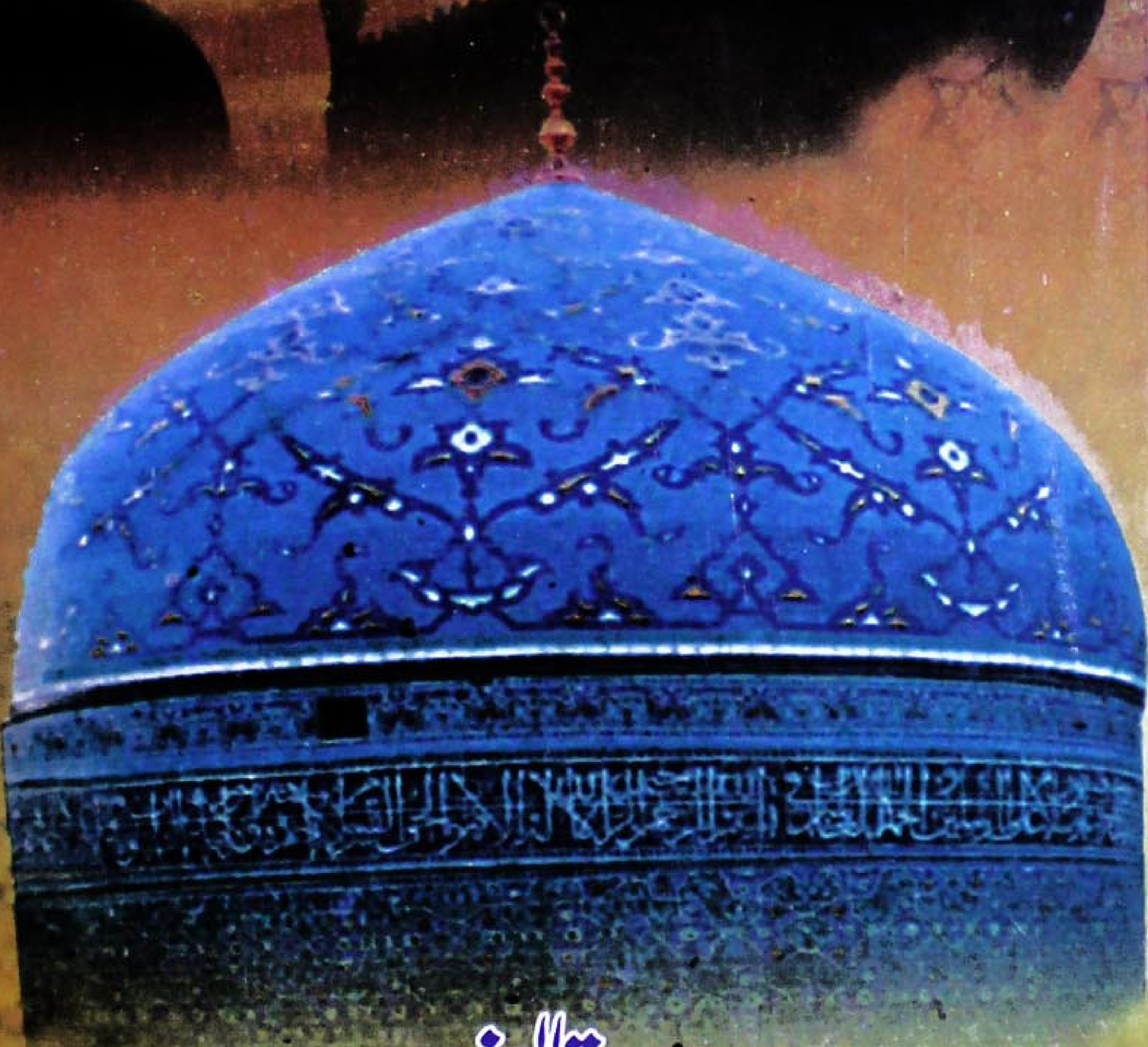

تالیف

پروفیسر ڈاکٹر محمد حبیب اللہ چشتی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

لاہور۔ کراچی ۰ پاکستان

Marfat.com

Marfat.com

صاحبزادہ میاں جمیل احمد

تعلیماتِ شاہِ جیلاں

تالیف

ڈاکٹر پروفیسر محمد حبیب اللہ چشتی

ضیاء القرآن پبلی کیشنز
لاهور - کراچی ○ پاکستان

Marfat.com

111574

جملہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں

نام کتاب	تعلیماتِ شاہ جیلاں
مصنف	ڈاکٹر پروفیسر محمد حبیب اللہ چشتی
تعداد	ایک ہزار
تاریخ اشاعت	جنوری 2012ء
کمپیوٹر کوڈ	TF68
قیمت	-/180

ملنے کے پتے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

داتا دربار روڈ، لاہور۔ فون: 37221953 فیکس:۔ 042-37238010

9۔ الکریم مارکیٹ، اردو بازار، لاہور۔ فون: 37247350 فیکس: 37225085

14۔ انفال سنٹر، اردو بازار، کراچی

فون: 021-32212011-32630411۔ فیکس:۔ 021-32210212

e-mail:- info@zia-ul-quran.com

Visit our website:- www.zia-ul-quran.com

Marfat.com

فہرست

سوئے منزل	9
شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ (سوانحی خاکہ)	13
۱۔ ولادت باسعادت	15
۲۔ خاندانی وجاہت	15
۳۔ حصول تعلیم	17
۴۔ حصول تعلیم کے لیے بغداد آمد	18
۵۔ طلب علم میں مشقتیں	19
۶۔ مجاہدات وریاضات	20
۷۔ آغاز رشد وہدایت	21
۸۔ تلامذہ	22
۹۔ اولاد امجاد	23
۱۰۔ تصانیف	23
۱۱۔ وصال	24
تعلیمات شاہ جیلاں ۔ اہمیت وافادیت	25
۱۔ صالحین کا راستہ ہی راہ ہدایت ہے	28
۲۔ محبت شاہ جیلاں کی کسوٹی	29
۳۔ شاہ جیلاں کی رضامندی کا حصول	30
۴۔ غلط فہمیوں کا ازالہ	31

Marfat.com

رجوع الی اللہ کی تلقین	33
ایک شبہ کا ازالہ	38
ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کامل وابستگی کا درس	45
اتباع شریعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم	55
عمل اور پختگی کردار کی تلقین	67
حقیقت تصوف	77
شریعت و حقیقت	87
لفظ تصوف اور حقیقت تصوف	88
اسباب و علامات محبت	91
علامات محبت	97
ایک اشکال اور اس کا ازالہ	100
تعمیر شخصیت، تعلیمات شاہ جیلاں کی روشنی میں	103
۱۔ غربا پروری	106
۲۔ مثبت سوچ	110
۳۔ حق گوئی و بے باکی	115
۴۔ تسلیم و رضا	119
۵۔ طلب علم	124
۶۔ احترام اساتذہ	127
۷۔ وسعت علمی کی تاکید	128
خلاصہ کلام	130

Marfat.com

شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ کا منہج دعوت وارشاد	133
ا۔دعوت وارشاد فن نہیں سوز دروں کا اظہار ہے	136
۲۔فیضان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وسلم سے اکتساب	141
۳۔مدعو کی نفسیات کالحاظ رکھنا	143
۴۔میدان دعوت وارشاد	146
مقام عبدیت ،تعلیمات شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ کی روشنی میں	151
فرمودات شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ	165
ا۔اخلاص کی پہچان	168
۲۔دین سے دوری کے اسباب	168
۳۔آزمائش ایمان کی کسوٹی ہے	170
۴۔محبت وبغض کا معیار	172
۵۔اغنیاء سے وقار اور فقراء سے عاجزی کے ساتھ ملو	174
۶۔مساجد اور کثرت درود وسلام کو لازم پکڑو	175
۷۔بری صحبت سے بچو	175
۸۔سب سے بڑا عقل مند کون ہے؟	176
۹۔غربا پروری وسعت رزق کا سبب ہے	177
۱۰۔یا مسلمانوں کی طرف ہو یا برہمن کی طرف	178
۱۱۔احساس گناہ سے محروم تباہ ہو گیا	179
۱۲۔حقیقت کی کسوٹی شریعت ہے	180
۱۳۔نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت کا معیار	183
۱۴۔اولیاء اللہ سے محبت کا معیار	184

Marfat.com

۱۵۔ضرورت واوصاف شیخ	185
۱۶۔حفظ مراتب	187
۱۷۔ترکِ عبادت تکبر ہے	188
۱۸۔خشیت الٰہی ایمان کی علامت ہے	189
۱۹۔کرامت کمال ولایت نہیں	191
۲۰۔امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی اہمیت	193
۲۱۔معرفت الٰہی دوسری ہر چیز بھلا دیتی ہے	195
۲۲۔ایک اشکال کا ازالہ	196
۲۳۔اولیاء اللہ کو انبیاء کرام سے افضل کہنا کفر ہے	198
۲۴۔جو تجھ پہ ظلم کرے تو اس کے لیے دعا کر	200
۲۵۔دوسروں کی اصلاح سے پہلے اپنی اصلاح ضروری ہے	203
۲۶۔دولت مند کے آگے عاجزی کرنے والے کا دین چلا جاتا ہے	205
مصادر ومراجع	210

Marfat.com

انتساب

ہراس عظیم شخص کے نام جو
شاہِ جیلاں
حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ
کے مشن کی تکمیل میں مصروف عمل ہے۔

حبیب اللہ چشتی

Marfat.com

اب حجرۂ صوفی میں وہ فقر نہیں باقی
خون دل شیراں ہو جس فقر کی دستاویز
اے حلقہ درویشاں وہ مرد خدا کیسا
ہو جس کے گریباں میں ہنگامہ رستاخیز
جو ذکر کی گرمی سے شعلے کی طرح روشن
جو فکر کی سرعت میں بجلی سے زیادہ تیز

(اقبالؒ)

Marfat.com

سوئے منزل

کسی بھی عظیم شخصیت کے ساتھ بیوفائی کا صرف یہی طریقہ نہیں ہوتا کہ اس کی عظمت کا انکار کیا جائے یا اس کی شبنم سے بڑھ کر شفاف سیرت پر الزامات واتہامات کی بوچھاڑ کر دی جائے۔ بلکہ اس سے بیوفائی کا ایک طریقہ یہ بھی ہوتا ہے کہ اس عظیم شخصیت کے مقصدِ زیست سے غداری کی جائے۔ اور جس عظیم مشن کی تکمیل کے لیے اس نے اپنی پوری زندگی وقف کر دی تھی۔ اس مقصد سے انحراف کر کے ان راستوں پر چلا جائے جن سے روکتے اور منع کرتے اس کی حیات مستعار کا ایک ایک لمحہ بسر ہوا تھا۔ بیوفائی کا یہ دوسرا طریقہ پہلے سے کچھ کم نہیں بلکہ شاید اس عظیم شخصیت کو اس کا دکھ اور کرب پہلے سے بھی زیادہ ہو۔ کیونکہ پہلا ستم تو دشمنوں نے کیا اور دوسرا دوست احباب اور اہل عقیدت نے کیا ہے کیونکہ!

مارا جو تو نے پھول وہ پتھر سے کم نہیں

مثلاً حضرت عیسیٰ علیہ السلام اللہ تعالیٰ کے جلیل القدر پیغمبر ہیں جو کلمۃ اللہ اور روح اللہ کی شان رفیع کے حامل ہیں۔ ان پر ایک ستم تو غیروں نے کیا کہ ان کی پاک دامن والدہ پر تہمتیں دھریں اور خود ان کی ذات پر طرح طرح کے الزامات لگائے۔ یہ ظلم کرنے والے یہودی تھے۔ لیکن ایک ظلم اپنوں نے کیا کہ ان کے مشن سے غداری کی۔ اور ان کے مقصدِ زیست سے مکمل انحراف کر لیا۔ حضرت عیسیٰ علیہ السلام تو دنیا میں لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی وحدانیت کا درس دینے آئے تھے اور انہوں نے تو پنگوڑے میں ہی اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اپنی عبدیت کا اعلان کرتے ہوئے فرمایا تھا: انی عبداللہ اتانی الکتاب وجعلنی نبیا۔ کہ میں اللہ کا بندہ ہوں اس نے مجھے کتاب عطا فرمائی ہے اور مقام نبوت پر فائز فرمایا ہے۔ لیکن ان کے ماننے والوں نے اسی مشن سے انحراف کر لیا اور انہیں شریک الوہیت اور ابن اللہ کہنے لگے۔ اپنوں کا یہ ظلم غیروں کے ظلم سے کم نہیں تھا بلکہ شاید اس درد کی ٹیسیں کچھ زیادہ ہی محسوس ہوتی ہوں۔ یعنی ظلم یا بیوفائی صرف دشمن ہی نہیں کرتے بلکہ اپنے اور وفاؤں

Marfat.com

کا دعویٰ کرنے والے بھی کرتے ہیں ہاں ان کا انداز مختلف ہوتا ہے اور اسلوب دوسرا ہوتا ہے اگر بہت زیادہ حسن ظن سے کام لیا جائے تو کہا جا سکتا ہے کہ غیروں کا ظلم دانستہ اور شعوری ہوتا ہے اور اپنوں کا ظلم نادانستہ اور غیر شعوری ہوتا ہے لیکن پتھر کسی کو دانستہ مارا جائے یا نادانستہ پتھر، پتھر ہی ہوتا ہے اور اس کا زخم، زخم ہی ہوتا ہے ایسے ہی بیوفائی شعوری طور پر ہو یا غیر شعوری طور پر جس سے کی جائے اسے درد و کرب کے جن جانگسل مراحل سے گزرنا پڑتا ہے اس کا اندازہ وہی لگا سکتا ہے۔

شاہ جیلاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ آسمان تصوف کے وہ ماہ تاباں ہیں جس کی روشنی تا ابد تاریک دلوں کو نور معرفت سے منور و درخشاں کرتی رہے گی۔ آپ کی ذات گرامی فیوض و برکات کا وہ منبع و مخزن ہے کہ سب سلسلہ ہائے تصوف آپ کے فیضان سے جھولیاں بھر رہے ہیں بقول اعلیحضرت فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ۔

کس گلستاں کو نہیں فصل بہاری سے نیاز
کون سے سلسلہ میں فیض نہ آیا تیرا
مزرع چشت و بخارا عراق و اجمیر
کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا

آپ کی نظر ولایت نے نہ جانے کتنے بھٹکے ہوؤں کا ہاتھ تھام کے انہیں بارگاہ ایزدی تک پہنچایا۔ اور نہ جانے کتنی مخلوق کو گمراہی اور کفر کی دلدل سے نکال کر جنت کے حسین راستوں پر گامزن کیا۔

آپ کے ساتھ بیوفائی بھی دو طریقوں سے کی گئی ایک غیروں نے کی کہ آپ کے مقامات رفیعہ کا انکار کیا اور جو بندہ آپ کی محبت و عقیدت کا تو بہت دعوی کرتا ہے اور عملی طور پر آپ کی تعلیمات اور ارشادات سے انحراف کر کے کسی اور ہی راستے پر چل رہا ہے۔ تو یہ بھی آپ کے ساتھ بیوفائی کی ہی ایک صورت ہے۔

جس انسان کو اپنے تقدس کے لیے تو شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ کی اولاد میں سے ہونا یاد آ جاتا

Marfat.com

ہے۔لیکن جس مقصد کے لیے آپ نے اپنی پوری زندگی وقف کردی تھی۔اسے وہ مقصد یاد نہیں آپ جو کچھ فرماتے ہیں اسے اس کی کچھ پرواہ نہیں۔تو یقین فرمایئے کہ اس بندے کو آپ سے کوئی محبت نہیں کوئی عقیدت نہیں وہ صرف اپنی دوکانداری چمکانے کے لئے آپ کی ذات گرامی کو سیڑھی بنارہا ہے خوش فہمیوں کی افیون انسان سے عمل وسعی کی صلاحیتیں چھین لیتی ہے ورنہ بات بالکل واضح ہے کہ اگر آپ کو آپ کی بات نہ ماننے والا بیٹا اچھا نہیں لگتا تو شاہ جیلاں رحمۃاللہ علیہ کو ان کی تعلیمات کا باغی کیسے اچھا لگے گا؟

حضرت شاہ جیلاں رحمۃاللہ علیہ کوئی معروف معنی میں محض ایک پیر نہیں تھے بلکہ اسلام کے ایک بے مثال داعی تھے جن کی پوری زندگی رجوع الی اللہ والی الرسول صلی اللہ علیہ وسلم میں گزری۔وہ لوگوں سے نذرانے وصول کر کے اپنے محل نہیں بناتے تھے۔بلکہ جو کچھ اپنے پاس ہوتا اسے بھی غربا وفقراء میں تقسیم کر دیتے تھے۔عقیدت مندوں کا خون چوس کے آرام دہ سواریاں اور شاہانہ ٹھاٹھ باٹھ کا اہتمام نہیں کرتے تھے۔بلکہ اپنی تجارت کا منافع بھی مخلوق خدا پر لٹا دیتے تھے۔

ان سے محبت وعقیدت کا تقاضا ان کی نسبت کو کیش کرنا نہیں ہے یہ سوچ تو کسی دینی تاجر کی ہو سکتی ہے لیکن ان کی سچی محبت کا تقاضا ان کی تعلیمات کو اپنانا اور انہیں آگے پھیلانا ہے۔

آپ کی تمام کرامات بجا ہیں مگر آپ کی عظمت کا اصل مظہر آپ کے افکار اور آپ کی تعلیمات ہیں۔جو بندہ آپ کو صرف کرامت کی سطح پر دیکھتا ہے اس نے دراصل آپ کے مقامات کو سمجھا ہی نہیں۔

یہ کتاب آپ کی تعلیمات کو متعارف کروانے کی ایک انتہائی مختصر اور ابتدائی کاوش ہے میں ان تمام احباب کا دل کی اتھاہ گہرئیوں سے شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کی تیاری میں میرے ساتھ کسی بھی طرح تعاون فرمایا۔بالخصوص میں مفکر اسلام مفسر قرآن حضرت علامہ سید ریاض حسین شاہ صاحب دامت برکاتہم وفیوضہم العالیہ کا شکر گزار ہوں۔جنہوں نے میری حوصلہ افزائی بھی فرمائی اور اپنی لائبریری سے مجھے اس سے متعلقہ

Marfat.com

کتابیں بھی عنایت فرمائیں اللہ تعالیٰ انہیں دارین کی سعادت مندیوں سے بہرہ ور فرمائے۔ میں اپنے دیرینہ کرم فرما راجہ آصف علی خان صاحب کا بھی شکر گزار ہوں جنہوں نے اس کتاب کے متعلق مجھے اپنے صائب مشوروں سے نوازا۔

میں الحاج محمد حفیظ البرکات شاہ صاحب کا انتہائی ممنون ہوں جو میری کتابیں انتہائی محبت اور دیدہ زیب طریقہ سے اپنے ادارہ ضیاء القرآن پبلی کیشنز سے شائع کرتے ہیں ۔میں ادارہ میں کام کرنے والے سب احباب کا شکر گزار ہوں اللہ تعالیٰ سب کو دارین کی سعادتیں نصیب فرمائے۔

محترم قارئین سے میری التماس سے ہے کہ کتاب کی بہتری کے لئے مجھے اپنے قیمتی مشوروں سے نوازیں ہر کام میں بہتری کی گنجائش ہمیشہ موجود ہوتی ہے میں تو ویسے بھی دین کا ایک ادنیٰ طالب علم ہوں۔ اس میں تو بہت سے موقعوں پر بہتری کی گنجائش ہوگی۔ میں محترم قارئین کی قیمتی آرا کا منتظر رہوں گا۔

اللہ تعالیٰ ان چند کلمات کو اپنی بارگاہ عالی میں شرف قبولیت عطا فرمائے اور اسے ہم سب سے لئے ذریعہ نجات بنائے۔

اللھم ارنا الحق حقا وارزقنا اتباعہ وارنا الباطل باطلا وارزق اجتنابہ

اللھم ارنا الاشیاء کماھی.

راقم الحروف

محمد حبیب اللہ چشتی

اسلام ماڈل پوسٹ گریجوایٹ کالج، H-8

اسلام آباد۔ فون:۔ 03235285231

29رشعبان، 1431ھ

خطیب جامع مسجد چونگی نمبر 22

راولپنڈی، پاکستان

habibullahchishti@gmail.com

Marfat.com

شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ

(سوانحی خاکہ)

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا فَلَا خَوْفٌ عَلَیْهِمْ وَ لَا هُمْ یَحْزَنُوْنَ ﴿۱۳﴾ (احقاف)

”بے شک جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے پھر انہوں نے استقامت اختیار کی تو ان پر نہ کوئی خوف ہوگا اور نہ وہ غمگین ہوں گے“۔

Marfat.com

واہ کیا مرتبہ اے غوث ہے بالا تیرا
اونچے اونچوں کے سروں سے قدم اعلیٰ تیرا
تو حسینی حسنی کیوں نہ محی الدین ہو
اے خضر مجمع بحرین ہے چشمہ تیرا
فخر آقا میں رضا اور بھی اک نظم رفیع
چل لکھا لائیں ثنا خوانوں مین چہرہ تیرا
(اعلیحضرت فاضل بریلویؒ)

Marfat.com

اسم گرامی عبد القادر، لقب محی الدین، کنیت ابو محمد اور عرف غوث اعظم ہے۔ آپ حسنی اور حسینی سید ہیں۔ والد گرامی کی طرف سے آپ کا سلسلہ نسب حضرت سیدنا امام حسن رضی اللہ عنہ اور والدہ ماجدہ کی طرف سے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ سے ملتا ہے۔

تو حسینی و حسنی کیوں نہ محی الدین ہو اے خضر! مجمع بحرین ہے چشمہ تیرا

(امام احمد رضا خان)

آپ کے والد گرامی کا نام حضرت ابو صالح موسیٰ جنگی دوست بن امام ابو عبد اللہ بن امام یحییٰ ہے۔ اور آپ کی والدہ ماجدہ کا اسم گرامی ام الخیر امۃ الجبار فاطمہ بنت سید عبد اللہ صومعی ہے۔

ولادت باسعادت

(470ھ، 1078ء) کو شمالی فارس میں بحیرہ خذر کے جنوبی ساحل پر صوبہ گیلان کی ایک بستی نیف میں آپ کی ولادت باسعادت ہوئی۔ بعض سوانح نگاروں نے اس بستی کا نام بشتیر بیان کیا ہے۔ ممکن ہے ایک ہی بستی کے دو نام ہوں۔ یا ایک بستی میں آپ کی ولادت اور دوسری میں پرورش ہوئی ہو۔

خاندانی وجاہت

آپ کا خاندان دنیا کا سب سے مکرم و محتشم خاندان ہے۔ آپ حسنی رضی اللہ عنہ اور حسینی رضی اللہ عنہ سید تو ہیں ہی

شاہ حسن رضی اللہ عنہ کے اک گل رعنا جناب ہیں
حضرت حسین رضی اللہ عنہ کے در زیبا جناب ہیں

یہ حقیقت بھی اسی شرف کی مظہر ہے کہ آپ کا خاندان اولیاء اللہ اور مقربین الٰہی کا خاندان ہے۔ آپ کے والد گرامی حضرت ابو صالح موسیٰ جنگی دوست اس قدر تقویٰ و طہارت اور خشیت و تدین کے پیکر تمام تھے کہ نہر میں تیرتا ہوا ایک سیب کھا لینے پر اس باغ

Marfat.com

کے مالک کو راضی کرنے میں برس ہا برس اس کی خدمت کی اور آپ کی والدہ ماجدہ اتنی نیک و پارسا خاتون ہیں جن کی نظر کبھی غیر محرم پر نہ پڑی اور کسی اجنبی کی آواز بھی جن کے کانوں تک نہ پہنچی۔

آپ کی پھوپھی سیدہ عائشہ ایک ولیہ کاملہ تھیں جو صاحب کرامت بھی تھیں۔ایک مرتبہ جیلاں میں کافی عرصہ بارش نہ ہوئی۔لوگوں نے بڑی دعائیں مانگیں لیکن مقصود حاصل نہ ہوا۔آخر آپ کی خدمت میں دعا کے لئے التماس کی گئی۔ یہ سن کر آپ اٹھیں اپنے صحن میں جھاڑو دیا اور عرض کرنے لگیں ''بارالہا! جھاڑو میں نے دے دیا ہے اب چھڑکاؤ کرنا تیری شان ہے،، کچھ ہی وقت گزرا تھا کہ زوردار بارش برسنے لگی محسوس یوں ہوتا تھا کسی نے آسمان سے مشکوں کے منہ کھول دیئے ہیں۔لوگ اپنے اپنے گھروں میں پانی سے شرابور ہو کر پہنچے۔(1)

آپ کے نانا سید عبداللہ صومعی رحمۃ اللہ علیہ مستجاب الدعوات اور صاحب کرامت ولی تھے۔ضعف و پیری کے باوجود کثیر النوافل اور دائم الذکر تھے شیخ ابو محمد قزوینی کہتے ہیں کہ مجھ سے ایک دوست نے بیان کیا کہ ایک مرتبہ ہم تجارت کے لئے گئے۔جب صحرائے سمرقند میں پہنچے۔تو ہم پر ڈاکوؤں نے حملہ کر دیا۔پریشانی میں ہم نے باآواز بلند کہا یا شیخ ابا عبداللہ الصومعی! ہم نے اچانک دیکھا کہ شیخ ہمارے درمیان جلوہ فرما ہیں۔اور فرما رہے ہیں: سبوح قدوس ربنا اللہ تفرقی یا خیل عنا۔ ہمارا پروردگار پاک ہے ہر عیب سے منزہ ہے اے سوارو ہم سے دور ہو جاؤ یہ سن کر سب ڈاکو وہاں سے بھاگ گئے اور ہم محفوظ رہ گئے۔پھر ہم نے شیخ کو تلاش کیا مگر وہ ہمیں نظر نہیں آئے۔جب ہم سفر کے بعد واپس آئے تو ہم نے اس بارے میں لوگوں سے بات کی وہ کہنے لگے اللہ کی قسم! شیخ ہم سے غائب نہیں ہوئے۔(2)

1۔زبدۃ الآثار، شیخ محمد عبدالحق محدث دہلوی، صفحہ 44-45، مکتبہ نبویہ، لاہور

2۔بہجۃ الاسرار، امام ابوالحسن شطنوفی شافعی، صفحہ 255، پروگریسو، 40 اردو بازار لاہور

Marfat.com

آپ کے بھائی شیخ احمد عبداللہ بھی زہد وتقویٰ کے پیکر اور ایک کامل ولی تھے۔ الغرض اللہ تعالیٰ نے آپ کو خاندان بھی وہ عطا فرمایا کہ جس کا کوئی ثانی نہیں۔ وہ پورا گھرانہ ہی مقربان الٰہی پر مشتمل تھا۔ ع

کہ فطرت خود بخود کرتی ہے لالہ کی حنا بندی

حصول تعلیم

صوفیاء کرام کا طریقہ یہ ہے کہ وہ پہلے تعلیم مکمل کرتے ہیں اور پھر مجاہدات اور ریاضات کی منازل طے کر کے روحانی ارتقاء حاصل کرتے ہیں وہ علم وادراک پر اپنے تمام معاملات کی بنیاد رکھتے ہیں اور کسی مرحلہ اور کسی کیفیت میں بھی اپنے آپ کو تعلیم و تعلم سے مستغنی نہیں سمجھتے۔ باوجود اس کے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ مادرزاد ولی ہیں۔ آپ کی ولایت کسبی نہیں وہبی ہے آپ نے ماہ رمضان میں دن کو اپنی والدہ کا دودھ نہ پیا تاکہ شریعت کا فطری احترام بجالائیں۔ اور یہ چیز واضح ہو جائے کہ آپ اس حال میں بھی شریعت کے پابند ہیں جب ابھی آپ شریعت کے مکلف ہی نہیں ہیں۔ ان سب حقائق کے باوجود آپ نے تعلیم و تعلم میں وہ مشقتیں اور کلفتیں اٹھائیں کہ جو قیامت تک آنے والے انسانوں کے لئے مشعل راہ ہیں۔ اور دین کے طالب علم انہیں اپنا خضر راہ بنائیں تو کامیاب وکامران ہو جائیں۔

آپ کی تعلیم کی ابتدا کس وقت ہوئی؟ اس کا کوئی واضح تعین کرنا تو کافی مشکل ہے تاہم فطرت نے آپ کی ذات پر وہ نظر محبت رکھی ہوئی تھی کہ آپ نے بچپن میں کوئی ایسا کام نہیں کیا جو آپ کو تعلیم و تعلم سے دور لے جانے والا ہو۔ آپ فرماتے ہیں کہ جب میں بچپن میں بچوں کے ساتھ کھیلنے کا ارادہ کرتا تو مجھے غیبی آواز سنائی دیتی۔ تَعَالِ اِلَیَّ یَا مُبَارَکَ (1) ''اے برکت والے میری طرف آ'' تو میں بھاگ کر اپنی والدہ کی آغوش میں آ جاتا۔ قسم بخدا ایسی آوازیں آج تک میں خلوت میں سنتا رہتا ہوں۔ آپ کی تعلیم کی ابتدا کا تعین کرنا تو

1۔ زبدۃ الآثار، صفحہ 80

Marfat.com

مشکل ہے لیکن اتنی بات بالکل واضح ہے کہ آپ نو دس سال کی عمر میں اپنے شہر کے مکتب میں پڑھنے جایا کرتے تھے کیونکہ خود فرماتے ہیں کہ جب میں اپنے شہر میں گھر سے مکتب جایا کرتا تھا تو میں دیکھتا کہ فرشتوں کی ایک کثیر تعداد میرے ارد گرد چل رہی ہے واپسی پر بھی یہ فرشتے مجھے دکھائی دیتے حتیٰ کہ میں ان کی باتیں سنتا جب کہتے کہ ولی اللہ کے لئے جگہ خالی کر دو تا کہ وہ تشریف فرما ہو سکیں تو مجھے اپنے متعلق یہ احساس ہوتا کہ اللہ تعالیٰ کی نوازشیں میرے لیے نازل ہو رہی ہیں اس وقت میری عمر صرف نو سال تھی۔(1)

آپ شہر میں ہی تعلیم حاصل کرتے رہے یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ نے ایک مسحور کن اور دل کش انداز میں آپ کو حصول علم کے لئے بغداد بھیجنے کا اہتمام فرمایا۔ شیخ ابو عبداللہ محمد بن قائد آدابی فرماتے ہیں کہ میں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے پاس بیٹھا تھا کہ ایک سائل نے آکر سوال کیا۔ کہ آپ کے تمام معاملات کی بنیاد کس چیز پر ہے تو آپ نے فرمایا سچ پر۔ میں نے آج تک زبان سے جھوٹ نہیں بولا۔ اس وقت بھی جب میں مکتب میں پڑھتا تھا۔ آپ نے مزید فرمایا کہ ایک مرتبہ بچپن میں میں اپنے شہر میں ایک شاداب اور بارونق علاقے کی طرف چلا گیا میں چراگاہ میں مویشیوں کے پیچھے چلنے لگا۔ ایک بیل نے مجھے دیکھا اور کہنے لگا سید عبدالقادر! آپ اس کام کے لیے تو پیدا نہیں ہوئے میں بیل کی بات سن کر ڈر گیا۔ اور گھر آگیا۔ اور اپنے مکان کی چھت پر جا بیٹھا تو میں نے کعبۃ اللہ کے پاس میدان عرفات میں لوگوں کا ہجوم دیکھا میں اپنی والدہ کے پاس آیا اور بغداد جانے کی اجازت چاہی پھر وہاں جا کر علم حاصل کرنے میں مشغول ہو گیا۔(2)

حصول تعلیم کیلئے بغداد آمد

جب آپ اپنی والدہ ماجدہ سے اجازت لے کر حصول تعلیم کے لئے بغداد روانہ ہوئے تو آپ کی والدہ ماجدہ نے آپ کو چالیس دینار عطا فرمائے اور سچ کی تلقین کی۔ راستے میں ڈاکوؤں والا مشہور واقعہ پیش آیا۔ چار سو میل کا طویل اور پرخطر سفر طے کرنے کے بعد آپ

1۔ نفس مصدر، 29 2۔ نفس مصدر، 80

Marfat.com

488ھ، 1095ھ میں بغداد میں رونق افروز ہوئے۔ اور وہاں متعدد اساتذہ سے مختلف علوم میں مہارت حاصل کی۔

آپ نے علم حدیث ابو غالب محمد بن حسن باقلانی، ابو سعید محمد بن عبدالکریم، ابو بکر احمد بن مظفر، ابو محمد جعفر بن احمد حسین قاری اور ابو طالب عبدالقادر بن محمد بن عبدالقادر بن محمد بن یوسف وغیرہم رحمہم اللہ سے حاصل کیا۔ علم فقہ ابو الوفا علی بن عقیل، ابو الخطاب، محفوظ بن احمد کلوذانی، ابو الحسن محمد بن القاضی ابن حسین بن حسین اور ابو سعد مبارک بن علی مخزومی سے حاصل کیا۔ ادب ابو زکریا یحییٰ بن علی تبریزی رحمۃ اللہ علیہ سے پڑھا۔ علم طریقت ابو الخیر حماد بن مسلم سے حاصل کیا قاضی ابو سعید مبارک مخزومی نے آپ کو فرقہ خلافت عطا فرمایا ہے۔ (1)

طلب علم میں مشقتیں

جس طرح خون صد ہزار انجم سے سحر پیدا ہوتی ہے ایسے ہی علم کی منزلیں حاصل کرنے کیلئے آپ نے بے پناہ مشکلات و مصائب برداشت کئے۔ تب کہیں گوہر مقصود ہاتھ آیا جو چالیس دینار آپ کی والدہ ماجدہ نے دیئے تھے وہ تو شاید راستہ میں ہی ختم ہو گئے ہوں۔ بغداد پہنچتے ہی آپ کو فقر و فاقہ نے آلیا آپ فرماتے ہیں کہ بغداد پہنچنے کے بعد مجھ پر بیس دن اس طرح گذرے کہ مجھے کھانے کو کوئی چیز میسر نہ تھی اور نہ ہی کوئی مباح چیز میرے پاس تھی۔ تنگ آکر میں ایک دن ایوان کسریٰ کے ویرانے کی طرف جا نکلا کہ شاید کوئی مباح چیز مل جائے مگر میں نے وہاں ستر ولیوں کو دیکھا جو میری طرح مباحات کی تلاش میں پھر رہے تھے۔ میں نے سوچا کہ ان سے مزاحمت کرنا خلاف مروت ہے اس لئے میں بغداد کی طرف واپس آگیا۔ راستے میں مجھے میرا ایک ہم وطن ملا جس سے میں واقف نہ تھا۔ اس نے مجھے ایک پارہ زر دیا اور کہا یہ آپ کی والدہ ماجدہ نے بھیجا ہے میں اسے لے کر واپس اسی ویرانے میں چلا گیا اور کچھ اپنے لئے رکھ کر باقی سب ان ستر ولیوں میں تقسیم کر دیا۔ پھر میں بغداد آیا اور جو کچھ میرے پاس بچا تھا اس کا کھانا خریدا اور فقیروں کو آواز

1۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، بہجۃ الاسرار، صفحہ 304-305

Marfat.com

دی پھر ہم سب نے مل کر اسے کھایا۔

ابو بکر تمیمی کہتے ہیں کہ میں نے شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو یہ فرماتے ہوئے سنا کہ ایک مرتبہ بغداد میں قحط پڑا مجھے کئی دن کھانے کو کچھ نہ ملا۔ ایک دن دریا کی طرف چل پڑا تاکہ سبزی کے پتے وغیرہ مل جائیں تو وہی کھالوں۔ مگر میں جہاں جاتا وہاں ہی فقیروں کا ہجوم ہوتا جن سے مزاحم ہونا مجھے پسند نہ تھا۔ اس لیے میں واپس آگیا جب میں سوق الریحانیین کی مسجد میں پہنچا تو بھوک کی شدت میری برداشت سے باہر ہوتی جا رہی تھی۔ میں نے ایک نوجوان کو روٹی کھاتے ہوئے دیکھا۔ کھانے کی خوشبو سے میری بھوک میں مزید شدت آگئی مگر میں اپنے نفس کو کھانے کی التماس کرنے سے روکتا رہا۔ آخر اس نوجوان نے خود ہی مجھے دعوت دی۔ میں نے انکار کیا وہ بڑے اصرار سے مجھے دعوت دیتا رہا۔ آخر میں اس کے ساتھ شریک طعام ہو گیا اس نے مجھ سے میرا نام اور وطن پوچھا جب میں نے بتایا تو اس کا رنگ بدل گیا وہ کہنے لگا مجھے آپ کی والدہ نے آٹھ دینار دیئے تھے کہ میں آپ تک پہنچاؤں۔ یہاں آکر میں آپ کو تلاش کرتا رہا۔ مگر ناکام رہا۔ آخر میرا نفقہ ختم ہو گیا۔ آج میں تین دن سے فاقہ سے تھا۔ بھوک سے نڈھال ہو کر اضطرار کی حالت میں آخر انہیں میں سے یہ کھانا خریدا۔ لہٰذا کھانا آپ کا ہے اور میں آپ کا مہمان ہوں۔ آپ فرماتے ہیں یہ سن کر میں نے اسے تسلی دی اور کچھ دینار اور کھانا اسے دیا وہ لیکر چلا گیا۔

ایسے بے شمار واقعات آپ کی سیرت پر لکھی گئی کتب میں مفصل موجود ہیں۔ ایک دو واقعات سے صرف یہ ظاہر کرنا مقصود ہے کہ آپ نے انتہائی مشکلات برداشت کرتے ہوئے اور کلفتیں سہتے ہوئے علم حاصل کیا لیکن کسی کے آگے دست سوال دراز نہیں کیا۔

مجاہدات وریاضات

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحصیل علم کے ساتھ ساتھ بے پناہ مجاہدات اور ریاضات کی منزلیں بھی طے کیں۔ آپ عراق کے صحراؤں اور ویرانوں میں مصروف عبادت رہے آپ فرماتے ہیں اس دوران نہ میں کسی کو پہچانتا تھا نہ کوئی مجھے پہچانتا تھا

Marfat.com

میرے پاس جنات اور رجال غیب گروہ در گروہ آتے تھے۔ میں انہیں معرفت الٰہی کا راستہ دکھاتا تھا۔ عراق میں داخل ہوتے ہی حضرت خضر کی مجھ سے دوستی ہوگئی اس وقت میں انہیں نہیں پہچانتا تھا انہوں نے مجھے فرمایا کہ میں ان کی خلاف ورزی نہیں کروں گا۔ ایک دفعہ وہ مجھے ایک جگہ ٹھہرا کر خود چلے گئے اور ایک سال کے بعد واپس آئے۔ اس طرح میں تین سال وہاں ٹھہرا رہا وہ ایک سال بعد آتے اور چلے جاتے۔

ایک مرتبہ کئی دن کچھ کھائے پیئے بغیر گزر گئے میں محلہ قطیعہ شرقیہ میں تھا ایک شخص ایک لپٹا ہوا کاغذ مجھے دے کر چلا گیا۔ میں نے وہ کاغذ ایک نانبائی کو دیا۔ اس نے مجھے روٹی اور حلوہ دیا میں لیکر اس مسجد میں آگیا جہاں میں اپنا سبق یاد کیا کرتا تھا اور سوچنے لگا کہ کھاؤں یا نہ کھاؤں اتنے میں میری نظر ایک کاغذ پر پڑی جب میں نے اسے اٹھا کر پڑھا تو اس پر لکھا ہوا تھا کہ اللہ تعالیٰ نے بعض سابقہ کتابوں میں فرمایا ہے کہ طاقتوروں کا خواہشات سے کیا تعلق؟ خواہشات تو کمزور مومنوں کیلئے ہیں تاکہ ان سے عبادت کے لیے تیار ہوسکیں۔ میں نے کھانا وہیں چھوڑ دیا۔ دو رکعت نماز ادا کی اور اپنا رومال لے کر واپس آگیا۔ (1)

آپ کئی سال پوری پوری رات مصروف عبادت رہے۔ رات کو مکمل قرآن مجید ختم کرتے رہے۔ اور جس برج میں آپ مصروف عبادت رہے اس کا نام ہی برج عجمی پڑھ گیا تھا۔ الغرض آپ کی ریاضات اور عبادات کا حال ضبط تحریر سے باہر ہے۔

آغاز رشد وہدایت

جب آپ کی تعلیم مکمل ہوگئی۔ اور مخلوق خدا کو فیضیاب کرنے کا وقت آیا تو آپ نے پہلا وعظ محلہ حلبہ برانیہ میں ماہ شوال ۵۲۱ھ کو فرمایا۔ حضرت شیخ ابوسعید مخزومی کا ایک مدرسہ بغداد کے محلہ باب الازج میں تھا۔ جو انہوں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے سپرد کردیا تھا۔ آپ کے وہاں افتاء، تدریس، وعظ وتذکیر اور دعوت الی اللہ کا کام شروع کیا بہت جلد آپ کی شہرت دور دور تک پہنچ گئی۔ اور علم ومعرفت کے پروانے آپ کے گرد اکٹھے

1۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، قلائد الجواہر، صفحہ 10، الطبقات الکبریٰ، جلد 1، صفحہ 129 وغیرہما

Marfat.com

ہونے لگے تھوڑے ہی عرصہ میں مدرسہ کی عمارت تنگ دامانی کا گلہ کرنے لگی۔ چنانچہ اہل خیر کے تعاون سے بہت جلد ہی مدرسہ کی توسیع پایہ تکمیل کو پہنچ گئی۔ یہ ہی مدرسہ آپ کی نسبت سے قادریہ کے نام سے مشہور ہوا۔ وعظ وتبلیغ کا سلسلہ آپ نے ۵۲۱ھ سے شروع کیا اور درس وتدریس کا آغاز ۵۲۸ھ میں کیا جو آپ کے وصال مبارک (۵۶۱ھ) تک جاری رہا۔ آپ کی درس وتدریس کے متعلق شیخ عبدالحق محدث دہلوی لکھتے ہیں۔

"طلباء علوم دینیہ جو مختلف مدارس سے تحصیل علوم کر کے آتے وہ بھی آپ کے کثرت علوم سے فائدہ اٹھاتے آپ کے مدرسہ میں ایک درس تفسیر قرآن کا، ایک تشریح حدیث کا، ایک مذہبیات کا اور ایک صرف ونحو کا روزانہ ہوتا تھا ظہر کے وقت قرات قرآن کا درس ہوتا تھا۔ گویا آپ حقائق کے خزانوں کی کنجیاں تقسیم کرتے تھے معارف اسرار الٰہی کی راہیں آپ کے فیض سے کھلتی تھیں۔ آپ کے حلقہ سے علم وعمل کے منتہی استفادہ کرتے وہ علم وحکمت میں قطب وقت سمجھے جانے لگے اور اصل وفروع کی شناخت کرواتے تھے، آپ کے ہاں معقولات، منقولات اور دوسرے علوم کے چشمے پھوٹتے تھے"۔ (1)

آپ جو فتویٰ لکھتے اسے دیکھ کر عراق کے علماء حیران وششدر رہ جاتے۔ اور آپ ایسے ایسے مسائل بھی حل کر دیتے جنہیں حل کرنے سے وقت کے جمیع علماء وفضلاء عاجز آجاتے۔

تلامذہ

خلق کثیر نے آپ سے علم ومعرفت کے فیوض وبرکات حاصل کیے۔ آپ کے مشہور تلامذہ میں سے چند ایک کے اسماء گرامی درج ذیل ہیں۔

قاضی ابو یعلی محمد بن الفراء، شیخ ابو مدین، ابو عمر عثمان بن مرزوق قرشی، ابو محمد حسن الفارسی، ابوالحسن علی بن ابراہیم الیمنی، ابوالقاسم عمر بن مسعود اور ابو طالب عبداللطیف الحرالی المعروف بہ ابن السقطی وغیرہم۔ (2)

1۔ زبدۃ الآثار، صفحہ 47 2۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، قلائد الجواہر، صفحہ 18-19

111576

Marfat.com

اولاد امجاد

آپ نے چار شادیاں کیں اللہ تعالیٰ نے آپ کو کثیر اولاد عطا فرمائی۔ جن کی تفصیل شیخ محمد بن یحییٰ التاز فی الحنبلی نے قلائد الجواہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر میں بیان کی ہے۔

آپ کے چند صاحبزادوں کے اسمائے گرامی درج ذیل ہیں۔

شیخ عبدالوہاب (متوفی ۵۹۳ھ)، شیخ عیسیٰ (متوفی ۵۷۳ھ)، شیخ ابوبکر شیخ عبدالعزیز (متوفی ۶۰۲ھ)، شیخ عبدالجبار (متوفی ۵۷۵ھ)، شیخ عبدالرزاق (متوفی ۶۰۳ھ) اور شیخ محمد (متوفی ۶۰۰ھ) رحمہم اللہ اجمعین۔

تصانیف

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے بہت سی تصانیف رقم فرمائیں۔ جن میں سے کچھ آپ کے خطبات کا مجموعہ ہیں۔ آپ کی چند تصانیف درج ذیل ہیں۔

(۱) الفتح الربانی و الفیض الرحمانی

(۲) الغنیۃ لطالبی طریق الحق۔ (اس کتاب کی نسبت آپ کی طرف مشکوک ہے۔ شاہ ولی اللہ، حافظ ابن کثیر، عمر رضا کحالہ، اسماعیل پاشا بغدادی اور زرکلی نے اسے آپ کی تصانیف میں شمار کیا ہے جبکہ علامہ عبدالعزیز پرہاروی اور علامہ ابن حجر مکی جیسے جید علمائے دین اسے آپ کی تصنیف شمار نہیں کرتے۔)

(۳) الرسالۃ الغوثیۃ (۴) فتوح الغیب (۵) الکبریت الاحمر فی الصلوٰۃ علی النبی صلی اللہ علیہ وسلم (۶) یواقیت الحکم (۷) سر الاسرار و مظہر الانوار (۸) الفیوضات الربانیۃ فی الاورادا القادریۃ (۹) مراتب الوجود (۱۰) حزب بشائر الخیرات (۱۱) ردالرافضۃ (۱۲) مسک الختام فی تفسیر القرآن الکریم (۱۳) رسائل الشیخ عبدالقادر (۱۴) دیوان الشیخ عبدالقادر (۱۵) لطیف المعانی وغیرہا۔ (1)

1۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، الاعلام، زرکلی، جلد 4، صفحہ 47، معجم المؤلفین عمر رضا کحالہ، جلد 5، صفحہ 307، ہدیۃ العارفین، اسمٰعیل پاشا بغدادی، جلد 1، صفحہ 596

Marfat.com

وصال

اس میں تو اتفاق ہے کہ آپ کا وصال مبارک ۵۶۱ھ ماہ ربیع الثانی میں ہوا۔لیکن تاریخ وصال میں دو قول ہیں۔ایک قول کے مطابق آپ کا وصال ۸ ربیع الثانی کو ہوا اور دوسرے قول کے مطابق آپ کا وصال ۱۰ ربیع الثانی کو ہوا اور یہی قول زیادہ مشہور ہے اور عموماً اسی پر عمل کیا جاتا ہے واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب۔

Marfat.com

تعلیمات شاہ جیلاں، اہمیت وافادیت

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ
غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝

''ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا۔ ان کا راستہ نہیں جن پر تیرا غضب ہوا اور نہ ان لوگوں کا راستہ جو راہ سے بھٹک گئے''۔

Marfat.com

رہے گا راوی و نیل و فرات میں کب تک
ترا سفینہ کہ ہے بحر بیکراں کے لیے
نگہ بلند، سخن دل نواز، جاں پر سوز
یہی ہے رخت سفر میر کارواں کے لیے

(اقبالؒ)

Marfat.com

ایک مرتبہ قائداعظم محمد علی جناح نے اپنے والد گرامی سے کہا کہ میں سکول جانے کی بجائے آپ کے دفتر میں کام کرنا چاہتا ہوں۔انہوں نے جواب دیا کہ یہ کام بہت مشکل ہوگا اور اس سے آپ کو کھیلنے کیلئے بھی وقت نہ ملے گا انہوں نے جواب دیا مجھے منظور ہے۔جب دو مہینے دفتر گئے تو پھر ایک دن اپنے والد گرامی سے کہنے لگے کہ میں دوبارہ سکول جانا چاہتا ہوں۔اس موقع پر آپ کے والد گرامی نے آپکو ایک نصیحت کی۔جس نے آپ کی زندگی میں انقلاب برپا کر دیا انہوں نے کہا بیٹا! زندگی میں کچھ سیکھنے کے دو طریقے ہیں ایک یہ کہ انسان قدم قدم پر غلطیاں کرے،ٹھوکریں کھائے اور پھر ان سے سبق سیکھے اور دوسرا طریقہ یہ ہے کہ اپنے بڑوں کی عقل،علم اور تجربے پر بھروسہ کرے ان کی نصیحت کو دل سے قبول کرے اور حرف بحرف ان پر عمل کرے۔

آپ نے اپنے والد گرامی کی یہ باتیں بڑے غور سے سنیں اور زندگی میں دوسرا طریقہ اختیار کرنے کا عزم مصمم کیا اور کامیابیاں آپ کے قدموں میں سمٹ آئیں۔

ہر کامیاب انسان کا طرز زندگی،اس کے افکار وخیالات اور اس کے نظریات زندگی میں کامیابی کے گر سکھاتے ہیں اس کا تقاضا ہے کہ ہم اسکی فکری جہتوں اور عملی سمتوں کا بڑی گہرائی وگیرائی اور دور اندیشی سے مطالعہ کریں تاکہ ہماری زندگی بھی کامیابیوں اور کامرانیوں سے مالامال ہو جائے۔

جب عام کامیاب انسان کے افکار ونظریات بھی ہمارے لئے سمجھنے ضروری ہیں تو شاہ جیلاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ جن کی زندگی فراست ایمانی اور انوار معرفت کی روشنیوں میں بسر ہوئی اور جنہوں نے خلق خدا کی رہنمائی اور رشد وہدایت کا فریضہ اتنی کامیابی اور کامرانی سے سرانجام دیا کہ تصوف کا ہر سلسلہ ان کی عظمت وشوکت کو عقیدتوں کے سلام کرتا نظر آتا ہے۔بقول:اعلیحضرت امام احمد رضا خان

Marfat.com

مزرع چشت و بخار او عراق واجمیر
کون سی کشت پہ برسا نہیں جھالا تیرا
کس گلستان کو نہیں فصل بہاری سے نیاز
کون سے سلسلہ میں فیض نہ آیا تیرا

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات اور آپ کے افکار ونظریات سے آگاہ ہونا نکہت ونور کی حسین راہوں پر چلنے کا نام ہے۔ بہت سی ایسی وجوہات ہیں جو آپ کی تعلیمات کی اہمیت وافادیت کو اجاگر کرتی ہیں ان میں سے اساسی اور کلیدی حیثیت درج ذیل چیزوں کی ہے۔

صالحین کا راستہ ہی راہ ہدایت ہے

قرآن کریم میں ارشاد فرمایا گیا کہ جن بندوں پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا انہیں کا راستہ صراط مستقیم ہے۔ ارشاد ہوتا ہے:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۙ صِرَاطَ الَّذِينَ أَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ

"ہمیں سیدھا راستہ دکھا۔ ان لوگوں کا راستہ جن پر تو نے انعام فرمایا"

یعنی جن لوگوں پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا انہیں کا راستہ صراط مستقیم اور راہ ہدایت ہے۔ دوسرے مقام پر ان لوگوں کی تفصیل بیان فرمائی جن پر اللہ تعالیٰ کا انعام ہوا۔ ارشاد ہوتا ہے۔

الَّذِينَ أَنْعَمَ اللَّهُ عَلَيْهِمْ مِنَ النَّبِيِّينَ وَالصِّدِّيقِينَ وَالشُّهَدَاءِ وَالصَّالِحِينَ (النساء:69)

"وہ لوگ جن پر اللہ تعالیٰ نے انعام فرمایا وہ انبیاء، صدیقین، شہدا اور صالحین ہیں"۔

ان دونوں آیات کا ماحاصل یہ ٹھہرا کہ صالحین کا راستہ بھی صراط مستقیم ہی ہے۔

یہاں ہمیں یہ حقیقت کبھی فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ شہداء عظام اور صالحین کرام کا راستہ کوئی قرآن وسنت کے علاوہ تیسرا راستہ نہیں ہے۔ کیونکہ اصل اطاعت اللہ تعالیٰ اور

Marfat.com

انبیاء کرام علیہم السلام کی ہی ہے۔ انبیاء کی اطاعت بھی دراصل اللہ تعالیٰ کی ہی اطاعت ہوتی ہے کیونکہ ان کی زندگی وحیٔ الٰہی کی روشنی میں ہی بسر ہوتی ہے۔ شہداء اور صالحین کا راستہ دراصل کتاب وسنت کی ہی عملی تفسیر ہوتا ہے۔ ہمیں یہ حقیقت بھی ہمیشہ یاد رکھنی چاہیے کہ شہداء اور صالحین کا راستہ صرف نص پر عمل تک محدود نہیں ہے کیونکہ وہ تو کتاب وسنت کا ہی راستہ ہے طریق صالحین کتاب وسنت کے مطابق لیکن نص سے ایک زاہد چیز ہوگا مثلاً حضرت خواجہ معین الدین اجمیری رحمۃ اللہ علیہ کا شمار مذکورہ تقسیم کے مطابق صالحین میں ہے اب آپ نماز بھی پڑھتے تھے اور مثلاً نماز ظہر کی بارہ رکعتیں حدیث پاک پر عمل کرنا ہے اس لئے وہ طریق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہوگا۔ طریق صالحین آپ کے وہ کام ہوں گے جن کا تذکرہ نص میں تو نہیں لیکن قرآن سنت کی روح کے مطابق آپ بجالائے۔ مثلاً آپ حضرت داتا ہجویری رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر حاضر ہوئے اور وہاں آپ نے چلہ کاٹا۔ آپ کا یہ عمل طریق صالحین میں آئے گا اور طریق صالحین بھی راہِ ہدایت ہے۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات اور آپ کے افکار وخیالات بلاشبہ طریق صالحین ہیں۔ آپ کی تعلیمات کو سمجھنا ہمارے لئے اسی لیے ضروری ہے کہ آپ کی تعلیمات قرآن وسنت کے احکامات کی عملی شکل ہیں۔ اور آپ کی ہر بات قرآن سنت کی روح کی ترجمانی ہے۔ آپ کی تعلیمات کو اپنانا راہِ ہدایت پر گامزن ہونا ہے۔

محبت شاہ جیلان رحمۃ اللہ علیہ کی کسوٹی

محبت کا ایک تقاضا محبوب کی اطاعت کرنا ہے کیونکہ محبت محبوب کی اداؤں کو اپنانے پر مجبور کرتی ہے۔

لَوْکَانَ حُبُّکَ صَادِقًا لَاَطَعْتَهٗ اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ یُطِیْعٗ

"اگر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اپنے محبوب کی اطاعت کرتا۔ کیونکہ محب اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے"۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت اتنی مسلمہ ہے کہ ہر بندہ ان سے محبت

Marfat.com

کرنے کا دعویٰ کرتا ہے۔ ایسے میں محبت کو پرکھنے کا معیار بھی تعلیمات سے آگاہی ہی ہوگا اور سچی محبت کے تقاضے پورے کرنے کا ذریعہ بھی آپ کی تعلیمات اورافکار کو جاننا ہی ہوگا۔ زبانی جمع خرچ اور کھوکھلے دعوے حقیقت کی دنیا میں کوئی وقعت نہیں رکھتے۔ ہر شخص اپنی محبت کو تعلیمات کی کسوٹی پر ہی پرکھ سکتا ہے۔ آپ کی پوری زندگی تو کتاب وسنت کی نشرواشاعت میں بسر ہوئی اور آپ کا قدم کبھی بھی شریعت کے دائرہ سے باہر نہ نکلا۔ اب جو بھی اس راہ کو چھوڑ کر محض کوئی مخصوص لباس پہن کر یا کوئی مخصوص ہیئت بنا کر آپ کی محبت کا مدعی ہے۔ تو اس کے دعویٰ محبت کے بطلان کے لئے آپ کی تعلیمات سے آگاہی ہی کافی ہے۔

شاہ جیلاں کی رضامندی کا حصول

حضرت خواجہ حسن نظامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ دو چیزیں سب سے بڑھ کر مظلوم ہیں۔ جن کے ساتھ عقیدت کے دعوے تو بہت کئے گئے۔ جن کی محبت میں لڑائی جھگڑے بھی بہت ہوئے۔ لیکن ان کے پیغام کو نہیں سمجھا گیا۔ یعنی کسی کے ساتھ عقیدت کا سچا طریقہ تو یہ ہے کہ انسان اسکے پیغام کو سمجھے اور اس کی آواز پر لبیک کہے کیونکہ اصل کسی ذات کا پیغام ہوتا ہے عظیم لوگوں کو اپنی ذات سے بڑھکر اپنے پیغام محبوب ہوتے ہیں۔ اسی لئے اگر موقع آجائے تو پیغام کی رفعت کیلئے وہ اپنی جان کی بازی لگا دینے سے بھی گریز نہیں کرتے۔ تو ان دو چیزوں کے ساتھ محبت وعقیدت کا اظہار تو بہت کیا گیا۔ لیکن ان کے پیغام کو نہیں سمجھا گیا ان میں سے ایک قرآن مجید ہے اور دوسرے سیدنا امام حسین رضی اللہ عنہ ہیں۔

حضرت خواجہ حسن نظامی کا تجزیہ بہت گہرائی پر مبنی ہے لیکن اگر ان دو میں تیسری ذات حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو بھی شامل کرلیا جائے تو بے جا نہیں ہوگا۔ حضرت غوث پاک پوری زندگی جس پیغام کے ہوکے لگاتے رہے اور لوگوں کو جس حق کی طرف دعوت دیتے رہے۔ آپ کی اس دعوت پر لبیک کہنا اور آپ کی تعلیمات کو اپنانا ہی آپ کی رضا مندی اور خوشنودی کو حاصل کرنے کا اصل ذریعہ ہے۔ محض عقیدت کے دعوے آپ کو خوش

Marfat.com

کرنے کے لیے کافی نہیں۔

فرض کریں ایک جگہ ایک پتھر پڑا ہوا ہے جو گزرنے والوں کو تکلیف دیتا ہے۔ ایک اللہ کا بندہ سوچتا ہے۔ کہ اس پتھر کو راستہ سے ہٹا دیا جائے تا کہ راہ گیروں کو تکلیف نہ ہو وہ اپنے ایک عقیدت مند سے کہتا ہے کہ آؤ اس پتھر کو اٹھائیں وہ عقیدت مند ہاتھ جوڑ کر کہتا ہے کہ حضور! آپ سے بڑا ولی اس وقت پورے زمانے میں نہیں آپ سے بڑا سخی اور کوئی نہیں ہے وہ تعریفوں کے پل باندھ دیتا ہے۔ لیکن کہتا ہے اس پتھر کو اٹھانا میرے بس میں نہیں مجھے خطرہ ہے کہیں میرے ہاتھ نہ زخمی ہو جائیں۔ اس پس منظر میں کیا وہ اللہ کا نیک بندہ اپنی تعریفیں سن کر خوش ہو جائے گا؟ نہیں، یقیناً نہیں۔ وہ اس کی خالی تعریف کو صرف لفظوں کا ہیر پھیر سمجھے گا۔ اس وقت اسے خوش کرنے کا فقط ایک راستہ تھا کہ اس کی پکار پر لبیک کہا جاتا اور اس نیک بندے کے مشن میں شریک ہو کر اس پتھر کو اٹھانے میں اس کے ساتھ شریک کار ہوا جاتا۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کو خوش کرنے کا طریقہ آپ کی محض تعریف و توصیف ہی نہیں بلکہ اس پیغام پر لبیک کہنا ہے جسے زندگی بھر آپ اللہ کے بندوں تک پہنچاتے رہے اور اس پیغام کا پتہ آپ کی تعلیمات سے آگاہی ہی ہے اس سے واضح ہوا کہ آپ کو خوش کرنے کا ذریعہ بھی آپ کی تعلیمات کو جاننا اور ان پر عمل پیرا ہونا ہی ہے۔ کسی کا حکم نہ ماننا دراصل اسے عملی طور پر کوئی اہمیت نہ دینا ہوتا ہے۔ کہیں حضرت شیخ کی تعلیمات سے گریز اسی جرم کا ارتکاب تو نہیں؟

غلط فہمیوں کا ازالہ

اگر کسی کی تعلیمات و افکار سے اعراض کر لیا جائے تو اس بارے میں کچھ بھی کہنا ممکن ہوتا ہے اور ان کی ذات کے متعلق کوئی بھی غلط فہمی پیدا کی جا سکتی ہے۔ ایک بندہ کوئی مخصوص ہیئت اختیار کر کے حضرت غوث پاک کے نعرے لگا رہا ہے اگرچہ وہ شریعت سے کتنا ہی دور ہو تو ہمارے پاس اس کی غوث پاک سے محبت کو پرکھنے کا معیار صرف اور صرف آپ کی

Marfat.com

تعلیمات ہی ہوں گی ورنہ کہا جائے گا کہ کوئی نفس پرست حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے مقدس نام کی آڑ میں نفس پرستی میں مشغول ہے اور کوئی دنیا دار اس پاک ذات کا دھوکہ دیکر جلب زر میں لگا ہوا ہے۔

الغرض آپ کی تعلیمات سے آگاہی ہی آپ کی شخصیت سے سچی محبت کا ذریعہ بنے گی اور آپ کے متعلق خود ساختہ محبت کے دعووں کو پرکھنے کی کسوٹی قرار پائے گی۔ اور آپ کی تعلیمات سے آگاہ ہونا ایک طالب حق کے لیے ایسے ہی ہے جیسے کسی پیاسے کو پانی کا مل جانا یا کسی بھوکے کو کھانا میسر آ جانا۔ اور کسی بھی انسان کے لئے آپ کی تعلیمات کو اپنی زندگی میں لانا ایسے ہی ہوگا۔

جیسے صحراؤں میں ہولے سے چلے باد نسیم
جیسے ویرانے میں چپکے سے بہار آ جائے

Marfat.com

رجوع الی اللہ کی تلقین

قُلْ هٰذِهٖ سَبِیْلِیْٓ اَدْعُوْٓا اِلَى اللّٰهِ ۗ عَلٰى بَصِیْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِیْ ۗ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝

''فرمائیے یہ میرا راستہ ہے میں پوری بصیرت کے ساتھ اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ میں بھی اور وہ بھی جنہوں نے میری پیروی کی۔ اللہ پاک ہے اور میں مشرکین میں سے نہیں ہوں''۔ (یوسف:108)

Marfat.com

نگاہ فقر میں شان سکندری کیا ہے
خراج کی جو گدا ہو وہ قیصری کیا ہے
بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نو میدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

(اقبال)

Marfat.com

عقیدہ توحید تمام عقائد کی اساس اور بنیاد ہے۔تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی دعوت کا مرکزی نکتہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا ہی تھا۔ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ (النحل:36)

''اور ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا کہ اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے بچو''۔

بعثت انبیاء کا مقصد وحید لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف پلٹانا تھا۔

ارشاد ہوتا ہے۔

مَا كَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّؤْتِیَهُ اللّٰهُ الْكِتٰبَ وَ الْحُكْمَ وَ النُّبُوَّةَ ثُمَّ یَقُوْلَ لِلنَّاسِ كُوْنُوْا عِبَادًا لِّیْ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَ لٰكِنْ كُوْنُوْا رَبّٰنِیّٖنَ

''کسی انسان کا یہ حق نہیں کہ اللہ تعالیٰ اسے کتاب، حکمت اور نبوت عطا کرے پھر وہ لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر میرے بندے بن جاؤ بلکہ وہ تو کہے گا کہ تم رب والے بن جاؤ''۔(آل عمران:79)

اس لئے دین کے ہر داعی کا مرکزی نکتہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا ہوتا ہے۔شاہِ جیلاں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری زندگی رجوع الی اللہ کی دعوت کا پیغام ہے۔ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں۔

اَنْ اَرَدْتَ مُلْكَ الدُّنْیَا وَ الْاٰخِرَةِ فَاجْعَلْ كُلَّكَ بِهٖ عَزَّوَجَلَّ فَتَصِیْرُ اَمِیْرًا وَ رَئِیْسًا عَلٰی نَفْسِكَ وَ عَلٰی غَیْرِكَ اِنِّیْ قَدْ نَصَحْتُكَ فَاقْبَلْ نُصْحِیْ۔(1)

''اگر تو دنیا اور آخرت کی بادشاہی چاہتا ہے تو اپنے آپ کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے

1۔الفتح الربانی، صفحہ 360

Marfat.com

حوالے کر دیے۔ پس اس طرح تو امیر ہو جائے گا۔ اپنے نفس اور غیروں پر حاکم ہو جائے گا۔ میں نے تجھے نصیحت کی ہے پس تو میری نصیحت کو قبول کر"۔

یعنی جو انسان اپنے آپ کو مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کے حوالے کر دے وہ دونوں جہانوں کی بادشاہی پائے گا۔

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں۔

"تو مکمل طور پر اپنے رب کی طرف متوجہ ہو جا آئندہ کل کو گذشتہ کل کے پاس اس کے پہلو میں چھوڑ دے۔ کیا خبر ہے کہ کل کا دن تجھے ایسی حالت میں آئے کہ تو مر چکا ہو۔ اے امیر! تو اپنی امارت کی وجہ سے خدا سے غافل نہ ہو کیا خبر کہ کل تو فقیر ہو جائے۔ تو کسی شئے کے پاس مت رہ۔ بلکہ تمام چیزوں کے خالق کے ساتھ وابستہ ہو جا جس کا کوئی مثیل و مشابہ نہیں۔ اس کے سوا کسی سے راحت طلب نہ کر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فرمان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ملاقات کے بغیر مسلمان کے لئے کوئی راحت نہیں"۔ (1)

یعنی انسان کو اپنا تعلق اشیاء کے ساتھ نہیں بلکہ تمام اشیاء کے خالق و مالک کے ساتھ وابستہ کرنا چاہیے کیونکہ جب اس ذات سے تعلق قائم ہو جائے گا جو تمام اشیاء کا خالق و مالک ہے تو سب اشیاء خود بخود اس کی خادم بن جائیں گی۔ بقول غالب

سب کے دل میں ہے جگہ تیری جو تو راضی ہوا
مجھ پہ گویا اک زمانہ مہرباں ہو جائے گا

اور انسان کو اللہ تعالیٰ کے ساتھ اتنی وارفتگی سے محبت کرنی چاہیئے کہ ذات الٰہی کے سوا اور کسی چیز سے اسے اطمینان و سکون نہ ملے۔

اس دنیا میں ہر کام کا ایک ظاہری سبب ہوتا ہے اور ایک اس کام کو سرانجام دینے کا حقیقی سبب ہوتا ہے مثلاً ایک بیمار کے تندرست ہونے کا ظاہری سبب علاج کروانا یا طبیب و حکیم

1۔ نفس مصدر، صفحہ 397

Marfat.com

ہے۔لیکن اسے حقیقت میں شفاء دینے والا اللہ رب العزت ہے۔ جو سبب حقیقی ہی نہیں مسبب الاسباب بھی ہے۔انسان چونکہ پیکر محسوس کا خوگر ہے اس لئے وہ ظاہری سبب کو ہی سب کچھ سمجھ لیتا ہے اور مسبب الاسباب سے نظریں پھیر لیتا ہے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بڑی شدت سے اس بات کی تاکید فرماتے ہیں کہ انسان کو صرف سبب پر ہی نظر نہ رکھنی چاہیے بلکہ وہ سبب کے سارے پردے چاک کر کے مسبب الاسباب کو دیکھے ورنہ وہ خائب وخاسر ہو جائے گا۔آپ فرماتے ہیں۔

''اپنے درہم ودینار اور اسباب پر بھروسہ نہ کر۔کیونکہ ایسا کرنا تجھے عاجز وضعیف بنادے گا۔اور تو فقط اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کر تو وہ یقیناً تجھے قوی کردے گا، تجھ پر رحم فرمائے گا اور جہاں سے تجھے گمان بھی نہیں وہاں سے تیرے لیے رزق کے دروازے کھولے گا اور تیرے قلب کو مضبوط کردے گا۔تو دنیا کے آنے جانے مخلوق کی توجہ اور بے رخی کی کچھ پروا نہیں کرے گا اور جب تو اپنے مال وجاہ اور اہل واسباب پر بھروسہ کرنے لگے گا۔تو بیشک تو غضب الٰہی اور ان چیزوں کے زوال کا نشانہ بن جائے گا۔تو اپنی مقبوضہ اشیاء پر کس طرح بھروسہ کرتا ہے حالانکہ وہ معرض زوال میں ہیں اور تو خدا پر بھروسہ چھوڑ دیتا ہے حالانکہ اسے کبھی زوال نہ ہوگا۔تیرا جہل خدا کے ساتھ تجھے غیر اللہ پر بھروسہ کرنے پر برانگیختہ کر رہا ہے۔ خدا پر تیرا پورا بھروسہ کامل تونگری ہے اور غیر اللہ پر تیرا بھروسہ مکمل محتاجی ہے۔ اے تقویٰ و پرہیز گاری کے چھوڑنے والے تو دونوں جہانوں میں بزرگی وکرامت سے محروم کر دیا گیا اور اے خلق واسباب پر بھروسہ کرنے والے تو دونوں جہانوں میں اللہ تعالیٰ کی قوت اور اس پر توکل سے محروم کردیا گیا اور اے اپنی مقبوضہ چیزوں پر بھروسہ کرنے والے! تو دونوں جہانوں میں حق تعالیٰ کے ساتھ تونگری سے محروم کردیا گیا''۔(1)

1۔نفس مصدر،صفحہ 379

Marfat.com

ایک اور مقام پر آپ رجوع الی اللہ کا درس دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے وہ ملعون و راندۂ درگاہ الٰہی ہے جس کا بھروسہ اپنے جیسی مخلوق پر ہو۔ کتنی کثرت سے وہ لوگ ہیں جو اس لعنت میں شامل ہیں۔ اکثر مخلوق میں سے کوئی ایک ہی ہے جس نے اللہ عزوجل پر بھروسہ کیا۔ اور جو اللہ تعالیٰ پر بھروسہ کرتا ہے۔ اس نے یقیناً ایک مضبوط رسی کو تھام لیا۔ اور جس نے اپنے جیسی مخلوق پر بھروسہ کیا اس کی مثال ایسے ہے جیسے کوئی پانی مٹھی میں بند کرلے اور ہاتھ کھولنے پر کچھ نہ پائے''۔(1)

ایک شبہ کا ازالہ

اگر ''مناظرانہ شوق'' حقیقت کو بالکل مسخ نہ کردے تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے ان فرمودات کا مطلب بالکل واضح ہے کہ آپ لوگوں کو اسباب کی بجائے مسبب الاسباب کی ذات پر بھروسہ اور اعتماد کرنے کی تلقین فرمارہے ہیں اس سے کسی عبد مقرب کو مظہر عون الٰہی سمجھ کر پکارنے کی نفی مقصود نہیں ہے۔ جس طرح مادی اسباب میں فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اسی طرح روحانی اسباب میں فاعل حقیقی اللہ تعالیٰ کی ذات ہی ہے۔ مثلاً علامہ اقبال رحمۃ اللہ علیہ کے جو اشعار اس بحث کے شروع میں لکھے گئے ان میں ایک شعر یہ ہے۔(2)

بتوں سے تجھ کو امیدیں خدا سے نومیدی
مجھے بتا تو سہی اور کافری کیا ہے

یہاں بت سے مراد اسباب ہیں اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا بندہ جس کو بھی پکارے وہ سب بت میں شامل ہیں تو یہ دعویٰ اس لئے بھی غلط ہے۔ کہ اقبال دوسرے مقام پر خود حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ان کے کرم کی بھیک مانگتے ہیں۔ وہ ایک مقام پر عرض کرتے ہیں۔

1۔ نفس مصدر، صفحہ 403

2۔ کلیات اقبال (اردو)، صفحہ 340، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور

Marfat.com

کرم اے شہہ عرب وعجم کہ کھڑے ہیں منتظر کرم
وہ گدا کے تو نے عطا کیا ہے جنہیں دماغ سکندری (1)

ایک مقام پر یوں عرض کرتے ہیں

تو اے مولائے یثرب آپ میری چارہ سازی کر
میری دانش ہے افرنگی میرا ایماں ہے زناری (2)

یہ رباعی بھی ملاحظہ ہو

مسلماں آں فقیرے کج کلاہے رمید از سینہ او سوز آہے
دلش نالد! چرا نام؟ نداند نگاہے یارسول اللہ نگاہے (3)

اس سے واضح ہے کہ علامہ اقبال جس بت سے امید کی مذمت کر رہے اس سے مراد یا تو بت ہیں اگر اس کا مخاطب کوئی بت پرست ہو اور یا اس کا مخاطب کوئی کلمہ گو ہے تو اس سے مراد اسباب ہیں اس سے مقربین الٰہی سے استغاثہ کرنے کی نفی مقصود نہیں ورنہ اقبال خود حضور رسالت ماب صلی اللہ علیہ وسلم سے آپ کے کرم اور چارہ سازی کی التجا نہ کرتے۔

ایسے ہی حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے غیر اللہ پر بھروسہ کرنے کی جو شدید مذمت کر کے انسان کو رجوع الی اللہ کا درس دیا ہے اس سے مراد بھی اسباب ہی کی مذمت ہے۔ یہ مذمت مقربین الٰہی کی کس طرح ہوسکتی ہے۔ کیونکہ ان کی ذوات قدسیہ تو قدرت باری تعالیٰ کی مظہر ہوتی ہیں۔ آپ ایک مقام پر مقربین الٰہی کا مقام ومرتبہ بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰی فِیْ بَعْضِ کُتُبِهٖ یَا ابْنَ اٰدَمَ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا اَقُوْلُ لِشَیْءٍ کُنْ فَیَکُوْنُ اَطِعْنِیْ اَجْعَلْكَ تَقُوْلُ لِشَیْءٍ کُنْ فَیَکُوْنُ (4)

"اللہ تعالیٰ نے بعض کتابوں میں فرمایا کہ اے انسان! میں اللہ ہوں میرے سوا

1۔ نفس مصدر، صفحہ 253 2۔ نفس مصدر، صفحہ 330

3۔ کلیاتِ اقبال (فارسی)، صفحہ 1052، مکتبہ دانیال، لاہور

4۔ فتوح الغیب، شیخ الاسلام عبد القادر جیلانی، صفحہ 76، دار الکتب العلمیہ، بیروت

Marfat.com

کوئی الہ نہیں۔ جب میں کسی چیز سے کہتا ہوں ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ تو میری اطاعت کر میں تجھے ایسا بنا دوں گا کہ جب تو بھی کسی چیز سے کہے گا ہو جا تو وہ ہو جائے گی"۔

آپ ایک اور مقام پر عبد مقرب کا مرتبہ و مقام بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

اَلْعَبْدُ اِذَا وَحَّدَ رَبَّهٗ عَزَّوَجَلَّ وَاَخْلَصَ لَهٗ تَارَةً يَكُوْنُ لَهٗ فَيَدْخُلُ فِيْ تَكْوِيْنِهٖ تَارَةً يُسَلِّمُ اِلَيْهِ التَّكْوِيْنُ وَيَكُوْنُ هُوَ لِنَفْسِهٖ هٰذَا الْخَوَاصِهٖ مِنْ خَلْقِهٖ كُلُّ مَنْ دَخَلَ اِلَى الْجَنَّةِ يَقُوْلُ لِلشَّيْءِ كُنْ فَيَكُوْنُ اَلشَّانُ فِيْ تَكْوِيْنِ الْيَوْمِ لَا غَدًا (1)

"بندہ جب اللہ تعالیٰ کا موحد ہو جاتا ہے اور اس کے لیے مخلص ہو جاتا ہے تو کبھی اللہ تعالیٰ اس کا ہو جاتا ہے وہ خود اس میں تصرف فرماتا ہے۔ کبھی بندہ کو تصرف سپرد کر دیا جاتا ہے تو بندہ (عطائے الٰہی سے) خود متصرف ہو جاتا ہے۔ یہ مخلوق میں سے خاص بندگان الٰہی کا حال ہے۔ ہر وہ شخص جو جنت میں داخل ہوگا جب کسی شئی سے کہے گا ہو جا۔ پس وہ شئی ہو جائے گی۔ مگر مرتبہ کمال یہ ہے کہ یہ مرتبہ آج ہی مل جائے نہ کہ کل"۔

حضرت غوث پاک کے ان ارشادات سے واضح ہو رہا ہے کہ بندہ جب اطاعت الٰہی میں کامل ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اسے اپنے امر کن کا مظہر بنا دیتا ہے اسی حقیقت کو بیان کرنے کیلئے اقبال نے بندۂ مولا صفات کی اصطلاح پیش کی ہے وہ فرماتے ہیں۔

ہاتھ ہے اللہ کا بندہ مومن کا ہاتھ غالب و کار آفریں کار کشا و کارساز
خاکی و نوری نہاد بندہ مولا صفات ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز

حضرت غوث پاک جس چیز کی مذمت فرما رہے ہیں وہ اسباب پر بھروسہ کرنے کی مذمت ہے، دنیا کے سہاروں اور مال و اسباب پر بھروسہ کرنے کی مذمت ہے۔ مقربین

1۔ الفتح الربانی، صفحہ 625

Marfat.com

بارگاہ الٰہی کو عون الٰہی کا ذریعہ سمجھنا تو نصرت الٰہی کو ہی پکارنا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم بالصواب
یہ ایک شبہ کا ازالہ تھا۔ آمدم برسر مطلب۔ حضرت غوث پاک نے مخلوق کو اسباب پر بھروسہ
نہ کرنے اور رجوع الی اللہ کا درس اس شدت کے ساتھ دیا کہ جو ایمان کی دنیا میں ایک ہلچل
مچا دیتا ہے۔ ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں۔

مَنْ تَفَعْفَعَ لِغَنِیٍّ لِاَجَلِ مَا فِیْ یَدَیْهِ یَذْهَبُ ثُلُثَا دِیْنِهٖ انت قَدْ
تَعَوَّدْتَ مِنَ الْخَلْقِ تَلْقَی اللهَ وَاَنْتَ عَلٰی ذٰلِکَ (1)

''جو شخص کسی امیر کے سامنے اسکی دولت کی وجہ سے جھکے گا۔ اس کا دو تہائی دین چلا
جائے گا۔ تحقیق تو نے مخلوق سے طلب کرنے کی عادت ڈال لی ہے تو اسی حالت
میں اللہ تعالیٰ سے ملے گا''۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

''توحید شیطانوں کے لئے آگ اور اہل توحید کے لئے نور ہے۔ تو ایسی حالت
میں کہ تیرے دل میں بکثرت معبود موجود ہیں کیسے لا الہ الا اللہ کہتا ہے؟ اللہ کے سوا
ہر وہ چیز جس پر تیرا اعتماد و وثوق ہو وہ تیرا بت ہے''۔ (2)

حضور غوث پاک انسان کو دنیوی سہاروں کے دھوکے سے نکال کر ذات باری تعالیٰ پر
توکل کرنے کا درس دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

قَالَ رَسُوْلُ اللهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ اَنْقَطَعَ اِلَی اللهِ عَزَّوَجَلَّ کَفَاهُ اللهُ
مُؤْنَتَهٗ وَمَنْ اِنْقَطَعَ اِلَی الدُّنْیَا وَکَلَهُ اللهُ اِلَیْهَا (3)

''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔ جو سب سے منہ موڑ کے فقط اللہ تعالیٰ کی طرف
رجوع کرے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کی تمام ضروریات میں کافی ہو جائے گا اور جو دنیا کا
ہو جائے گا اللہ تعالیٰ اسے دنیا کے سپرد کر دے گا''۔

یعنی بندے پر لازم ہے کہ وہ اسباب پر بھروسہ نہ کرے بلکہ اسباب کے خالق و مالک

1۔ نفس مصدر، صفحہ 700 2۔ نفس مصدر، صفحہ 351 3۔ نفس مصدر، صفحہ 701

Marfat.com

پر نظر رکھے ورنہ وہ نصرت الٰہی سے محروم ہو جائے گا۔

ایک مقام پر رجوع الی اللہ کی تاکید کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

''اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے مکمل طور پر بچو، اس کا دروازہ مضبوطی سے تھام لو، اس کی بندگی میں اپنی ساری قوتیں صرف کر دو، اپنی کوتاہیوں پر معذرت پیش کرتے رہو، عبادت کی قبولیت کے لیئے زاری کرو، بے نیاز ذات کی بارگاہ میں حاجت مندی ظاہر کرتے رہو، جاہ وجلال خداوندی کا مشاہدہ کرتے ہوئے خشوع وخضوع سے پیش آؤ، جمعیت وحضور کی وجہ سے نگاہ جھکائے رکھو، نہ مخلوق خدا کی طرف دیکھو، نہ اپنی خواہش کی پیروی کرو، نہ دین ودنیا میں عبادت کا بدلہ چاہو، نہ بلند مقام اور اونچی منزل کی تمنا کرو، اور یقین کرو کہ تم اس کے بندے ہو، بندہ اور اس کی ہر چیز مولا کے لئے ہوتی ہے، بندہ کوئی چیز طلب کرنے کا حق نہیں رکھتا، ربوبیت کا حق ادا کرتے ہوئے عبدیت کا ادب ملحوظ رکھو''۔ (1)

آپ کی زندگی کا مقصد وحید لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا تھا۔ آپ زندگی بھر مخلوق خدا کو مئے توحید سے سرشار کرتے رہے۔ آپ نے اپنی وصیت میں بھی اسی چیز کی تلقین فرمائی۔ جب سانس اکھڑ رہی تھی اس وقت بھی آپ توحید الٰہی کا درس دے رہے تھے۔ آپ نے اپنے لخت جگر صاحبزادہ سید عبدالوہاب کو وصیت کرتے ہوئے فرمایا۔

عَلَيْكَ بِتَقْوَى اللّٰهِ وَطَاعَتِهٖ وَلَا تَخَفْ اَحَدًا سِوَى اللّٰهِ تَعَالٰى وَلَا تَرْجُ اَحَدًا سِوَى اللّٰهِ وَكِلِ الْحَوَائِجَ اِلَى اللّٰهِ وَلَا تَعْتَمِدْ اِلَّا اِلَيْهِ وَاطْلُبْهَا جَمِيْعًا مِنْهُ وَلَا تَثِقْ بِاَحَدٍ غَيْرِ اللّٰهِ اَلتَّوْحِيْدُ اَلتَّوْحِيْدُ اَلتَّوْحِيْدُ وَجِمَاعُ الْكُلِّ اَلتَّوْحِيْدُ (2)

''تم اپنے اوپر اللہ تعالیٰ کے تقوی اور اطاعت کو لازم پکڑو۔ اس کے سوا نہ کسی سے ڈرو نہ کسی سے امید رکھو۔ اپنی سب حاجتوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف سونپو اور سب

1۔ فتوح الغیب، صفحہ 87 2۔ الفتح الربانی، صفحہ 778

Marfat.com

حاجتیں اسی سے طلب کرو۔ اس کے سوا کسی پر بھروسہ نہ کرو۔ اور اللہ تعالیٰ کے سوا کسی پر اعتماد نہ کرو۔ توحید کو لازم پکڑو۔ توحید کو لازم پکڑو۔ تمام عبادتوں کا مجموعہ توحید ہے۔

رجوع الی اللہ اور اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹنے کے متعلق حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کی ایک جھلک پیش کی گئی ان کی روشنی میں وہ شخص جو اللہ تعالیٰ کی بندگی کی طرف تو نہیں آتا۔ اس کا سارا اعتماد تو اسباب پر ہے لیکن وہ محض کسی مخصوص لباس یا کسی مخصوص عمل کو ہی محبت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ کی کسوٹی قرار دیتا ہے۔ کیا ایسا شخص ایک بہت بڑے فریب میں مبتلا تو نہیں؟

عظیم انسانوں کو اپنا مشن ہر چیز سے بڑھ کر محبوب ہوتا ہے اگر ضرورت پیش آئے تو وہ اپنے مشن کی بلندی کے لئے اپنی جان بھی قربان کر دیتے ہیں۔ جو انسان حضرت غوث پاک کی ان تعلیمات پر عمل پیرا ہے وہ یقیناً آپ کو خوش کرنے کی سعادتیں حاصل کرنے والا ہے۔ بصورت دیگر وہ آپ کے مقصد زندگی سے غداری کرنے والا اور آپ کو دکھ پہنچانے والا ہے۔ کیونکہ آپ پوری زندگی لوگوں کو رجوع الی اللہ کا درس ہی دیتے رہے۔

Marfat.com

قوم آوارہ عناں تاب ہے پھر سوئے حجاز
لے اڑا بلبل بے پر کو مذاق پرواز
مضطرب باغ کے ہر غنچے میں ہے بوئے نیاز
تو ذرا چھیڑ تو دے تشنہ مضراب ہے ساز
نغمے بیتاب ہیں تاروں سے نکلنے کے لئے
طور مضطر ہے اسی آگ میں جلنے کے لئے

(اقبالؒ)

Marfat.com

ذات رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے کامل وابستگی کا درس

وَمَآ اٰتٰىكُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْهُ ۚ وَمَا نَهٰىكُمْ عَنْهُ فَانْتَهُوْا ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۝ (الحشر)

''اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں جو دیں وہ لے لو اور جس چیز سے روکیں اس سے رک جاؤ۔ اور اللہ سے ڈرتے رہو۔ بے شک اللہ تعالیٰ سخت سزا دینے والا ہے''۔

Marfat.com

ہجر کی شب ہے اور ماہِ طیبہ کا خیال
صبح کا تارا نمودار نہ ہونے پائے
ایسی توحید تو شیطان بنا دیتی ہے
دیکھ! سرکار صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا انکار نہ ہونے پائے

(حافظ مظہر الدین مظہر)

Marfat.com

دین کی ہر بات کا آخری اور حتمی حوالہ نبی کریم ﷺ کی ذات گرامی ہی ہے۔ ہمیں پورے کا پورا دین نبی کریم ﷺ کی ذات اقدس سے ہی ملا ہے۔ انسان ہر اس چیز سے محبت کرتا ہے جس سے اسے کچھ ملے، وہ اپنے والدین سے محبت کرتا ہے، کیونکہ اس کے وجود کا سبب اس کے والدین ہیں، وہ اپنے استاد سے محبت کرتا ہے، کیونکہ استاد سے اسے علم ملا ہے۔ تو جس ذات گرامی سے انسان کو دین ملے گا، ایمان ملے گا اور معرفت الٰہی نصیب ہوگی۔ کیا وہ اس ذات عالی سے محبت نہ کرے گا؟

محبت کا ایک مظہر یہ ہوتا ہے کہ انسان ہر اس چیز سے محبت کرتا ہے، جس کا تعلق اس کے محبوب سے ہوتا ہے وہ اسکے گلی کوچوں سے محبت کرتا ہے، اس کے وطن سے محبت کرتا ہے، اس کے وطن کے باسیوں سے پیار کرتا ہے۔ کیا وہ ذات گرامی جو محبوب ازلی سبحانہ وتعالیٰ کی سب سے بڑھ کر محبوب ہے۔ جس کے لئے اللہ نے کائنات بنائی ہے۔ جس کی نظر رحمت اسے تکتی رہتی ہے۔ کیا وہ ذات گرامی ﷺ اہل ایمان کی محبتوں اور عقیدتوں کا مرکز نہیں ہوگی؟

ذوات انبیاء علیہم السلام عالم شہادت میں عالم غیب کی سفیر ہوتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنی قدرتوں کا اظہار اپنے انبیاء کرام کے ذریعہ سے کرتا ہے اس کے حسن و جمال کا مظہر انبیاء کرام کا جمال جہاں آراء ہوتا ہے۔ توحید کی آڑ میں ذات نبوت ﷺ سے وابستگی میں کمی دراصل دست قدرت کے شہکار کا انکار کرنا ہے۔ جس انسان کو سچی توحید، جتنی زیادہ نصیب ہوتی جائے گی۔ دامن رسالت سے اسکی وابستگی اتنی ہی زیادہ بڑھتی جائے گی۔

شاہ جیلاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ چونکہ توحید خالص کے علمبردار تھے۔ اس لئے انہوں نے توحید و رسالت میں کوئی تضاد نہیں سمجھا۔ بلکہ ذات رسالت مآب ﷺ کو مظہر ذات الٰہی سمجھا اور آپ کی ذات مقدس کے ساتھ کامل وارفتگی اور بے پناہ وابستگی کا درس دیا۔ اور صرف لفظوں کے ہیر پھیر سے آگے نکل کر محبت وعقیدت کے جمیع تقاضے پورے کرنے کی بھرپور تلقین کی۔ جب تک کسی بھی ذات کی عظمت کا نقش لوح دل

Marfat.com

پر ثبت نہ ہو نہ اس سے نہ وابستگی ممکن ہوتی ہے اور نہ اسکی اطاعت واتباع۔ حضور غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ مقام مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نذاکتوں کو بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

هُوَالْحَاكِمُ بَيْنَ الْاَرْوَاحِ الْمُرَبِّيْ لِلْمُرِيْدِيْنَ جَهْبَذُ الْمُرَادِيْنَ اَمِيْرُ الصَّالِحِيْنَ قَسَّامُ الْاَحْوَالِ وَالْمُقَامَاتِ بَيْنَهُمْ لِاَنَّ الْحَقَّ عَزَّوَجَلَّ فَوَّضَ ذٰلِكَ اِلَيْهِ جَعَلَهٗ اَمِيْرَ الْكُلِّ (1)

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی روحوں کے حاکم، مریدوں کے مربی و سرپرست، مرادوں کے سردار، صالحین کے بادشاہ ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی حالات اور مقامات کے مخلوق کے درمیان تقسیم کرنے والے ہیں۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو سب کا امیر بنایا ہے اور یہ تمام امور آپ کے سپرد کردیئے ہیں''۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

''حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اپنی ہمت وقلب سے کبھی بھی اہل اللہ کے قلوب کے اردگرد سے نہیں ہٹتے۔ ان کے قلوب کو وہی معطر و خوشبودار بنانے والے ہیں۔ آپ ہی ان کے باطن کا تصفیہ فرمانے والے اور انہیں زینت بخشنے والے ہیں۔ آپ ان کے لئے قرب الٰہی کا دروازہ کھلوانے والے اور ان کا بناؤ وسنگھار کرنے والے ہیں۔ آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ہی قلوب واسرار اور اللہ تعالیٰ کے درمیان سفیر و قاصد ہیں''۔(2)

حضرت غوث پاک کے اس فرمان سے واضح ہو رہا ہے کہ جس نے اپنی توجہ ذات رسالت ماب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے ہٹالی۔ نہ اسکے لئے قرب الٰہی کے دروازے کھلیں گے، نہ اسے تذکیہ نفس کی دولت نصیب ہوگی اور نہ ہی وہ ایمان کی زیب وزینت سے مزین ہوگا۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی سے کامل وابستگی صرف لفظوں کے ہیر پھیر کا نام نہیں ہے بلکہ محبت، محبوب کے ذکر کا تقاضا بھی کرتی ہے اور اسکی اداؤں کو اپنانے کا بھی۔ حضرت غوث پاک حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے وابستگی کا درس دیتے ہوئے درود وسلام کے نذرانے پیش

1۔ الفتح الربانی، صفحہ 399-398 2۔ نفس مصدر، صفحہ 195

Marfat.com

کرنے کی تلقین کرتے ہیں۔ فرماتے ہیں۔

عَلَيْكُمْ بِلُزُوْمِ الْمَسَاجِدِ وَكَثْرَةِ الصَّلٰوةِ عَلَى النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَإِنَّهٗ قَالَ لَوْ نَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ نَارٌ مَا نَجَا مِنْهَا إِلَّا أَهْلُ الْمَسَاجِدِ(1)

''تم مساجد کی حاضری اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود وسلام پڑھنے کا التزام کرو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے اگر آسمان سے آگ اترے۔ تو اہل مساجد کے سوا کوئی بھی اس سے نجات نہ پائے''۔

یعنی جس طرح مساجد میں حاضر لوگ اللہ تعالیٰ کی خصوصی نظر رحمت پاتے ہیں' ایسے ہی درود وسلام پڑھنے والا بھی اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور اس کے فضل کو سمیٹنے والا ہوتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت' آپ کے اتباع وپیروی کا تقاضا کرتی ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بڑی تاکید سے اتباع نبی کی تلقین کرتے ہیں۔

ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

عَلَيْكُمْ بِالْاِتِّبَاعِ مِنْ غَيْرِ ابْتِدَاعٍ عَلَيْكُمْ بِمَذْهَبِ السَّلَفِ الصَّالِحِ اِمْشُوْا فِي الْجَادَةِ الْمُسْتَقِيْمَةِ لَا تَشْبِيْهَ وَلَا تَعْطِيْلَ بَلْ اِتِّبَاعًا لِسُنَّةِ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم مِنْ غَيْرِ تَكَلُّفٍ وَلَا تَطَبُّعٍ وَلَا تَشَدُّدٍ وَلَا تَشَدُّقٍ وَلَا تَمَعْقُلٍ تَسَعُكُمْ مَا وَسِعَ مَنْ كَانَ قَبْلَكُمْ(2)

''تم بغیر بدعت (سیئہ) کے اتباع شریعت کو لازم پکڑو۔ سلف صالحین کے طریقوں کو اختیار کرو' تم سیدھے راستے صراط مستقیم پر چلو' جس میں نہ تشبیہ (3) ہے نہ تعطیل (4)۔ بلکہ محض رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقوں کا اتباع کرنا ہے۔ اس میں

1۔ نفس مصدر، صفحہ 95 2۔ نفس مصدر، صفحہ 145

3۔ اللہ تعالیٰ کو کسی مخلوق کے مشابہ قرار دینا تشبیہ کہلاتا ہے اس فرقے کو مشبہ کہا جاتا ہے۔

4۔ اللہ تعالیٰ کے بارے میں یہ گمان کرنا کہ وہ مخلوق بنا کے فارغ ہو گیا اب وہ بیکار ہے معاذ اللہ اس فرقہ کو معطلہ کہا جاتا ہے۔

Marfat.com

نہ کوئی تکلف ہے نہ تصنع' نہ دکھاوا ہے نہ تشدد۔ اس سے بلا سوچ سمجھے' تمہیں وہ وسعتیں مل جائیں گی۔ جو تم سے پہلوں کو حاصل تھیں''۔

حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان سے واضح ہے کہ اتباع شریعت محض اتباع نبوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ہی دوسرا نام ہے۔ یہی وہ چیز ہے جو انسان کو فکری اور عملی گمراہیوں سے محفوظ رکھتی ہے۔ اگر اتباع رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو چھوڑ دیا جائے تو انسان مختلف قسم کی گمراہیوں کا شکار ہو جاتا ہے۔ دراصل حق کی کسوٹی اتباع نبوی ہی ہے۔ یہی وہ راستہ ہے جسے صراط مستقیم کہا جاتا ہے اور یہی چیز انسان کو بلا تردد قرب الٰہی کی وہ منزلیں طے کرواتی ہے جن سے بڑھ کر قرب کا تصور ہی نہیں کیا جا سکتا۔ آپ گویا اس بات کی تلقین فرما رہے ہیں کہ جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کی' وہی صراط مستقیم پر چلا اور جس نے اسے چھوڑ دیا' وہ راہ راست سے بھٹک گیا۔ آپ کے بیان فرمودہ اس ضابطے پر ہر شخص اپنے آپ کو پرکھ سکتا ہے کہ وہ صراط مستقیم پر چل رہا ہے یا اس نے گمراہی اور نفس پرستی کے کسی خود ساختہ راستے کو ہی صراط مستقیم سمجھا ہوا ہے۔

شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ تو قرب نبوی کی نشانی ہی آپ کی اتباع واطاعت کو قرار دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

كُلَّمَا تَقَدَّمْتَ إِلَيْهِ خَطْوَةً اِزْدَادَ فَرَحًا مِنْ رِزْقٍ هٰذَا الْحَالِ كَانَ حَقًّا عَلَيْهِ اَنْ يَشْكُرَ وَتَزْدَادُ طَوَاعِيَتُهُ اَمَّا الْفَرَحُ بِغَيْرِ هٰذَا هَوَسٌ (1)

''جب تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف ایک قدم بھی بڑھے گا' تو تیری فرحت بڑھ جائے گی اور جس کو یہ کیفیت نصیب ہو جائے اس پر لازم ہے کہ وہ شکر بجا لائے اور اتباع واطاعت اور زیادہ بجا لائے۔ اس کے بغیر خوش ہونا' صرف ہوس ہی ہوس ہے''۔

1۔ الفتح الربانی: صفحہ 195

Marfat.com

یعنی جس انسان کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا قرب نصیب ہو جائے۔ وہ شکر بجالائے گا اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت اور اتباع پہلے سے بھی بڑھ کر بجالائے گا۔ کیونکہ پہلے وہ جن چیزوں کو صرف سن کر مانتا تھا۔ اب ان سے کچھ پردے سرکا کر اسے مشاہدہ حقیقت کروا دیا جائے گا۔ اب وہ شنیدہ کی منزل سے دیدہ کی منزل پر پہنچ جائے گا۔ تو اتباع نبوی کی حلاوتیں اور زیادہ بڑھ جائیں گی اور اس کا جذبہ اتباع پہلے سے بھی کہیں زیادہ ہو جائے گا۔ لیکن اگر وہ دعویٰ تو قرب کا کرتا ہے یا کچھ مشاہدات کو قرب مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر محمول کرتا ہے۔ لیکن آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت واتباع سے محروم ہے، تو وہ محض ہوس پرست ہے۔ اور اپنی نفس پرستی اور ہوس پرستی کو ہی قرب نبوی خیال کر رہا ہے اور ایک بہت بڑے فریب میں مبتلا ہے۔ جس طرح ہر چیز کی ایک نشانی ضروری ہے، ایسے ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ ناز کی حاضری اور آپ کے قرب کی علامت آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا اتباع اور آپ کی پیروی ہے۔

حضرت غوث پاک تو اپنے تمام مقامات کی اصل اتباع نبوی کو ہی قرار دیتے ہیں۔ اور اس چیز کی تاکید فرماتے ہیں کہ تم میری بات اس لیے مانو کہ میں اتباع رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بجالا رہا ہوں یعنی جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع نہ کرے گا اس کی بات نہیں مانی جائے گی۔ آپ وضاحت فرماتے ہیں کہ میری تمام کیفیات اور جملہ احوال اتباع نبوی کے سانچے میں ڈھلے ہوئے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

اُطْلُبُوْا مِنِّیْ کِسْوَةَ لَا دِیَانِکُمْ اِتْبَعُوْنِ فَاِنِّیْ عَلٰی جَادَةِ الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَا تَابِعٌ لَهٗ فِیْ اَکْلِهٖ وَشُرْبِهٖ وَنِکَاحِهٖ وَاَحْوَالِهٖ وَمَا کَانَ یُشِیْرُ اِلَیْهِ (1)

”تم مجھ سے اپنے دین کا لباس مانگو، میری پیروی کرو، یقیناً میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ پر ہوں، کھانے، پینے، نکاح اور تمام حالات و اشارات میں میں آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا پیرو ہوں“

1۔ نفس مصدر، صفحہ 364

Marfat.com

حضور غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ اس چیز کی تلقین فرماتے ہیں کہ انسان اگر بارگاہ الٰہی میں حاضر ہونا چاہے۔تو اس کا طریقہ صرف یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اس کی دستگیری فرمائیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے واسطہ کے بغیر کوئی بھی قرب الٰہی کی منزلیں طے نہیں کرسکتا۔

آپ فرماتے ہیں۔

كُلُّ حَقِيقَةٍ لَا تَشْهَدُ لَهُ الشَّرِيعَةُ فَهِيَ زِنْدَقَةٌ وَطِرْ اِلَى الْحَقِّ عَزَّوَجَلَّ بِجَنَاحَيِ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ اُدْخُلْ عَلَيْهِ وَيَدُكَ فِي يَدِ الرَّسُوْلِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِجْعَلْهُ وَزِيْرَكَ وَمُعَلِّمَكَ دَعْ يَدَهُ تُزَيِّنُكَ وَتُمَشِّطُكَ وَتُعْرِضُكَ عَلَيْهِ (1)

''ہر وہ حقیقت جس کی شریعت گواہی نہ دے'وہ زندیقی ہے۔تو کتاب اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بازوؤں سے اللہ تعالیٰ کی طرف پرواز کر۔تو اللہ تعالیٰ کے حضور اس حال میں حاضر ہو کہ تیرا ہاتھ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ہاتھ میں ہو اور تو رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اپنا وزیر اور استاد بنالے۔اور تو آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو اختیار دے۔کہ وہ تیرا بناؤ سنگھار کریں اور تجھے بارگاہ الٰہی میں پیش فرمادیں''۔

آپ کے اس فرمان سے چند باتیں بالکل واضح ہیں'ایک یہ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقہ اور آپ کی سنت کے بغیر سب طریقے گمراہی اور الحاد ہیں۔اگر کوئی بندہ سنت مصطفوی کا تارک ہے'شریعت کو اپنا امام اور مقتداء نہیں مانتا۔وہ اگر چہ یہ دعویٰ کرتا ہے کہ میں نے بلا واسطہ حضرت غوث اعظم رحمۃ اللہ علیہ کی بیعت کی ہے۔یا میں روحانی طور پر فلاں فلاں مقام پر پہنچ جاتا ہوں۔حضرت غوث پاک کے اس فرمان کے مطابق کہ ''ہر وہ طریقت جس کی گواہی شریعت نہ دے زندیقی ہے'' وہ بندہ قرب الٰہی کی منزلیں طے کرنے والا نہیں' بلکہ گمراہی اور لادینی کے راستے پر گامزن ہے۔

دوسری چیز یہ واضح ہو رہی ہے کہ جیسے پرندہ دو پروں سے پرواز کرتا ہے' ایسے ہی

1۔نفس مصدر،398

Marfat.com

بارگاہِ الٰہی کی طرف پرواز کرنے کیلئے انسان کے لیے جو دو پر ہیں، وہ کتاب اللہ اور سنت رسول اللہ ﷺ ہیں۔ جو انسان ان دونوں چیزوں پر عامل نہیں وہ قرب الٰہی کی منزل کی طرف پرواز ہی نہیں کرسکتا، وہاں پہنچنا تو دور کی بات ہے۔ جیسے پرندہ بغیر پروں کے پرواز نہیں کرسکتا، ایسے ہی انسان کتاب وسنت کے دو پروں کے بغیر قرب ایزدی کی منزل کی طرف بھی نہیں اڑ سکتا۔

جو بھی انسان اللہ تعالیٰ کا قرب پانے کا خواہش مند ہے، تو وہ حضور اکرم ﷺ کو اپنا وسیلہ بنائے۔ آپ کو اپنا معلم اور مربی بنائے۔ اپنے آپ کو مکمل طور پر حضور اکرم ﷺ کے سپرد کردے۔ اور آپ ﷺ ہی اس کا ہاتھ پکڑ کر اسے اللہ تعالیٰ کی بارگاہِ عالی میں پیش فرمائیں گے۔

جو انسان اپنے آپ کو نبی کریم ﷺ کی ذات عالی سے مکمل طور پر وابستہ نہیں کرتا۔ آپ کی لائی ہوئی شریعت کو اپنے بازو اور پر نہیں بناتا آپ کی پیروی اور اتباع کو اپنا ہادی اور مرشد نہیں بناتا۔ وہ قرب ایزدی کی حسین منزل کی طرف ایک قدم بھی نہیں اٹھا سکتا۔ آپ ﷺ کی ذات گرامی کے ساتھ کامل وابستگی اور مکمل خود سپردگی ہی بارگاہِ ایزدی کے حریم ناز تک پہنچانے کا واحد ذریعہ ہے۔ اگر کوئی انسان دامن رسالتماب ﷺ سے وابستہ نہ ہو، وہ در در کی ٹھوکریں تو ضرور کھائے گا، قرب الٰہی کی منزل کبھی نہیں پا سکتا۔ اور دامن مصطفیٰ ﷺ ہی ہر انسان کا ملجا و ماویٰ ہے۔ ورنہ اسے شیطان اچک لیں گے۔ بقول امام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ۔

جاگ سنسان بن ہے رات آئی گرگ بہر شکار پھرتے ہیں
جو ترے در سے یار پھرتے ہیں دربدر یوں ہی خوار پھرتے ہیں

Marfat.com

خداوندا بحق شاہِ جیلاںؒ
محی الدین غوث و قطب دوراںؓ
بکن خالی مرا از ہر خیالے
ولیکن آں کہ زو پیدا است حالے

(حاجی امداداللہ مہاجر مکی، کلیات امدادیہ: ص ۲۱۷)

Marfat.com

اتباع شریعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

ثُمَّ جَعَلْنٰكَ عَلٰى شَرِيْعَةٍ مِّنَ الْاَمْرِ فَاتَّبِعْهَا وَ لَا تَتَّبِعْ اَهْوَآءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

''پھر ہم نے آپ کو دین کی ایک عظیم شاہراہ پر گامزان کیا تو آپ اسی پر چلتے رہیے اور ان لوگوں کی خواہشات کی پیروی نہ کیجئے جو جانتے نہیں ہیں''۔

Marfat.com

مجاہدانہ حرارت رہی نہ صوفی میں
بہانہ بے عملی کا بنی شراب الستؐ
فقیہِ شہر بھی رہبانیت کے پہ ہے مجبور
کہ معرکے ہیں شریعت کے جنگ دست بدست
گریز کشمکش زندگی سے مردوں کی
اگر شکست نہیں ہے تو اور کیا ہے شکست؟

(اقبالؒ)

Marfat.com

انسان کو دو قسم کے معاملات سے واسطہ پڑتا ہے' بعض معاملات میں وہ مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرتا ہے اسے وہاں بالکل کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ جیسے ایک انسان کس خاندان میں پیدا ہوا اور کب پیدا ہوا' وغیرہ۔ ایسے معاملات میں انسان مکمل طور پر اللہ تعالیٰ کی رضا کے مطابق چلتا ہے۔ کیونکہ اسے ان معاملات میں کوئی اختیار نہیں ہوتا۔ اور بعض معاملات ایسے ہیں جہاں انسان کے پاس اختیار ہوتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی فرمانبرداری کرے یا نافرمانی۔ جیسے کوئی انسان سچ بولے یا جھوٹ اور حرام کھائے یا حلال۔ جن معاملات میں انسان کو کوئی اختیار نہیں ان میں تو انسان اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق چلتا ہے اور جن معاملات میں انسان کو اختیار ہے' ان میں اللہ تعالیٰ کی مرضی کیا ہے؟ ان معاملات میں رضائے الٰہی کو جاننے کا ذریعہ صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کے پیغمبر علیہم السلام ہوتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کے پیغمبر وحی الٰہی سے اسکی مرضی کو جس طریقہ میں پیش کرتے ہیں' وہی طریقہ اصطلاح میں شریعت کہلاتا ہے۔ چونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر سلسلہ نبوت ختم کر دیا گیا ہے۔ اس لئے اب قیامت تک رضائے الٰہی کا راستہ صرف اور صرف شریعت مصطفوی ہی ہوگا۔ جو بھی انسان اللہ تعالیٰ کی رضا پانا چاہے گا' اسے صرف اور صرف حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی شریعت پر ہی عمل کرنا ہوگا۔ شریعت کو ترک کر کے کوئی بھی انسان اللہ تعالیٰ کے قرب کو نہیں پا سکتا۔ جیسا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔

وَالَّذِیْ نَفْسِیْ بِیَدِہٖ: لَوْ کَانَ مُوْسٰی حَیًّا مَاوَسِعَہٗ اِلَّا اَنْ یَّتَّبِعَنِیْ(1)

''مجھے اس ذات کی قسم جس کے قبضہ قدرت میں میری جان ہے۔ اگر موسیٰ علیہ السلام بھی اس دنیا میں زندہ ہوتے تو انہیں بھی میری اتباع کے سوا کوئی چارہ کار نہ ہوتا''۔

1۔ مصنف ابن ابی شیبہ، ابن ابی شیبہ کوفی، جلد 6، صفحہ 228، مکتبہ الدراسات والبحوث، دارالفکر

Marfat.com

سوال یہ ہے کہ جب حضرت موسیٰ علیہ السلام بھی اتباع شریعت نبوی کے سوا کوئی دوسرا راستہ نہیں پاتے۔ تو اور کون ہوتا ہے' اس سیدھے اور سچے راستے کو چھوڑ کر رضائے الٰہی کی منزل پہ پہنچنے والا؟

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ شریعت مصطفوی کو اپنا رہبر و مرشد بنانے والے تھے وہ نہ صرف خود پوری زندگی بڑی سختی سے شریعت نبوی پر عامل رہے بلکہ وہ سب کو بڑی شدت سے شریعت نبوی پر عمل کرنے کی تلقین بھی فرماتے ہیں۔ اگر کوئی بندہ حضرت غوث اعظم کے ساتھ نسبت کا مدعی تو ہے' بلکہ آپ سے فیضان پانے کا بھی دعویٰ کرتا ہے لیکن شریعت نبوی کا تارک ہے' تو وہ یقیناً اپنی خواہشات نفس کی تکمیل میں لگا ہوا ہے اور حضرت غوث پاک کی ذات اقدس سے غداری کر رہا ہے۔ ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں۔

یَاغُلَامُ! اَلْعَمَلُ بِالْقُرْآنِ یُوْقِفُكَ عَنْ مَنْزِلِهٖ وَالْعَمَلُ بِالسُّنَّةِ یُوْقِفُكَ عَلَی الرَّسُوْلِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ (1)

"اے میرے بیٹے! تیرا قرآن مجید پر عمل کرنا' تجھے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ عالی میں لیجا کر کھڑا کر دے گا اور تیرا سنت پر عمل کرنا' تجھے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ ناز میں لے جا کر کھڑا کر دے گا"

ایک اور مقام پر نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع و اطاعت کی تلقین کرتے ہوئے اور اس کے فوائد و ثمرات کا تذکرہ کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

مَنْ صَحَّتْ تَبْعِیَّتُهٗ لِلرَّسُوْلِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اَلْبَسَهٗ دِرْعَهٗ وَخُوْذَهٗ وَقَلَّدَهٗ بِسَیْفِهٖ وَیُحَلِّیْهِ مِنْ اٰدَابِهٖ وَشَمَائِلِهٖ وَاَخْلَاقِهٖ وَخَلَعَ عَلَیْهِ مِنْ خِلَعِهٖ وَاشْتَدَّ فَرَحُهٗ بِهٖ کَیْفَ هُوَ مِنْ اُمَّتِهٖ وَیَشْکُرُ رَبَّهٗ عَزَّوَجَلَّ عَلٰی ذٰلِكَ ثُمَّ یَجْعَلُهٗ نَائِبًا لَهٗ فِیْ اُمَّتِهٖ وَدَلِیْلًا وَدَاعِیًا لَهُمْ اِلٰی بَابِ الْحَقِّ (2)

1۔ الفتح الربانی، صفحہ 195 2۔ نفس مصدر، صفحہ 253

Marfat.com

''جو صحیح معنوں میں حضور اکرم ﷺ کی اتباع کرتا ہے اس کو رسول اکرم ﷺ اپنی زرہ وخود پہنا دیتے ہیں۔ اور اپنی تلوار اس کے گلے میں ڈال دیتے ہیں۔ اسے خصائل، شمائل اور اخلاق سے آراستہ کر دیتے ہیں' اپنی خلعتوں میں سے اسے خلعت عطا فرما دیتے ہیں۔ اس بندہ کی ایسی حالت سے حضور اکرم ﷺ کی خوشی حد سے بڑھ جاتی ہے۔ ایسا کیوں نہ ہو حالانکہ وہ حضور اکرم ﷺ کا امتی ہے۔ اس پر حضور اکرم ﷺ اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرتے ہیں۔ پھر سرکار دو عالم ﷺ اسے اپنی امت میں اپنا نائب اور مخلوق کے لیے رہنما اور اللہ تعالیٰ کے دروازہ کی طرف داعی مقرر فرما دیتے ہیں''۔

آپ کے اس فرمان سے چند چیزیں بالکل نمایاں ہو رہی ہیں' ایک چیز یہ کہ حضور اکرم ﷺ کی فرمانبرداری اور آپ کی شریعت پر عمل پیرا ہونا ہی وہ سعادت ہے' جس سے حضور اکرم ﷺ کی بے حد نوازشات انسان کی طرف منعطف ہوتی ہیں اور حضور اکرم ﷺ اسے اپنے جمال اور کمال کا مظہر بنا دیتے ہیں' اپنی محبت وشفقت کی ایک خاص نظر رحمت سے اسے نوازتے ہیں۔

جب کوئی انسان اس راستے پر چلتا ہے تو حضور اکرم ﷺ اس سے بڑے ہی خوش ہوتے ہیں۔ کیونکہ وہ حضور ﷺ کا امتی ہے' جتنی محبت ایک باپ اپنے بیٹے سے کرتا ہے حضور اکرم ﷺ اپنے امتیوں سے اس سے کہیں بڑھ کر محبت فرماتے ہیں۔

کیونکہ روح کے رشتے بدن کے رشتوں سے بہت قوی وتوانا ہوتے ہیں۔ جب بیٹا سنورے' تو باپ اتنا خوش ہوتا ہے کہ اسکی خوشی سنبھالے نہیں سنبھلتی تو جب امتی سنورے گا' تو حضور اکرم ﷺ کو کتنی خوشی ہوگی؟ ایک انسان کے لئے کیا یہ کم سعادت ہے کہ اس نے حضور اکرم ﷺ کو خوش کرنے کی سعادتیں سمیٹی ہیں۔

آپ کے اس فرمان سے یہ حقیقت بھی بالکل واضح ہو رہی ہے۔ کہ امت میں آپ ﷺ کی نیابت کا شرف اسی کو نصیب ہوتا ہے' جو اتباع نبوی اختیار کر لیتا ہے۔ جو آپ

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے طریقوں اور آپ کی شریعت کو خضر راہ بنالے وہی حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی طرف سے نائب اور داعی الی اللہ مقرر کر دیا جاتا ہے۔

حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت وفرمانبرداری کو ہی قرب الٰہی پانے کا واحد ذریعہ قرار دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

مَنْ صَحَّتْ تَبْعِیَتُہٗ لَہٗ فَقَدْ صَحَّ نَسَبُہٗ وَاَمَّا بِقَوْلِکَ اَنَا مِنْ اُمَّتِہٖ مِنْ غَیْرِ مُتَابَعَۃٍ لَا یَنْفَعُکَ اِذَا اتَّبَعْتُمُوْہُ فِیْ اَقْوَالِہٖ وَاَفْعَالِہٖ کُنْتُمْ مَعَہٗ فِیْ صُحْبَتِہٖ فِیْ دَارِ الْاٰخِرَۃِ اِذْ سَمِعْتُمْ قَوْلَہٗ عَزَّوَجَلَّ وَمَآ اٰتٰکُمُ الرَّسُوْلُ فَخُذُوْہُ وَمَا نَھٰکُمْ عَنْہُ فَانْتَھُوْا اِمْتَثِلُوْا مَا اَمَرَکُمْ وَانْتَھُوْا عَمَّا نَھَاکُمْ قَدْ قَرُبْتُمْ مِنْ رَبِّکُمْ عَزَّوَجَلَّ فِی الدُّنْیَا بِقُلُوْبِکُمْ وَفِی الْاٰخِرَۃِ بِنُفُوْسِکُمْ وَاَجْسَادِکُمْ (1)

”جس کسی کا اتباع حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ درست ہو گیا اسی کی نسبت آپ کے ساتھ صحیح ہوئی۔ تیرا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کیے بغیر یہ کہنا کہ میں آپ کا امتی ہوں تجھے کوئی نفع نہیں دے گا۔ جب تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی آپ کے اقوال وافعال میں پیروی کرو گے۔ تو تم دار آخرت میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی محبت ومصاحبت میں رہو گے۔ جب تم نے اللہ تعالیٰ کا فرمان سن لیا کہ جو کچھ رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم تمہیں عطا فرمائیں وہ لے لو اور جس سے روکیں اس سے باز رہو“ تو تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے احکامات کی تعمیل کرو اور جس سے آپ منع فرمائیں اس سے باز رہو۔ اس طرح تم دنیا میں اپنے دلوں سے اور آخرت میں اپنے قلوب واجساد دونوں سے اللہ عزوجل کے قریب ہو جاؤ گے“۔

زندگی میں انسان کو مختلف احوال اور کیفیات سے واسطہ پڑتا ہے۔ انسان اپنی کیفیات اور مشاہدات کی حقیقت سے کیسے واقف ہو کہ یہ چیزیں واقعی اللہ تعالیٰ کے راضی

1۔ الفتح الربانی، صفحہ 271

Marfat.com

ہونے کی دلیل ہیں یا محض کوئی شیطانی دھوکہ ہیں؟ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کو اپنے تمام احوال اور مقامات پر کتاب وسنت کو حَکَم بنانا چاہئے۔ اگر وہ چیزیں کتاب وسنت کے مطابق ہیں' تو اللہ تعالیٰ کے راضی ہونے کی دلیل ہیں۔ ورنہ محض شیطانی دھوکہ ہیں جیسے آپ کی زندگی کا وہ مشہور واقعہ ہے۔ کہ نور چمکا اور آواز آئی اے عبدالقادر! میں تیرا رب ہوں۔ میں تجھ سے راضی ہو گیا ہوں۔ میں نے تمام حرام چیزیں بھی تیرے لئے حلال کر دی ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں نے سوچا کہ حرام چیزیں صحابہ کرام اور انبیاء کرام پر حلال نہ ہوئیں' تو مجھ پر کیسے حلال ہو سکتی ہیں'' (یعنی کتاب وسنت کی تعلیمات کی روشنی میں نور کی یہ آواز ایک شیطانی مکر ثابت ہو رہی ہے)'' تو میں نے اللہ تعالیٰ سے پناہ مانگی اور وہ روشنی تاریکی میں بدل گئی۔ اور ثابت ہو گیا کہ یہ ایک شیطانی وسوسہ تھا۔

صاحب ساز کو لازم ہے غافل نہ رہے
گاہے گاہے غلط آہنگ بھی ہوتا ہے سروش

(اقبالؒ)

آپ فرماتے ہیں۔

فَادْخُلْ فِي الظُّلْمَةِ بِالْمِصْبَاحِ وَهُوَ الْحَاكِمُ كِتَابُ اللهِ وَسُنَّةُ رَسُوْلِهِ لَا تَخْرُجْ عَنْهُمَا فَإِنْ خَطَرَ خَطْرٌ اَوْ وُجِدَ اِلْهَامٌ فَاعْرِضْهُمَا عَلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ(1)

''اور (ہر قسم کی) تاریکی میں چراغ لے کر داخل ہو۔ وہی حکم اور فیصل ہو گا۔ اور وہ اللہ تعالیٰ کی کتاب اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے تو ان دونوں سے کبھی باہر نہ نکل۔ اگر تیرے دل میں کوئی خیال پیدا ہو یا تو کوئی الہام پائے تو اسے کتاب و سنت پہ پیش کر''۔

1۔ فتوح الغیب، صفحہ 73

Marfat.com

پھر آپ اس نکتہ کی توضیح میں فرماتے ہیں کہ اگر کوئی کام کتاب وسنت میں حرام بتایا گیا ہو۔ جیسے سود کھانا، بدکاری یا کوئی بھی فسق و فجور کا کام۔ لیکن تجھے الہام ہو کہ یہ چیزیں تیرے لیے حلال کر دی گئی ہیں تو یہ یقیناً ایک شیطانی وسوسہ ہے' اسے فوراً ترک کر دے اور اس پر کبھی عمل نہ کر۔ اور اگر مباح کاموں کے متعلق الہام ہو۔ مثلاً کھانا، پینا یا نکاح کرنا' تو ایسے معاملات بھی نفس کی طرف سے ہیں۔ اور اگر کسی ایسی چیز کے متعلق الہام ہو۔ جس کی کوئی وضاحت کتاب وسنت میں نہ پائی جاتی ہو' لیکن وہ کتاب وسنت کی روح کے مطابق ہو۔ مثلاً تجھے کہا جائے کہ فلاں نیک بندے سے ملاقات کر۔ اور یہ کیفیت بار بار گزرے۔ یا اس کے ساتھ کوئی دوسرا قرینہ مل جائے۔ تو اس پر عمل کر کیونکہ یہ صحیح معنوں میں الہام ہے۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

وَاجْعَلِ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ اِمَامَكَ وَانْظُرْ فِيهِمَا بِتَامَّلٍ وَتَدَبُّرٍ وَاعْمَلْ بِهِمَا وَلَا تَغْتَرَّ بِالْقَالِ وَالْقِيلِ وَالْهَوَسِ...... وَالسَّلَامَةُ مَعَ الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ وَالْهَلَاكُ مَعَ غَيْرِهِمَا وَبِهِمَا يَرْتَقِي الْعَبْدُ اِلٰى حَالَةِ الْوَلَايَةِ وَالْبَدْلِيَةِ وَالْغَوْثِيَّةِ(1)

''کتاب اور سنت کو ہمیشہ اپنے مدنظر رکھو۔ ان میں غور و فکر کرتے ہوئے ہمیشہ ان پر عمل پیرا رہو۔ قیل وقال اور ہوس پر فریفتہ نہ ہو...... سلامتی کتاب وسنت کے ساتھ وابستہ رہنے میں ہے۔ ان کے علاوہ سب تباہی ہے۔ اور انسان کتاب وسنت کے احکامات پر عمل کر کے ہی ولایت، ابدالیت اور غوثیت کے مقام تک ترقی کر سکتا ہے''

یعنی کتاب وسنت کی پیروی ہی سلامتی کا راستہ ہے۔ اور اتباع شریعت نبوی ہی انسان کو قرب الٰہی کے مقامات پر فائز کرتی ہے۔ حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ اس چیز کی بہت زیادہ تاکید فرماتے ہیں کہ قرآن کریم کی پیروی ہی انسان کو اللہ تعالیٰ کے حریم ناز تک لے جاتی

1۔ نفس مصدر، صفحہ 390-391

Marfat.com

ہے اور سنت کی پیروی انسان کو بارگاہ مصطفوی تک پہنچا دیتی ہے۔قرآن وسنت کا راستہ چھوڑ کر جو بھی انسان کسی اور راستہ پر گامزن ہے' وہ حق کے راستہ پر نہیں' بلکہ وہ نفسانی خواہشات اور مفادات کی تکمیل کو خواہ مخواہ راستہ قرار دیتا ہے۔آپ فرماتے ہیں۔

مَنْ لَمْ يَتَّبِعِ النَّبِيَّ صَلَّى اللهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَيَاخُذْ شَرِيْعَتَهُ فِي يَدِهٖ وَالْكِتَابَ الْمُنَزَّلَ عَلَيْهِ فِي الْيَدِ الْاُخْرٰى وَلَا يَصِلُ فِي طَرِيْقِهٖ اِلَى اللهِ عَزَّوَجَلَّ يَهْلِكُ وَيُهْلِكُ، يَضِلُّ وَيُضِلُّ هُمَا دَلِيْلَانِ اِلَى الْحَقِّ عَزَّوَجَلَّ اَلْقُرْآنُ دَلِيْلُكَ اِلَى الْحَقِّ عَزَّوَجَلَّ وَالسُّنَّةُ دَلِيْلُكَ اِلَى الرسول صلی اللہ علیہ وسلم (1)

''جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع نہ کی۔آپ کی شریعت کو ایک ہاتھ میں اور قرآن مجید کو دوسرے ہاتھ میں نہ لیا۔پس وہ اس طریقہ سے اللہ تعالیٰ تک کبھی نہ پہنچ سکے گا۔وہ خود بھی ہلاک ہو گا' دوسروں کو بھی ہلاک کر دے گا۔خود بھی بھٹکے گا' دوسروں کو بھی راہ راست سے بھٹکائے گا۔قرآن وسنت دونوں دو دلیلیں ہیں۔قرآن کریم اللہ تعالیٰ کی طرف لے جانے والی دلیل ہے۔اور حدیث رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف لے جانے والی دلیل ہے''۔

آپ بار بار اس کی وضاحت فرماتے ہیں کہ کتاب وسنت ہی وہ واحد راستہ ہے' جو انسان کو قرب الٰہی اور بارگاہ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتا ہے۔جو انسان اس راستہ کو چھوڑ دیتا ہے' وہ اپنی نفسانی خواہشات کی تکمیل میں لگ جاتا ہے اور یہی چیزیں اسے دوزخ کا ایندھن بنا دیتی ہیں۔ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں۔

اِتَّبِعِ الشَّاهِدَيْنِ الْعَادِلَيْنِ الْكِتَابَ وَالسُّنَّةَ فَاِنَّهُمَا يُوْصِلَانِكَ اِلٰى رَبِّكَ عَزَّوَجَلَّ وَاَمَّا اِنْ كُنْتَ مُبْتَدِعًا فَشَاهِدَانِ عَقْلُكَ وَهَوَاكَ فَلَا جَرَمَ يُوْصِلَانِكَ اِلَى النَّارِ وَيُلْحِقَانِكَ بِفِرْعَوْنَ وَهَامَانَ

1۔الفتح الربانی ،صفحہ 273

Marfat.com

وَجُنُوْدِھِمَا(1)

''دو عادل گواہوں کی پیروی کو لازم پکڑو۔ وہ کتاب و سنت ہیں۔ یہ دونوں تجھے اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک پہنچا دیں گی لیکن اگر تو بدعتی ہو جائے گا' پس تیرے دو گواہ تیری عقل و خواہش ہوں گے۔ پس یقیناً وہ دونوں تجھے دوزخ تک پہنچا دیں گے۔ اور تجھے فرعون، ہامان اور ان کے لشکروں سے ملا دیں گے''۔

یعنی انسان نے کسی نہ کسی کی پیروی تو ضرور کرنی ہے۔

میکدہ ہو کہ خانہ کعبہ ہو　　سر جھکانا تو ہے کہیں نہ کہیں

جو انسان کتاب و سنت کی پیروی نہیں کرے گا' وہ اپنی عقل اور خواہشات کو ہی اپنا امام بنا لے گا۔ جس طرح کتاب و سنت کی پیروی انسان کو اللہ تعالیٰ کی بارگاہ تک لے جاتی ہے اور جنت تک پہنچا دیتی ہے' اسی طرح عقل محض اور خواہشات نفسانی کی پیروی انسان کو جہنم کی تباہ کن وادیوں مین دھکیل دیتی ہے۔ ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں۔

''تو جمہور کے اتباع کو لازم پکڑ' سواد اعظم سے علیحدہ نہ ہو۔ شریعت کی راہ کبھی نہ چھوڑ۔ راہ شریعت سے کبھی الگ نہ ہو تو تو اللہ تعالیٰ تک پہنچ جائے گا''۔(2)

اتباع شریعت کی تلقین کا یہ انداز بھی ملاحظ ہو۔ فرماتے ہیں۔

اِلْزَمْ مَاجَاءَ بِهِ الرَّسُوْلُ وَهُوَالْكِتَابُ وَالسُّنَّةُ فَاِنَّ مَنْ تَرَكَهُمَا تَزَنْدَقَ وَمِنْ رَبْقَةِ الْاِسْلَام مَرَقَ فيكونُ النَّارُ وَالْعِقَابُ مَوْئِلَهٗ آجلاً وَالْمَقْتُ لَهٗ عَاجِلاً ...... لِاَنَّهٗ شَئٌ لَا بُدَّ مِنْهُ وَهُوَ اَسَاسُ هٰذَا الْاَمْرِ هُوَ اَنْ مَنَ اَحْكَمَهٗ بِالْعَمَلِ وَالْاِخْلَاصِ وَعَلَّمَهُ الْخَلْقَ فَهُوَعَظِيْمٌ عِنْدَاللهِ عزوجل (3)

''تو اس چیز کو لازم پکڑ جسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم لیکر تشریف لائے ہیں اور وہ قرآن و سنت ہے۔ جس نے ان دونوں کو چھوڑا وہ زندیق ہو گیا۔ اور اسلام کے حلقہ سے

1۔ نفس مصدر، صفحہ 418-417　　2۔ نفس مصدر، صفحہ 517　　3۔ نفس مصدر، صفحہ 609

Marfat.com

الگ ہو گیا۔ آخرت میں اس کا ٹھکانہ دوزخ ہوگا اور دنیا میں عذاب الٰہی......

کیونکہ اتباع شریعت ایک انتہائی ضروری چیز ہے۔ اور معرفت الٰہی کی جڑ ہے۔

جس نے اپنے عمل اور اخلاص سے اسے مستحکم کیا اور مخلوق کو اس کی تعلیم دی۔ وہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک بڑے مرتبے والا ہو گیا''۔

کیا شاہِ جیلاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی ان واضح تصریحات کے بعد بھی آپ کی محبت کا کوئی دعوے دار یہ کہہ سکتا ہے کہ اتباع شریعت تو صرف ظاہر ہے اور میں تو حقیقت تک پہنچا ہوا ہوں اور مجھے اس ظاہر کو اپنانے کی ضرورت نہیں ہے؟ آپ کے فرمودات کی روشنی میں اس حقیقت کا انکار نہیں کیا جا سکتا کہ اتباع شریعت کی تحقیر کرنے والے اور اس راستہ کو چھوڑ کر کسی بھی اور راستہ کو اپنانے والے الحاد اور لادینیت کے راستہ پر گامزن ہیں۔ بارگاہِ الٰہی اور دربار رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچانے والا صرف اور صرف ایک ہی راستہ ہے۔ اور وہ اتباع شریعت مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم کا راستہ ہے۔

ٹھوکریں کھاتے پھرو گے در پہ ان کے پڑ رہو
قافلہ تو اے رضا اول گیا آخر گیا

(امام احمد رضا خان)

Marfat.com

Marfat.com

عمل اور پختگی کردار کی تلقین

يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا لِمَ تَقُولُونَ مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ كَبُرَ مَقْتًا
عِندَ اللَّهِ أَن تَقُولُوا مَا لَا تَفْعَلُونَ ۝ (الصف)

"اے ایمان والو! تم ایسی بات کیوں کہتے ہو جو تم کرتے نہیں۔ اللہ کے نزدیک بہت سخت ناپسندیدہ بات یہ ہے کہ تم وہ بات کہو جو تم کرتے نہیں"۔

Marfat.com

صوفی کی طریقت میں فقط مستی احوال
ملا کی شریعت میں فقط مستی گفتار
شاعر کی نواء مردہ وافسردہ و بے ذوق
افکار میں سر مست! نہ خوابیدہ نہ بیدار
وہ مرد مجاہد نظر آتا نہیں مجھ کو
ہو جس کے رگ و پے میں فقط مستی کردار

(اقبالؒ)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ کی ہر نعمت پر شکر ادا کرنا واجب ہے۔ نعمت پر شکر بجا لانے کی متعدد صورتیں ہو سکتی ہیں۔ مثلاً حضرت علی رضی اللہ عنہ کا فرمان ہے کہ ہر نعمت کی ایک زکوٰۃ ہوتی ہے اور عقل کی زکوٰۃ بیوقوفوں کی باتوں پر تحمل کا اظہار کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے انسان کو جتنی بھی نعمتیں عطا فرمائی ہیں، ان کے شکر کی ایک جامع صورت یہ ہے کہ اس نعمت کو اس مقصد کے لئے استعمال کیا جائے جس مقصد کے لئے وہ نعمت عطا فرمائی گئی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی عطا فرمودہ نعمتوں میں سے ایک اہم نعمت علم کی نعمت ہے۔ اگر کوئی بندہ اپنے علم پر عمل کرتا ہے، تو اسے اللہ تعالیٰ وہ علم بھی عطا فرما دیتا ہے، جو اس نے سیکھا نہیں ہوتا۔ اور اس کے دل سے حکمت کے چشمے جاری ہو جاتے ہیں اور علم اس کے لئے دارین کی سعادتیں اور برکتیں سمیٹنے کا ذریعہ بن جاتا ہے۔ اور جو بندہ اپنے علم کے مطابق عمل نہیں کرتا، اس سے علم کی برکتیں اٹھ جاتی ہیں۔ وہ اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق بن جاتا ہے اور نعمت علم کی یہ بے قدری اسے اللہ تعالیٰ کی رحمتوں سے دور کر دیتی ہے۔

حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اس چیز کی بہت زیادہ تاکید فرماتے ہیں کہ اصحاب علم کو علم کی روشنی میں اپنی شخصیت کی تکمیل کرنی چاہیئے اور ان کا اخلاق اور کردار اتنا اعلیٰ اور شفاف ہونا چاہئے۔ کہ دوسروں کے لئے ایک نمونہ قرار پائے اور لوگ ایک عالم کو دیکھ کر علم کی عظمت کے قائل ہو جائیں۔ اگر علم پر عمل کیا جائے، تو علم آدمی کے لئے دارین کی سعادتیں سمیٹنے کا ذریعہ ہے اور اگر علم پر عمل ترک کر دیا جائے، تو یہی علم انسان کو رحمت الٰہی سے دور کرنے کا ذریعہ بن جائے گا۔ ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں۔

یا غُلَامُ! عِلْمُكَ يُنَادِيكَ اَنَا حُجَّةٌ عَلَيْكَ اِنْ لَمْ تَعْمَلْ بِيْ وَحُجَّةٌ لَكَ اِنْ عَمِلْتَ بِيْ عَنِ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم اِنَّهُ قَالَ يَهْتِفُ الْعِلْمُ بِالْعَمَلِ فَاِنْ اَجَابَهُ وَاِلَّا اِرْتَحَلَ تَرْتَحِلُ بَرَكَتُهُ وَتَبْقٰى حُجَّتُهُ (1)

1۔ الفتح الربانی، صفحہ 100

Marfat.com

''اے میرے بیٹے! تیرا علم تجھے پکارتا ہے کہ اگر تو نے میرے مطابق عمل نہ کیا۔ تو میں تیرے خلاف حجت ہوں اور اگر تو نے میرے مطابق عمل کیا تو میں تیرے حق میں حجت ہوں۔ نبی کریم ﷺ کا فرمان ہے کہ بے شک علم عمل کو ندا دیتا ہے پس اگر صاحب علم نے اسے قبول کیا اور وہ اپنے علم پر عامل بنا تو بہتر ورنہ علم چلا جاتا ہے۔ اس کی برکت اٹھ جاتی ہے اور انسان کے خلاف اس کی حجت باقی رہ جاتی ہے''۔

آپ کے اس فرمان سے واضح ہو رہا ہے کہ اگر کوئی عالم اپنے علم پر عمل نہیں کرتا' تو اس کا علم قیامت کے دن اس کے خلاف حجت بن جائے گا اور اسے اللہ تعالیٰ کے غضب کا مستحق بنا دے گا۔ آپ کا یہ فرمان گرامی بھی ملاحظہ ہو:

قَدْ غَفَلْتُمْ كَأَنَّكُمْ لَا تَمُوْتُوْنَ وَكَأَنَّكُمْ يَوْمَ الْقِيَامَةِ لَا تُحْشَرُوْنَ وَبَيْنَ يَدَيِ الْحَقِّ عَزَّوَجَلَّ لَا تُحَاسَبُوْنَ وَعَلَى الصِّرَاطِ لَا تَجُوْزُوْنَ هٰذِهِ صِفَاتُكُمْ وَاَنْتُمْ تَدَّعُوْنَ الْاِسْلَامَ وَالْاِيْمَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ وَالْعِلْمُ حُجَّةٌ عَلَيْكُمْ وَاِذَا لَمْ تَعْمَلْ بِهِمَا اِذَا حَضَرْتُمْ عِنْدَ الْعُلَمَاءِ وَلَمْ تَقْبَلُوْا مَا تَقُوْلُوْنَ لَكُمْ كَانَ حُضُوْرُكُمْ حُجَّةً عَلَيْكُمْ يَكُوْنُ عَلَيْكُمْ اِثْمُ ذٰلِكَ كَمَا لَوْ لَقِيْتُمُ الرَّسُوْلَ وَلَمْ تَقْبَلُوْا مِنْهُ(1)

''تم تو ایسے غافل ہو گئے ہو گویا تمہیں مرنا نہیں ہے اور گویا تم قیامت کے دن اٹھائے ہی نہیں جاؤ گے۔ اور جیسے کہ تمہیں رب محشر کے حضور حساب کیلئے جانا ہی نہیں ہے اور نہ ہی تمہیں پل صراط سے گزرنا ہے یہ تمہاری عادات ہیں اور پھر بھی تم اسلام و ایمان کا دعوی کرتے ہو۔ یہ قرآن اور علم جب تم ان پر عمل نہیں کرو گے تو یہ تمہارے خلاف حجت بن جائیں گے۔ جب تم علماء کے پاس جاؤ گے اور ان کی باتوں کو قبول نہ کرو گے۔ تو ان کے پاس جانا تمہارے خلاف حجت بن جائے گا۔

1۔ نفس مصدر، صفحہ 123

Marfat.com

اور تم پر اس کا گناہ ویسے ہی ہوگا' جیسے اگر تم رسول اللہ ﷺ سے ملتے اور آپ کے ارشادات کو قبول نہ کرتے"۔

سوال یہ ہے کہ اگر کوئی آدمی علماء کے پاس بیٹھے اور ان کی باتوں پر عمل نہ کرے تو اس کا علماء کے پاس بیٹھنا قیامت کے دن اس کے خلاف حجت بن جائے گا اور اسے اتنا گناہ ملے گا' کہ جیسے اس نے حضور اکرم ﷺ کی بارگاہ ناز میں حاضری تو دی' آپ کے فرمودات کو سنا بھی لیکن اس پر عمل نہیں کیا۔ تو جو عالم خود اپنے علم پر عمل نہ کرے۔ تو اسکی باتیں قیامت کے دن اس کے خلاف کتنی بڑی حجت ہوں گی؟ جب ایک عالم کی بات سن کر اس پر عمل نہ کرنا حضور اکرم ﷺ سے بلاواسطہ ایک فرمان سن کر اس پر عمل نہ کرنے کے برابر جرم ہے تو اس عالم کا خود اپنی بات پر عمل نہ کرنا کتنا بڑا گناہ اور پاپ ہوگا؟ جو لوگ معرفت اور عمل کو الگ الگ ثابت کرنے کی کوششوں میں مگن ہیں۔ وہ خود ہی سوچیں کہ ان کا یہ رویہ شاہِ جیلاں حضرت شیخ عبدالقادر کی تعلیمات اور آپ کے افکار کے کتنا خلاف ہے؟

ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں

"تجھ پر افسوس ہے کہ تو قرآن حفظ تو کرتا ہے' مگر اس پر عمل نہیں کرتا۔ تو رسول اللہ ﷺ کی احادیث مبارکہ کو یاد تو کرتا ہے' لیکن ان پہ عامل نہیں بنتا۔ تو یہ کیا کر رہا ہے؟ تو دوسرے آدمیوں کو حکم دیتا ہے اور خود وہ کام نہیں کرتا۔ دوسروں کو منع کرتا ہے اور خود نہیں رکتا۔ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے۔

كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ اَنْ تَقُوْلُوْا مَا لَا تَفْعَلُوْنَ ۝ (الصف:3)

"اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ بہت بڑا گناہ ہے کہ تم وہ باتیں کہو جو تم کرتے نہیں ہو' تم وہ کیوں کہتے ہو' جس کی مخالفت کرتے ہو اور تمہیں شرم بھی نہیں آتی۔ (1)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اس چیز کی بڑی شدت سے تلقین فرماتے ہیں کہ صاحب تقویٰ عالم دین کی صحبت انسان کے لئے خیر و برکت سمیٹنے کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔

1۔ الفتح الربانی، صفحہ 145

Marfat.com

لیکن بے عمل عالم کے پاس بیٹھنا' انسان کے لئے نحوست اور بدبختی کا ذریعہ بنتا ہے۔

ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں۔

اِصْحَبُوا الْعُلَمَاءَ الْمُتَّقِيْنَ فَاِنَّ صُحْبَتَكُمْ لَهُمْ بَرَكَةٌ عَلَيْكُمْ وَلَا تَصْحَبُوا الْعُلَمَاءَ الَّذِيْنَ لَا يَعْمَلُوْنَ بِعِلْمِهِمْ فَاِنْ صُحِبَتَكُمْ لَهُمْ شُؤُمٌ عَلَيْكُمْ اِذَا صَحِبْتَ مَنْ هُوَ اَكْبَرُ مِنْكَ فِي السِّنِ وَلَا تَقْوٰى لَهٗ كَانَتْ صُحْبَتُكَ لَهٗ شُؤُمًا عَلَيْكَ (1)

''تم اہل تقوی علماء کی صحبت کو اختیار کرو۔ کیونکہ ان کی صحبت تمہارے لئے برکت کا ذریعہ ہے۔ اور ان علماء کی صحبت اختیار نہ کرو' جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتے۔ کیونکہ ان کی صحبت تمہارے لئے بدبختی کی علامت ہے۔ جب تو ایسے شخص کی صحبت اختیار کرے گا' جو عمر میں تجھ سے بڑا ہے۔ لیکن اس میں تقوی نہیں ہے' تو اس کی صحبت تیرے لئے بدقسمتی کا ذریعہ ہوگی''۔

حضرت شیخ کی تعلیمات کے مطابق علم و عمل میں وہی نسبت ہے' جو ایک دعویٰ اور دلیل میں ہوتی ہے۔ جیسے محض دعویٰ' بغیر دلیل کے بے وقعت ہوتا ہے۔ بلکہ مدعی کے لئے الٹا نقصان کا ذریعہ بنتا ہے۔ ایسے ہی علم دعوی اور عمل اس پر دلیل ہے اگر علم پر عمل نہ کیا جائے تو نہ صرف یہ کہ علم بے وقعت ہو جاتا ہے' بلکہ صاحب علم کے لئے الٹا گرفت اور عذاب کا باعث بنتا ہے۔

آپ فرماتے ہیں

قَالَ النَّبِيُّ صلى الله عليه وسلم اَلْعُلَمَاءُ وَرَثَةُ الْاَنْبِيَاءِ (2) اِذَا عَمِلُوْا بِعُلُوْمِهِمْ كَانُوْا خُلَفَاءَ الْاَنْبِيَاءِ وَوُرَّاثُهُمْ وَنُوَّابُهُمْ وَيْلَكَ لَا تَجِيْءُ بِمَحْضِ الْعِلْمِ فَحَسْبُ كَمَا لَا تَنْفَعُ دَعْوٰى بِلَا بَيِّنَةٍ لَا يَنْفَعُ عِلْمٌ بِلَا عَمَلٍ (3)

1۔ نفس مصدر، صفحہ 181

2۔ سنن ابوداؤد، کتاب العلم، باب الحث علی طلب العلم، رقم الحدیث 3157

3۔ الفتح الربانی، صفحہ 307

Marfat.com

''رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا علماء انبیاء کرام کے وارث ہیں۔ جب علماء اپنے علوم پر عمل کریں گے تو یہ ان کے خلفاء، وارث اور نائب ہوں گے۔ تجھ پر افسوس ہے یہ مرتبہ محض علم پڑھ لینے سے حاصل نہیں ہوتا۔ جیسے بغیر گواہوں کے دعویٰ فائدہ مند نہیں ہوتا۔ ایسے ہی علم بغیر عمل کے نفع نہیں دیتا''۔

آپ اس حقیقت کو بڑی تاکید سے واضح فرماتے ہیں کہ جب انسان علم پڑھ کے اس پر عمل کرے گا۔ تو اس پر علم لدنی کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور اللہ تعالیٰ اسے وہ کچھ بھی سکھا دے گا' جو اس نے سیکھا نہیں تھا اب اگر کوئی انسان طلب علم کے بغیر ہی ان مقامات کو پانے کا متمنی ہے تو گویا وہ تعلیمات شاہِ جیلاں سے انحراف کر رہا ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

''اے بیٹے! پہلے مخلوق سے علم سیکھ۔ اس کے بعد اللہ تعالیٰ سے علم حاصل کر کیونکہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا ارشاد ہے۔ مَنْ عَمِلَ بِمَا یَعْلَمُ اَوْرَثَهُ اللّٰهُ عِلْمَ مَالَا یَعْلَم (1)۔ جو اپنے علم پر عمل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے وہ بھی سکھا دیتا ہے جو اس نے نہیں سیکھا علم سیکھنا ضروری ہے اور وہ حکم شرعی ہے۔ اس کے بعد خالق سے اور وہ علم لدنی ہے جو کہ باطن و اسرار کے ساتھ مخصوص ہے اور بغیر استاد کے کسی علم کے حاصل کر لینے پر تو کیسے قادر ہے۔ تو تو دار الحکم ہے، علم طلب کر' کیونکہ علم کا طلب کرنا فرض ہے''۔ (2)

عمل کی تاکید کا یہ اسلوب بھی ملاحظہ ہو۔ فرماتے ہیں۔

مَنْ لَمْ یَعْمَلْ بِعِلْمِهٖ فَهُوَ جَاهِلٌ وَّاِنْ كَانَ مُتْقِنًا لِحِفْظِهٖ وَالْعِلْمُ بِمَعَانِیْهِ تُعَلِّمُكَ وَالْعِلْمُ مِنْ غَیْرِ عَمَلٍ یَرُدُّكَ اِلَى الْخَلْقِ وَعَمَلُكَ بِالْعِلْمِ یَرُدُّكَ اِلَى الْحَقِّ (3)

1۔ حلیۃ الاولیاء، امام ابونعیم بن عبداللہ اصبہانی، جلد 4، صفحہ 250، دار الکتب العلمیہ، بیروت (1418ھ)
2۔ الفتح الربانی، صفحہ 437　　3۔ نفس مصدر، صفحہ 458

Marfat.com

''جو اپنے علم پر عمل نہیں کرتا' وہ جاہل ہے۔ اگرچہ کتنا ہی پختہ علم والا اور معانی ومطلب کو جاننے والا ہو۔ تیرا عمل کے بغیر علم سیکھنا تجھے مخلوق کی طرف پھیر دے گا۔ اور تیرا علم پہ عمل کرنا' تجھے اللہ تعالیٰ کی طرف لوٹا دے گا''۔

یعنی جس طرح کسی بھی نعمت کی ناشکری اس نعمت کے چھن جانے کا سبب بن جاتی ہے۔ ایسے ہی علم کی نعمت کا شکر تو اس پر عمل پیرا ہونا تھا۔ اگر وہ اپنے علم پر عمل کرتا تو علم اسے رب کریم کی بارگاہ ناز تک لے جاتا۔ لیکن چونکہ اس نے عمل کر کے اس نعمت کا شکر ادا نہیں کیا۔ اس لیے اللہ تعالیٰ نے اسے اپنے در سے دور کر دیا اور اسے مخلوق کے در پہ ٹھوکریں کھانے کے لئے چھوڑ دیا۔

وہ علم نہیں' زہر ہے احرار کے حق میں
جس علم کا حاصل ہے جہاں میں دو کف جو

(اقبالؒ)

وہ علم جس پر عمل نہ کیا جائے۔ وہ تو انسان کو اللہ تعالیٰ کے غضب اور عذاب کا مستحق بنا دیتا ہے۔ حضور غوث پاک ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

''جب تو علم پڑھے اور اس پر عمل نہ کرے۔ تو تیرا علم تیرے خلاف حجت ہوگا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں۔ جاہل کو ایک مرتبہ عذاب دیا جائے گا اور عالم کو سات مرتبہ۔ جاہل سے پوچھا جائے گا کہ تم نے (فرض) علم کیوں نہ سیکھا ہو عالم سے پوچھا جائے گا کہ تو نے اپنے علم پر عمل کیوں نہ کیا''۔(1)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام پر لوگوں کی قسمیں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ لوگوں کی ایک قسم وہ ہے۔ جن کے پاس زبان تو ہے' لیکن دل نہیں ہے۔ ان سے مراد وہ لوگ ہیں۔ جو علم وعمل کی نصیحت کے سلسلہ میں گفتگو تو بڑی حکیمانہ کرتے ہیں مگر وہ خود اس پر عمل نہیں کرتے۔ وہ دوسروں کو تو اللہ تعالیٰ کی طرف بلاتے

1۔ نفس مصدر، صفحہ 488

Marfat.com

ہیں۔ لیکن خود اس سے دور بھاگتے ہیں۔ دوسروں کے عیب ذکر کرنے والوں کو برا سمجھتے ہیں لیکن خود دوسروں کی برائی بیان کرتے رہتے ہیں۔ لوگوں کے سامنے اپنی پارسائی کا اظہار کرتے ہیں جبکہ خود بڑے بڑے گناہوں کا ارتکاب کرتے ہوئے اللہ تعالیٰ کے سامنے اعلان جنگ کرتے ہیں۔ جب وہ خلوت میں کسی کے پاس جاتے ہیں۔ تو گویا وہ آدمی کے لباس میں ملبوس بھیڑیئے ہیں۔ ان بے عمل علماء کا حکم بیان کرتے ہوئے حضرت شاہِ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَهُوَالَّذِیْ حَذَّرَ مِنْهُ النَّبِیُّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم یَقُوْلُ اَخَافُ عَلٰی اُمَّتِیْ عُلَمَاءَ السُّوْءِ نَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنْ هٰذَا فَابْعَدْ مِنْهُ وَهَرْوِلْ لِئَلَّا یَتَخَطَّفُ بِلَذِیْذِ لِسَانِهٖ فَتَحْرِقَكَ نَارُ مَعَاصِیْهِ وَیَقْتُلَكَ نِتَنُ بَاطِنِهٖ وَقَلْبِهٖ (1)

''یہی وہ لوگ ہیں، جن سے رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے لوگوں کو ڈرایا ہے، آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا۔ ''مجھے اپنی امت کے لیے جس چیز سے سب سے زیادہ خوف ہے، وہ بے عمل علماء ہیں''۔ ہم ایسے لوگوں سے خدا کی پناہ چاہتے ہیں ایسے لوگوں سے دور بھاگو تاکہ وہ اپنی طلاقت لسانی سے تمہیں اپنے قریب نہ کرلیں۔ ان کے گناہوں کی آگ تمہیں جلا نہ دے۔ اور ان کے قلب و باطن کی بدبو تمہیں ہلاک نہ کردے''۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے تحصیل علم کی جتنی تاکید کی ہے۔ وہ کسی سے مخفی نہیں۔ اور آپ نے خود کس مشقت سے علم حاصل کیا۔ اس کا اندازہ آپ کے اس فرمان سے لگایئے۔

بَلَغَتْ بِیَ الضَّائِقَةُ فِیْ غَلَاءٍ نَزَلَ بِبَغْدَادَ، اِلٰی اَنْ بَقِیْتُ اَیَّامًا لَا اٰکُلُ فِیْهَا طَعَامًا بَلْ كُنْتُ اَتَتَبَّعُ الْمَنْبُوْذَاتِ فَخَرَجْتُ یَوْمًا مِنْ شِدَّةِ

1۔ فتوح الغیب، شیخ عبدالقادر جیلانی، صفحہ 98، دارالکتب العلمیہ، بیروت

Marfat.com

الْجُوْعِ إِلَى الشَّطِ لَعَلِّي أَجِدُ وَرَقَ الْخَسِّ وَالْبَقْلِ وَغَيْرِ ذٰلِكَ أَتَقَوَّتُهُ (1)

''(حصول علم کے دوران ایک مرتبہ) ایک قحط جو بغداد میں پڑا۔ مجھے ایسی فاقہ کشی کرنی پڑی۔ کہ کئی دن کھانے کو کچھ نہ ملا۔ بلکہ گری پڑی چیزیں اٹھا کر کھالیتا تھا۔ ایک روز بھوک کی شدت سے دریا کے کنارے کی طرف جانکلا۔ تا کہ ساگ یا سبزی کے پتے وغیرہ جو ملیں وہ کھالوں، اور انہیں سے بھوک مٹانے میں تقویت حاصل کروں''۔

اس سے واضح ہوا کہ علم حاصل کرنے کے لئے آپ عملی طور پر یہ ثابت کرتے ہیں کہ اگر فاقہ کشی کر کے اور گرے پڑے ساگ یا سبزی کے پتے کھا کر بھی، علم حاصل کرنا پڑے۔ تو طالب علم کو کبھی گھبرانا نہیں چاہئے۔ اور علم صرف بطور فن یا دو کف جو کے حصول یا دنیا کا مال و دولت سمیٹنے کے لئے نہیں، بلکہ شخصیت سازی اور معرفت الٰہی کے لئے پڑھنا چاہیے اور بے عمل عالم، دراصل جاہل ہوتا ہے۔ اس سے دور رہنا چاہیے کہ کہیں اس کی نحوست انسان سے ایمان کی برکتیں نہ چھین لے۔ اور ات کے باطن کی بدبو انسان کو ہلاک نہ کردے۔ بقول حضرت حکیم الامت۔

علم رابرتن زنی مارے بود علم رابر جان زنی یارے بور

1۔ الروض الزاہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر، الامام برہان الدین ابراہیم بن علی، متوفی 880ھ، صفحہ 63، دار الکتب العلمیہ، بیروت (2008ء)

Marfat.com

حقیقت تصوف

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۙ حُنَفَآءَ وَ
يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝ (البینہ)

''اور انہیں فقط یہی حکم دیا گیا تھا۔ کہ وہ صرف اسی کے لئے اپنے دین کو خالص کرتے ہوئے اللہ کی عبادت کریں، حق کی طرف یکسوئی پیدا کریں۔ نماز قائم کریں اور زکوۃ دیا کریں، یہی سیدھا اور مضبوط دین ہے''۔

Marfat.com

رندوں کو بھی معلوم ہیں صوفی کے کمالات
ہر چند کہ مشہور نہیں ان کے کرامات
خود گیری، خود داری گلبانگ انا الحق
آزاد ہو سالک تو ہیں یہ اس کے مقامات
محکوم ہو سالک تو یہی اس کا ہمہ اوست
خود مردہ و خود مرقد و خود مرگ مفاجات

(اقبالؒ)

Marfat.com

تصوف صفائے باطن کے طریقوں کا نام ہے تصوف کا مفہوم یوں بھی سمجھا جا سکتا ہے کہ ہر علم کا ایک موضوع ہوتا ہے۔ وہ پورا علم اسی موضوع کے گرد گھومتا ہے، جیسے علم طب کا موضوع انسانی بدن ہے لہٰذا پورا علم طب بدن انسانی پر ہی بحث کرے گا۔ ایسے ہی تصوف کا موضوع تزکیہ قلب یا صفائے باطن ہے۔ جس طرح علم الفقہ مسائل سے بحث کرے گا، علم العقائد عقائد سے بحث کرے گا۔ اسی طرح علم التصوف تزکیہ قلب کے طریقوں پر بحث کرے گا۔ مثلاً ایک شخص فجر کی نماز پڑھتا ہے۔ وہ نماز کیوں پڑھتا ہے کہ اس کا یہ عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے نماز پڑھنے کا حکم دیا ہے۔ وہ نماز میں دو سنتیں اور دو فرض پڑھتا ہے۔ وہ نماز ایک مخصوص طریقے سے ادا کرتا ہے۔ اب نماز میں پڑی جانے والی عبارات سے بڑھ کر ایک مرحلہ یہ ہے کہ وہ حقیقت نماز تک رسائی حاصل کرے۔ مثلاً وہ تحویل قبلہ کے وقت اس پر وہ کیفیات طاری ہوں کہ وہ یہ محسوس کرے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہے۔ اب اس مثال میں تین چیزیں واضح نظر آ رہی ہیں ایک یہ کہ اسے نماز پڑھنے کا حکم اللہ تعالیٰ نے دیا اللہ تعالیٰ کی ذات وصفات کیا ہیں اس کا جواب علم العقائد سے ملے گا۔ نماز کیسے پڑھنی ہے۔ اس میں کتنی چیزیں فرض ہیں، کتنی سنت ہیں وغیرہ۔ اس کا جواب علم الفقہ سے ملے گا۔ اور نماز میں خضوع وخشوع کا یہ مرتبہ کیسے ہو کہ نمازی تحویل قبلہ کو اپنی تمام تر توجہات ذات باری پر مرکوز کرنے کا اشارہ سمجھے۔ اور قرات کو باری تعالیٰ کے ساتھ سرگوشیوں کا ذریعہ جانے۔ ان کیفیات کو حاصل کرنے کے راستے علم تصوف بتائے گا۔

یہ علم کوئی قرآن وسنت سے الگ نہیں ہے۔ بلکہ قرآن وسنت تمام علوم کی اصل ہیں۔ جس طرح علم الفقہ قرآن وسنت کی نصوص کی بنیاد پر قائم ہے۔ اور قرآن وسنت میں بیان کیے گئے علوم کی ایک خصوصی شاخ ہے اسی طرح تصوف بھی قرآن وسنت کے بیان کردہ علوم میں سے ایک علم ہے۔ جس میں قرآن کریم اور احادیث مبارکہ کے بیان کردہ تزکیہ اور تصفیہ کی ہی توضیحات کی گئیں ہیں۔ اس حیثیت سے تصوف روح دین اور مغز دین ہے۔

Marfat.com

کیونکہ دین کا مغز اخلاص اور تذکیہ قلب ہے اور تصوف کا یہی موضوع ہے۔ اہل تصوف نے تذکیہ قلب اور اصلاح باطن کا فریضہ جس خوبصورتی سے سرانجام دیا ہے وہ محتاج بیان نہیں۔

بدقسمتی سے تصوف افراط وتفریط کا شکار ہو گیا کچھ لوگ "خبر" کے تو ماہر تھے لیکن "نظر" کے فیضان سے بہرہ مند نہ تھے انھوں نے تصوف کو افیون کی گولی یا متوازی دین کا نام دے دیا۔ حالانکہ جہاں "خبر" بے بس ہو جائے وہاں مقصود "نظر" سے حاصل ہوتا ہے۔

بقول اقبال

خرد کے پاس خبر کے سوا کچھ اور نہیں ترا علاج نظر کے سوا کچھ اور نہیں

اور کچھ لوگوں نے اپنی ہوس اور جلب زر کی خواہشات کو تصوف کے لبادے میں حاصل کرنے کی کوشش کی۔ جن لوگوں نے تصوف کی مخالفت میں زمین و آسمان کے قلابے ملائے۔ اس کی ایک بنیادی وجہ یہ تھی کہ انھوں نے تصوف کے اصول وضوابط چند موجودہ برائے نام اہل تصوف کی زندگیوں سے اخذ کرنے کی کوشش کی۔ جو صراحۃً ایک ناانصافی ہے۔ انہیں چاہیے تھا کہ وہ تصوف کے اصول وضوابط اخذ کرنے کیلئے تصوف کی امہات الکتب کی طرف رجوع کرتے۔ نہ کہ خود ساختہ تصوف کے نام نہاد مدعیین کی بےعملیوں کو تصوف کے اصول قرار دیتے۔ اگر کوئی غیر مسلم کسی بےعمل مسلمان کے جھوٹ اور مکر وفریب کو دیکھ کر یہ کہے کہ اسلام تو اپنے ماننے والے کو جھوٹ اور مکر وفریب کی تعلیم دیتا ہے تو کوئی بھی اسے انصاف نہین کہے گا کیونکہ اسے اسلام کے قوانین وضوابط معلوم کرنے کے لئے کسی بےعمل مسلمان کی زندگی کو ماخذ نہیں بنانا چاہئے تھا۔ اسے چاہئے یہ تھا کہ وہ اسلام کی امہات الکتب قرآن وسنت کی طرف رجوع کرتا۔ ایسے ہی اصولی بات یہ ہے کہ اگر وہ پہلے سے ہی تصوف کے خلاف کوئی سوچا سمجھا منصوبہ بنا کے نہیں بیٹھے ہوئے تھے تو انہیں یہ چاہیے تھا۔ کہ وہ تصوف کی امہات الکتب سے اس کے اصول وضوابط اخذ کرتے۔ نہ کہ کسی بےعمل برائے نام صوفی یا کسی غیر معروف وغیر مستند کتاب سے کوئی حوالہ ڈھونڈ کر اسلامی تصوف کو ہی افیون کی گولی قرار دیتے۔ یا متوازی دین ثابت کرنے کا شوق پورا کرتے پھرتے۔

Marfat.com

افسوس صد افسوس ایک طرف تو تصوف کو کوئی عجمی سازش یا اسلام کے متوازی کوئی دوسرا دین قرار دینے کی کوشش کی گئی۔ گویا رومی، رازی اور جنید و بایزید جیسے اسلام کے عظیم سپوتوں کی فکر اور فلسفہ کو غیر اسلامی قرار دینے کی مذموم سازش کی گئی۔ اور دوسری طرف کچھ ہوس پرست اور اپنے مفاد و نفس کے عبادت گزاروں نے تصوف کے روپ میں جلب زر اور اپنی خواہشات کی تکمیل کرنا چاہی' اس طرح تصوف پر غیروں نے بھی ظلم کیا اور ''اپنوں'' نے بھی ستم ڈھایا۔

شاہِ جیلاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نہ صرف دنیائے اسلام کے عظیم صوفی ہیں، بلکہ اہل تصوف کے امام اور مقتداء بھی ہیں۔ اگر تعصب اور ہوس پرستی نے حق دیکھنے کی صلاحیتیں سلب نہ کر لی ہوں۔ تو حضرت شیخ کی تعلیمات نہ صرف حقیقت تصوف کو بیان کرتی ہیں، بلکہ دونوں گروہوں کی غلط فہمیوں کو دور کر کے انہیں راہ راست پر لانے کے لیے کافی ہیں۔ بشرطیکہ کوئی دیکھنے والی آنکھ اور سننے والے کان رکھتا ہو۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی تصوف کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں: هُوَ مُخَالِفَةُ النَّفْسِ وَالْهَوٰی وَالْإِعْرَاضُ عَمَّنْ سِوَی اللہ (1)

''تصوف سے مراد نفس اور خواہشات کی مخالفت کرنا اور اللہ تعالیٰ کے سوا ہر چیز سے منہ موڑ لینا ہے''۔

ایک مقام پر حقیقت تصوف پر کلام کرتے ہوئے فرماتے ہیں:

اَلتَّصَوُّفُ مُشْتَقٌّ مِنَ الصَّفَاءِ لَا مِنْ لُبْسِ الصُّوْفِ الصُّوْفِيُّ الصَّادِقُ فِیْ تَصَوُّفِهٖ يَصْفُوْ قَلْبَهٗ عَمَّا سِوٰی مَوْلَاهُ عَزَّوَجَلَّ وَهٰذَا شَيْءٌ لَا يَجِيْءُ بِتَغْيِيْرِ الْخِرَقِ وَ تَصْفِيْرِ الْوُجُوْهِ وَ جَمْعِ الْاَكْتَافِ وَلَقْلَقَةِ اللِّسَانِ بِحِكَايَاتِ الصَّالِحِيْنَ وَ تَحْرِيْكِ الْاَصَابِعِ

1۔ اتحاف الاکابر فی سیرۃ و مناقب الامام محی الدین عبدالقادر جیلانی، الشیخ عبدالمجید بن طہ الجیلانی الرفاعی، صفحہ 12، دارالکتب العلمیہ، بیروت

Marfat.com

بِالتَّسْبِیْحِ وَالتَّهْلِیْلِ وَ اِنَّمَا یَجِیْءُ بِالصِّدْقِ فِیْ طَلَبِ الْحَقِّ عَزَّوَجَلَّ وَالزُّهْدِ فِی الدُّنْیَا وَاِخْرَاجِ الْخَلْقِ مِنَ الْقَلْبِ وَ تَجَرُّدِهٖ عَمَّا سِوٰی مَوْلَاهُ عَزَّوَجَلَّ (1)

"تصوف صفا سے مشتق ہے نہ کہ (محض) صوف پہن لینے سے سچا صوفی جو اپنے دعویٰ تصوف میں صادق ہوتا ہے۔ اپنے قلب کو ماسویٰ اللہ سے صاف کر لیتا ہے۔ تصوف محض کپڑے رنگ برنگے کرنے، چہروں کو زرد کرنے، کندھے ہلانے، صالحین کی حکایات بیان کرنے اور تسبیح و تہلیل میں محض انگلیاں چلانے سے حاصل نہیں ہوتا۔ اس کے حصول کے لیے اللہ تعالیٰ کی سچی طلب، دنیا سے بے رغبتی مخلوق کو دل سے نکالنے اور اسے فقط اللہ تعالیٰ کے لیے خالی کر دینا ضروری شرائط ہیں"۔

اس سے واضح ہوا کہ حضرت شاہ جیلان رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تصوف رسم ورواج یا محض چند ظاہری چیزوں کو اپنا لینے کا نام نہیں ہے بلکہ یہ اللہ تعالیٰ کی طلب اور محبت کے اس مقام کو پانے کی جدوجہد کا نام ہے کہ جہاں انسان ہر ماسویٰ اللہ کی یاد کو ترک کر کے صرف اللہ تعالیٰ کی یاد کو اپنے دل میں بسا لیتا ہے اور ہر اس محبت کو چھوڑ دیتا ہے جو محبت الٰہی کی راہ میں رکاوٹ بنتی ہے۔ یعنی جب ایک انسان کے دل میں اللہ تعالیٰ کی یاد یوں بس جائے کہ وہ دنیا کی کسی بھی یاد سے بیگانہ ہو جائے اور اس کا دل یاد الٰہی سے یوں صاف ہو جائے کہ وہاں دنیا کی کوئی کدورت باقی نہ رہے تو حضرت شاہ جیلاں کے نزدیک ایسا ہی شخص صوفی کہلانے کا مستحق ہے۔

ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں

لَا تَقْنَعْ مِنْ اَحْوَالِهِمْ بِالْاِسْمِ وَالتَّزَیِّیْ بِزِیِّهِمْ وَالتَّشَدُّقِ بِكَلَامِهِمْ لَا یَنْفَعُكَ ذٰلِكَ مَعَ مُخَالِفَتِكَ لِاَفْعَالِهِمْ (2)

"تو صرف نام لینے ان کے حالات جاننے، ان جیسا لباس پہن لینے اور ان جیسا

1۔ الفتح الربانی، صفحہ 270
2۔ نفس مصدر، صفحہ 434

Marfat.com

کلام کر لینے پر اکتفاء نہ کر۔ کیونکہ ان کے افعال کی مخالفت کرتے ہوئے، ایسا کرنا تجھے کوئی نفع نہیں دے گا''۔

یعنی محض صوفیاء کا تذکرہ کرنے اور متصوفیانہ کلام کرنے سے انسان صوفی نہیں بن جاتا۔ جب تک وہ افعال میں ان کی پیروی نہ کرے۔ اور جس طرح وہ اپنے دل کو یوں صاف کر لیتے ہیں کہ وہاں یاد الٰہی کے سوا کوئی چیز باقی نہیں رہتی۔ جب تک انسان عملی طور پر اس راہ پر نہ چلے۔ اس وقت تک وہ راہ تصوف کا مسافر نہیں بن سکتا۔ اور تصوف محض ''کہنا'' نہیں ''کرنا'' ہے۔

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں:

اَلتَّصَوُّفُ مَا اُخِذَ مِنَ الْقِيْلِ وَالْقَالِ وَلٰكِنْ اُخِذَ عَنِ الْجُوْعِ وَ قَطْعِ الْمَاْلُوْفَاتِ وَالْمُسْتَحْسَنَاتِ...... وَالتَّصَوُّفُ مَبْنِيٌّ عَلٰى ثَمَانِ خِصَالٍ اَلسَّخَاءُ لِسَيِّدِنَا اِبْرَاهِيْمَ عَلَيْهِ السَّلَامُ (وَالرِّضَا) لِاِسْحَاقَ عَلَيْهِ السَّلَامُ (وَالصَّبْرُ) لِاَيُّوْبَ عَلَيْهِ السَّلَامُ (وَالْاِشَارَةُ) لِزَكَرِيَّا عَلَيْهِ السَّلَامُ (وَالْغُرْبَةُ) لِيَحْيٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ (وَالتَّصَوُّفُ) لِمُوْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ (وَالسِّيَاحَةُ) لِعِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ (وَالْفَقْرُ) لِسَيِّدِنَا وَ نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ صلی اللہ علیہ وسلم (1)

''تصوف قیل و قال کا نام نہیں بلکہ بھوک اور اپنی محبوب و پسندیدہ چیزوں کو چھوڑ دینے سے عبارت ہے ...... تصوف کی بنیاد آٹھ چیزوں پر ہے، حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسی سخا، حضرت اسحاق علیہ السلام جیسی رضا، حضرت ایوب علیہ السلام جیسا صبر، حضرت زکریا علیہ السلام جیسی مناجات، حضرت یحییٰ علیہ السلام جیسی مسافرت، حضرت موسیٰ علیہ السلام کی طرح صوف کا لباس پہننا اور سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم جیسا فقر اختیار کرنا''۔

1۔ فتوح الغیب شیخ الاسلام عبد القادر بن موسیٰ الجیلانی، صفحہ 138-139، دار الکتب العلمیہ بیروت

Marfat.com

ایک مقام پر آپ فقیر کی تعریف کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فَاءُ الْفَقِيْرُ فَنَاؤُهٗ فِي ذَاتِهٖ وَ فَرَاغُهٗ مِنْ نَعْتِهٖ وَصِفَاتِهٖ
وَالْقَافُ قُوَّةُ قَلْبِهٖ بِحَبِيْبِهٖ وَقِيَامُهٗ لِلّٰهِ فِي مَرْضَاتِهٖ
وَالْيَاءُ يَرْجُوْ رَبَّهٗ وَ يَخَافُهٗ وَ يَقُوْمُ بِالتَّقْوٰى حَقَّ تُقَاتِهٖ
وَالرَّاءُ رِقَّةُ قَلْبِهٖ وَ صِفَاؤُهٗ وَرَجُوْعُهٗ لِلّٰهِ عَنْ شَهْوَاتِهٖ (1)

''فقیر کی فاء ذات باری میں فنا ہونے اور اپنی تعریف و توصیف سے فارغ ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ فقیر کا قاف اپنے محبوب کی وابستگی سے دل کے قوی ہونے اور اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے اس کی بارگاہ میں قیام کرنے کی طرف اشارہ کرتا ہے اور فقیر کی یاء اس چیز کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ وہ اپنے رب کی رحمت کا امیدوار ہے اور اس کے عذاب سے لرزاں و ترساں بھی اور وہ اللہ تعالیٰ کا تقویٰ اس طرح اختیار کرتا ہے جس طرح کہ تقویٰ اختیار کرنے کا حق ہے اور فقیر کے دل کی رقت، صفائی اور اللہ تعالیٰ کی رضا چاہتے ہوئے اپنی خواہشات کو ترک کر کے، اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کی طرف اشارہ کر رہی ہے''۔

یعنی فقیری محض دعویٰ کر دینے اور امیدیں باندھ لینے کا نام نہیں ہے۔ بلکہ اپنی ذات کی نفی اور ذات باری تعالیٰ کے عملی طور پر اثبات کا نام ہے۔ تصوف کی حقیقت پر کلام کرتے ہوئے آپ ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

''اے میرے بیٹے! شان فقر موٹے کپڑے پہننے اور سخت کھانے کھانے میں نہیں ہے۔ فقر تو دل کے زہد میں ہے۔ سچا عاشق پہلے صوف اپنے باطن کو پہناتا ہے۔ پھر وہ اس کے ظاہر کی طرف بڑھتا ہے۔ پہلے اس کا باطن صوف پہنتا ہے۔ پھر جب وہ سراپا صوف پوش بن جاتا ہے۔ تو اس کی طرف رافت و رحمت اور احسان کا ہاتھ آتا ہے اور اس مرد خدا مصیبت زدہ میں ایک مکمل تبدیلی آجاتی ہے۔ اس سے غم کے

1۔ قلائد الجواہر، العلامہ محمد بن یحییٰ التاذقی صفحہ 296، دار الکتب العلمیہ، بیروت

Marfat.com

کپڑے اتار لیے جاتے ہیں اور اسے جامہ فرحت پہنا دیا جاتا ہے۔ تکلیف و غم نعمت سے بدل جاتے ہیں۔ گھبراہٹ فرحت سے، خوف امن سے، بعد قرب سے اور فقر غنا سے بدل جاتا ہے"۔ (1)

یعنی جب راہ مولیٰ کا کوئی طالب اپنے آپ کو اپنے محبوب کی رضا کی خاطر فنا کر دیتا ہے۔ جب اس کا ظاہر و باطن اس کی حسین و دلربا یادوں سے جگمگا اٹھتا ہے، تو اللہ کی نظر رحمت اس پر پڑتی ہے اور اسے دونوں جہانوں کی سعادتوں کا امین بنا دیتی ہے۔ ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں۔

يَا مُدَّعِيْنَ الزُّهْدِ بِاَقْوَالِكُمْ وَ اَفْعَالِكُمْ قَدْ تَلَبَّسْتُمْ بِثِيَابِ الزُّهَّادِ وَ بَوَاطِنُكُمْ مَلَاءٌ رَغْبَةً وَحَسْرَةً عَلَى الدُّنْيَا لَوْ خَلَعْتُمْ هٰذِهِ الثِّيَابَ وَ اَظْهَرْتُمُ الرَّغْبَةَ الَّتِيْ فِيْ قُلُوْبِكُمْ لَقَدْ كَانَ اَحَبَّ اِلَيْكُمْ وَ اَبْعَدَ كُمْ مِنَ النِّفَاقِ (2)

"اے اپنے قول و فعل سے زہد کا دعویٰ کرنے والو! تم نے زاہدوں جیسے کپڑے پہن لیے ہیں۔ اور تمہارے باطن دنیا کی رغبت اور حسرت سے بھرے ہوئے ہیں۔ اگر تم ان کپڑوں کو اتار ڈالتے اور دنیا کی اس رغبت کو جو تمہارے دلوں میں ہے، ظاہر کر دیتے تو میں تمہارے لیے زیادہ اچھا ہوتا اور تمہیں نفاق سے زیادہ دور لے جانے والا ہوتا"۔

یعنی کپڑے زاہدوں جیسے پہننا اور دل میں مال و دولت اور حب جاہ و حشمت کی ہوس چھپائے رکھنا منافقت ہے۔ اس روپ میں اسی کو آنا چاہیے۔ جس کا باطن اس کے راز کے موافق ہو۔ اور صوفی وہی ہوتا ہے جس کا باطن اس کے ظاہر سے اور ظاہر اس کے باطن سے بڑھ کر صاف ہوتا ہے۔

کچھ لوگوں نے اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا مطلب میں سمجھ لیا ہے کہ یہاں پہنچ کر انسان

1۔ الفتح الربانی، صفحہ 93 2۔ نفس مصدر، صفحہ 267

Marfat.com

احکام شرعیہ سے بے نیاز ہو جاتا ہے۔ اور اس مقام کو صرف کوئی مخصوص لباس پہن کر یا اہل خانہ سے لا پرواہی برت کر حاصل کیا جا سکتا ہے۔ یہ سوچ حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کے بالکل منافی ہے۔ آپ ایک مقام پر ''وصل الی اللہ'' یعنی اللہ تعالیٰ تک پہنچنے کا مفہوم بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

وَمَعْنَى الْوُصُوْلِ اِلَى عَزَّوَجَلَّ خُرُوْجُكَ عَنِ الْخَلْقِ وَالْهَوٰى وَالْإِرَادَةِ وَالْمُنٰى، وَالثُّبُوْتُ مَعَ فِعْلِهِ وَمِنْ غَيْرِ اَنْ يَكُوْنَ مِنْكَ حَرْكَةٌ فِيْكَ وَلَا فِيْ خَلْقِهِ بِكَ، بَلْ بِحُكْمِهِ وَاَمْرِهِ، وَفِعْلِهِ فَهِيَ حَالَةُ الْفَنَاءِ يُعَبَّرُ عَنْهَا بِالْوُصُوْلِ(1)

''وصول الی اللہ کا معنی خلق، ارادہ، نفس اور آرزوؤں سے باہر آنا اور اللہ تعالیٰ کے فعل و ارادہ کے ساتھ ثابت رہنا ہے۔ جب کہ تمہاری طرف سے تدبیر و خواہش میں کسی قسم کی حرکت نہ پائی جائے۔ تدبیر نہ تمہاری ذات کے متعلق ہو، نہ خلق خدا کے متعلق۔ بلکہ حرکت و تدبیر اس کے حکم، فعل اور تدبیر سے ہونی چاہیے۔ یہی حالت فنا ہے۔ اسے ہی وصول الی اللہ سے تعبیر کیا جاتا ہے''۔

یعنی وصل الی اللہ یہ ہے کہ انسان مخلوق کی طرف سے نفع و نقصان، تعریف و مذمت اور ان کے عدم و وجود سے مستغنی ہو جائے اور اس کی نظر صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کی ذات پر ہو۔ وہ اپنے ارادہ، اپنی خواہشات اور اپنی آرزوؤں کو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر قربان کر دے۔ اور انسان ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی رضا پر راضی رہے۔ جس انسان کو اللہ تعالیٰ کی محبت یوں نصیب ہو جائے، کہ اس کی نظر اس کے سوا کسی اور کی طرف نہ ہو اور وہ مکمل طور پر اپنے آپ کو دربار الٰہی میں بیچ دے، اپنا سب کچھ ہی رضائے مولیٰ کے سامنے قربان کر دے، وہی شخص وصول الی اللہ کی حسین منزل کو پانے والا ہے۔

1۔ نفس مصدر، صفحہ 79

Marfat.com

شریعت وحقیقت

کچھ نفس پرست جو نفس کی پوجا چھوڑنے کا حوصلہ نہیں رکھتے۔ وہ یہ ثابت کرنے کی کوشش کرتے ہیں کہ شریعت ظاہر ہے اور حقیقت باطن ہے، ہم تو حقیقت تک پہنچ گئے ہیں۔ اس لیے ہمیں شریعت کی پابندی کی ضرورت نہیں ہے۔ جب کہ حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ اس سوچ کو مکمل طور پر رد کرتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں کہ شریعت پر مکمل عمل پیرا ہونا ہی حقیقت کا راستہ ہے۔ اور کسوٹی اور معیار صرف اور صرف شریعت ہے ورنہ کوئی بھی انسان جو بھی کرے گا۔ اسے ہی حقیقت کا نام دینے کی کوشش کرے گا۔ آپ فرماتے ہیں:

اِنَّمَا تَقْذِفُ الْحُكْمَ اِلٰى قُلُوْبِهِمْ بَعْدَ اِحْكَامِ الْحُكْمِ قَدَمُ هٰذَا الْاَمْرِ فَمَنْ اَدَّعٰى شَيْئًا مَعَ عَدَمِ اِحْكَامِ الْحُكْمِ فَقَدْ كَذَبَ لِاَنَّ كُلَّ حَقِيْقَةٍ لَا تَشْهَدُ لَهُ الشَّرِيْعَةُ فَهِيَ زَنْدَقَةٌ (1)

''ان کے دلوں میں (محبت الٰہی کے) حکم کا ڈالنا حکم (شرع) کی مضبوطی کے بعد رکھا۔ کیونکہ حکم شرعی اس امر کا پہلا قدم ہے۔ جو شخص علم باطن کا، بغیر مضبوطی حکم شرعی کے دعویٰ کرے وہ اپنے دعویٰ میں جھوٹا ہے۔ کیونکہ ہر وہ حقیقت جس کی گواہی شریعت مطہرہ نہ دے، وہ زندیقی ہے۔''

ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں

اِنَّ تَرْكَ الْعِبَادَاتِ الْمَفْرُوْضَاتِ زَنْدَقَةٌ وَارْتِكَابُ الْمَحْظُوْرَاتِ مَعْصِيَةٌ لَا تَسْقُطُ الْفَرَائِضُ عَنْ اَحَدٍ فِيْ حَالٍ مِنَ الْاَحْوَالِ (2)

''بے شک فرض عبادات کو ترک کرنا لادینی اور زندیقی ہے اور ممنوع کاموں کا کرنا معصیت ہے۔ اور فرائض کسی حال میں بھی ساقط نہیں ہوتے''۔

سطور بالا سے واضح ہوا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک تصوف صفائے قلب اور تزکیہ باطن کا نام ہے۔ یہ محض خوش فہمیوں سے حاصل نہیں ہوتا، بلکہ اپنے

1۔ الفتح الربانی، صفحہ 398 2۔ نفس مصدر، صفحہ 157

Marfat.com

آپ کو ذات الٰہی میں فنا کر دینے سے حاصل ہوتا ہے اور احوال و کیفات کی صداقت کو پرکھنے کی کسوٹی شریعت اور صرف شریعت ہے۔ شریعت پر مکمل آداب کے ساتھ عمل پیرا ہونا ہی ''حقیقت'' کہلاتا ہے۔

لفظ تصوف اور حقیقت تصوف

شاہ جیلان حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ایک مقام پر لفظ تصوف سے حقیقت تصوف کو بڑے دلکش انداز میں واضح فرمایا ہے۔ آپ کے کلام کا خلاصہ میں ہے۔

لفظ تصوف چار حروف کا مجموعہ ہے۔

ت، ص، و (اور) ف۔ ان چار میں ''ت'' توبہ کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ توبہ کی دو قسمیں ہیں۔ ظاہری توبہ اور باطنی توبہ۔ ظاہری توبہ سے مراد یہ ہے کہ صوفیؒ اپنے تمام ظاہری اعضاء کے ساتھ گناہ اور رذائل ترک کر کے اطاعت الٰہی کی طرف مڑ جاتا ہے۔ قولی اور عملی طور پر احکامات الٰہی کی مخالفت ترک کر کے ان کی موافقت اختیار کرتا ہے۔ اور باطنی توبہ سے مراد یہ ہے کہ وہ تصفیہ قلب کے ساتھ اپنے باطن کی تمام قوتوں کو اطاعت الٰہی میں لگا دیتا ہے۔ جب اس کی تمام مذموم صفات، محمود صفات میں تبدیل ہو جاتی ہیں۔ تو تصوف کی تاء کا مقام مکمل ہو جاتا ہے اور ایسا کرنے والے کو تائب کہا جاتا ہے۔

تصوف کا ''ص'' صفاء کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ اس کی بھی دو قسمیں ہیں، صفائے قلب اور صفائے سر۔ صفائے قلب سے مراد بشری کثافتوں سے صاف ہونا ہے، یعنی کھانے، پینے، نیند اور مال و دولت کی بے جا محبت سے پاک ہونا اور تمام منہیات سے بچ کر نور قلب حاصل کرنا۔ اور دل کی یہ پاکی اللہ تعالیٰ کے دائمی ذکر سے ملتی ہے۔ اور صفائے سر سے مراد اللہ تعالیٰ کے سوا کسی بھی چیز کو ملاحظہ کرنے سے اجتناب کرنا ہے جب یہ تصفیہ حاصل ہو جائے تو تصوف کا ''ص'' مکمل ہو جاتا ہے۔

تصوف کی ''واؤ'' ولایت کی طرف اشارہ کرتی ہے اور ولایت کا نتیجہ یہ ہے کہ ایک آدمی اللہ تعالیٰ کے اخلاق اپنائے اور اس کی صفات سے متصف ہو جائے۔ اس وقت صوفی

Marfat.com

بشری صفات کا لباس اتار کر صفات الٰہی کا لباس پہن لیتا ہے، جیسا کہ حدیث قدسی میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں کسی بندے سے محبت کرتا ہوں، تو میں اس کے کان، ہاتھ، آنکھیں اور زبان بن جاتا ہوں۔ وہ بندہ میرے ساتھ ہی سنتا ہے، مجھی سے دیکھتا، پکڑتا، بات کرتا اور چلتا ہے۔ جب کوئی بندہ اس درجے پر پہنچ جائے تو اسے تصوف میں واؤ کا مقام حاصل ہو جاتا ہے۔

تصوف کی فاء ذات الٰہی میں فناء ہونے کی طرف اشارہ کرتی ہے۔ انسان سے جب بشری صفات فنا ہو جائیں تو پھر صرف الٰہی صفات باقی رہتی ہیں۔ جو کبھی فنا نہیں ہوتی۔ تو فانی بندہ باقی رب کے ساتھ باقی رہتا ہے۔ جب حادث قدیم سے مل جائے۔ تو پھر اس کا اپنا وجود نہیں رہتا۔ جب مقام فاء مکمل ہو جائے تو پھر صوفی حق سے واصل ہو کر ابدی مرتبہ پا جاتا ہے۔(1)

آپ کے اس فرمان سے واضح ہے کہ تصوف چند رسوم یا خوش فہمیوں کا نام نہیں، بلکہ ظاہری و باطنی توبہ، قلب و باطن کی صفاء، ولایت باری تعالیٰ اور ذات الٰہی میں فنا ہو جانے کا نام ہے۔

ع　　گر یہ نہیں تو بابا پھر سب کہانیاں ہیں

1۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو، الاسرار و مظہر الانوار، شیخ الاسلام عبدالقادر بن موسیٰ الجیلانی، صفحہ 27-28، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

Marfat.com

Marfat.com

اسباب وعلامت محبت

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۭ (البقرہ:165)

''اور کچھ لوگ ایسے ہیں جو اللہ کے سوا دوسروں کو اس کا برابر ٹھہراتے ہیں۔ ان سے ایسی محبت رکھتے ہیں جیسی محبت اللہ سے رکھنی چاہیے اور جو ایمان والے ہیں وہ سب سے بڑھ کر اللہ کے لیے محبت کرتے ہیں''۔

Marfat.com

محبت کا جنوں باقی نہیں ہے
مسلمانوں میں خوں باقی نہیں ہے
صفیں کج، دل پریشان، سجدہ بے ذوق
کہ جذب اندروں باقی نہیں ہے

(اقبالؒ)

Marfat.com

ایک انسان کا دوسرے انسان سے محبت کرنا، ایک طبعی اور فطرتی امر ہے۔ اور اس محبت کا سبب ذوق، مزاج یا مفاد وغیرہ کوئی چیز ہوتی ہے۔ یہ چیزیں مادی سطح پر واقعی انسان کے لیے بڑی بنیادی اور اہم ہیں اور انہیں اسباب محبت میں شمار ہونا چاہیے۔ لیکن انسان اپنی اصل اور فطرت کے اعتبار سے قدسی الاصل ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اس کی فطرت میں سب سے پہلے اپنی محبت کا چراغ روشن کیا ہے۔ اور اگر یہ اپنی فطرت کو مسخ نہ کرے تو محبت الٰہی اس کے لیے ایسے ہوگی۔ جیسے کسی پیاسے کے لیے پانی ہوتا ہے یا بھوکے کے لیے کھانا۔ اسلام انسان کی اسی فطرتی حقیقت کو ملحوظ خاطر رکھتے ہوئے انسان سے تقاضا کرتا ہے کہ انسان نہ صرف یہ کہ ہر چیز سے بڑھ کر اللہ تعالیٰ سے محبت کرے، بلکہ اس کی ہر محبت کی ابتداء اور انتہاء ذات الٰہی ہی ہو۔ وہ ذات الٰہی سے سب سے بڑھ کر محبت کرے اور اس کی محبت کبھی بھی اپنے ذوق، مزاج یا مفاد کی وجہ سے نہ ہو۔ بلکہ صرف اللہ تعالیٰ کی وجہ سے ہو۔ اللہ تعالیٰ کا محبوب اس کا محبوب ہو اور اللہ تعالیٰ کا مبغوض اس کا مبغوض ٹھہرے۔ جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا

مَنْ اَحَبَّ لِلّٰهِ وَاَبْغَضَ لِلّٰهِ وَاَعْطٰى لِلّٰهِ وَ مَنَعَ لِلّٰهِ فَقَدِ اسْتَكْمَلَ الْاِيْمَانَ(1)

''جس نے اللہ تعالیٰ کے لیے محبت کی اور اللہ تعالیٰ کے لیے دشمنی کی اور اللہ تعالیٰ کے لیے کسی کو دیا اور اللہ تعالیٰ کے لیے کسی کو محروم کیا تو یقیناً اس کا ایمان مکمل ہو گیا''۔

یعنی تکمیل ایمان کا شرف صرف چند اعمال بجالانے سے ہی حاصل نہیں ہوتا، بلکہ اپنے ذوق کے پیمانوں کو بدل کر اپنی ذات کے خول سے اوپر اٹھ کر جینا پڑتا ہے اور محبت و بغض کا معیار اپنی پسند و ناپسند کو نہیں۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کو بنانا پڑتا ہے۔

1۔ سنن ابی داؤد کتاب السنہ، باب الدلیل علی زیادۃ الایمان ونقصانہ، رقم الحدیث 4060

Marfat.com

محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی وساطت سے محبت، تیری میری ہے
محبت اصل ہے ان کی، نہ تیری ہے نہ میری ہے

شاہ جیلاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اسلام کے وہ بطل جلیل ہیں کہ جن کی ذات گرامی اسلامی تعلیمات وافکار کا پیکر تمام تھی۔ آپ نہ صرف بذات خود اسلامی احکامات واوامر کو اپنی ذات پہ نافذ کرنے والے تھے، بلکہ آپ کی پوری زندگی لوگوں کو اسلامی تعلیمات سکھاتے اور ان کا درس دیتے ہی گزری ہے۔ محبت کے معاملہ میں آپ نہ صرف الحب للہ والبغض للہ کا مجسمہ تھے، بلکہ مخلوق خدا کو یہی حقیقت بڑے واشگاف اور واضح انداز میں سمجھاتے رہے۔ ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں۔

اِذَا وَجَدْتَ بِقَلْبِكَ بُغْضَ شَخْصٍ اَوْ حُبَّهٗ فَاَعْرِضْ اَعْمَالَهٗ عَلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَاِنْ كَانَتْ فِيْهِمَا مَبْغُوْضَةً فَابْشِرْ بِمُوَافَقَتِكَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلَهٗ، وَاِنْ كَانَتْ اِعْمَالُهٗ فِيْهِمَا مَحْبُوْبَةً وَاَنْتَ تَبْغُضُهٗ فَاعْلَمْ اَنَّكَ صَاحِبُ هَوًى تَبْغُضُهٗ بِهَوَاكَ ظَالِمًا لَهٗ بِبُغْضِكَ اِيَّاهُ وَعَاصٍ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَلِرَسُوْلِهٖ مُخَالِفٌ لَهُمَا ...... وَلِذٰلِكَ اِفْعَلْ بِمَنْ تُحِبُّهٗ يَعْنِىْ اَعْرِضْ اَعْمَالَهٗ عَلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ فَاِنْ كَانَتْ مَحْبُوْبَةً فِيْهِمَا فَاَحْبِبْهُ وَاِنْ كَانَتْ مَبْغُوْضَةً فَاَبْغِضْهُ كَيْلَا تُحِبَّهٗ بِهَوَاكَ وَقَدْ اُمِرْتَ مُخَالِفَةَ هَوَاكَ (1)

"اگر تو کسی کی محبت یا بغض اپنے دل میں پائے تو اس کے اعمال کو کتاب وسنت کی کسوٹی پر پرکھ۔ اگر تو اس سے بغض رکھے اور اس کے اعمال کتاب وسنت میں بھی باعث نفرت قرار دیئے گئے ہوں تو تو خدا اور رسول کی موافقت پر خوش ہو جا۔ اور اگر اس کے اعمال کتاب وسنت کی نظر میں محبوب ہیں اور تو اس سے بغض رکھتا ہے تو تو جان لے کہ تو اپنی خواہشات کی پیروی کرنے والا ہے۔ اور نفسانی خواہشات

1۔ فتوح الغیب، صفحہ 96

Marfat.com

کے سبب اس سے نفرت رکھتا ہے۔ اور تو اس فعل کی وجہ سے ظلم کرنے والا اور اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا نافرمان ہے...... اسی طرح جس سے تیرا محبت والا معاملہ ہے، اس کے اعمال کو کتاب وسنت کی روشنی میں دیکھ۔ اگر اس کے اعمال کتاب وسنت کی روشنی میں مبغوض ہیں، تو تو بھی اس سے بغض رکھ۔ تاکہ تو ہوائے نفس کی بناء پر محبت ونفرت کرنے والا نہ ہو۔ کیونکہ تمہیں اپنی خواہشات نفس کی مخالفت کا حکم دیا گیا ہے"۔

حضرت شیخ کے اس فرمان سے واضح ہے کہ جس شخص کے اعمال کتاب وسنت کے موافق ہوں۔ وہی مومن کا محبوب ہوتا ہے اور جو شخص احکام الٰہی کی حرمتوں کو پامال کرنے والا اور سنت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کا تارک ہو۔ وہ ایمان والوں کا محبوب نہیں ہوسکتا۔ کیونکہ جو اللہ تعالیٰ کا محبوب ہے وہی اہل ایمان کا محبوب ہوتا ہے۔ اور جو اللہ تعالیٰ کا نافرمان ہو وہ اہل ایمان کا محبوب نہیں ہوسکتا۔ حضرت علامہ عبدالحکیم شرف قادری رحمۃ اللہ علیہ آپ کے اسی فرمان کی توضیح میں فرماتے ہیں۔

"غور فرمائیں کہ سیدنا غوث اعظم نے محبت وعداوت کا کیا معیار بیان فرمایا ہے یعنی جس شخص کے اعمال کتاب وسنت کے موافق ہوں، وہ لائق محبت وتعظیم ہے۔ ورنہ قابل نفرت۔ اب اگر ہم نماز نہیں پڑھتے، روزہ نہیں رکھتے، حج وزکوٰۃ ادا نہیں کرتے، واجبات وسنن ادا نہیں کرتے۔ تو کیا ہم محبت کے لائق ہوں گے؟ ہرگز نہیں، ہم سے نہ اللہ تعالیٰ راضی ہوگا نہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم راضی ہوں گے نہ ہی سیدنا غوث اعظم رضی اللہ عنہ راضی ہوں گے"۔ (1)

حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ نے متعدد مقامات پر محبت وبغض کے اس معیار کو بیان فرمایا ہے۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں

وَيْحَكَ تَدَّعِيْ اَنَّكَ عَبْدُهٗ عَلَى الْحَقِيْقَةِ وَتُطِيْعُ عَدُوَّهٗ لَوْ اَنَّكَ عَبْدُهٗ

1۔ تقدیم الربانی، صفحہ 72

Marfat.com

عَلَى الْحَقِيْقَةِ لَعَادَيْتَ فِيْهِ وَوَالَيْتَ (1)

''تجھ پر افسوس ہے کہ تو خدا کا حقیقی بندہ ہونے کا دعویٰ کرتا ہے۔ اور اس کے دشمن کی اطاعت کرتا ہے اگر تو حقیقت میں اس کا بندہ ہوتا تو تیری دوستی اور دشمنی اسی کے لیے ہوتی''۔

یعنی اگر تجھے اللہ تعالیٰ کی بندگی حقیقت میں نصیب ہو جاتی تو پھر اللہ تعالیٰ کا محبوب تیرا محبوب ہوتا اور اس کا مبغوض تیرا مبغوض ٹھہرتا۔ حضرت شیخ اس چیز کی بہت زیادہ تاکید فرماتے ہیں کہ انسان کا غصہ اور خوشی بھی اپنی ذات کے لیے نہیں، بلکہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہونے چاہیے۔ یہ نہ ہو کہ اگر کوئی اس کی بات نہ مانے تو اسے غصہ آ جائے اور اگر کوئی اللہ تعالیٰ کی حدود کو پامال کرتا رہے تو اسے پروا نہ ہو۔ ایسا نہ ہو کہ کوئی انسان اپنے بیٹے سے پانی مانگے، تو اگر بیٹا اس کی بات نہ مانے تو وہ اسے مارے اور پیٹے۔ لیکن جب وہی بیٹا ایک دن میں پانچ مرتبہ نماز نہ پڑھ کر اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے۔ تو اس کی پیشانی پر بل نہ آئے۔ اس کا مطلب تو یہ ہوا کہ عملی طور پر وہ اپنے حکم کو اللہ تعالیٰ کے حکم سے زیادہ قابل عمل سمجھتا ہے۔ حضرت شیخ اس چیز کی تلقین فرماتے ہیں کہ مومن کا غصہ بھی اپنی ذات کے لیے نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کے لیے ہونا چاہیے۔ آپ فرماتے ہیں۔

اَلْغَضَبُ اِذَا كَانَ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَهُوَ مَحْمُوْدٌ وَاِذَا كَانَ لِغَيْرِهٖ فَهُوَ مَذْمُوْمٌ۔ اَلْمُؤْمِنُ يَحْتَدُّ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ لَا لِنَفْسِهٖ يَحْتَدُّ نُصْرَةً لِدِيْنِهٖ لَا نُصْرَةً لِنَفْسِهٖ يَغْضَبُ اِذَا خُرِقَ حَدٌّ مِنْ حُدُوْدِ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ كَمَا يَغْضَبُ النَّمِرُ اِذَا اُخِذَ صَيْدُهٗ (2)

''غیظ و غضب جب اللہ تعالیٰ کے لیے ہو، تو وہ بہت اچھی چیز ہے اور جب غیر اللہ کے لیے ہو، تو بہت بری شی ہے۔ مومن صرف اللہ تعالیٰ کے لیے غصہ میں آتا ہے، نہ کہ اپنے نفس کے لیے۔ وہ دین الٰہی کی مدد کے لیے بھڑک اٹھتا ہے، نہ کہ اپنے

1۔ الفتح الربانی، صفحہ 79 2۔ نفس مصدر، صفحہ 215

Marfat.com

نفس کے لیے۔ اس کو غصہ اس وقت آتا ہے۔ جب اللہ کی حدوں میں سے کسی حد کو توڑا جاتا ہے، جیسے چیتا اس وقت غصہ میں آتا ہے جب اس کے شکار کو دوسرے لے لیتے ہیں"۔

یعنی بندۂ مومن اپنی ذات کے خول سے اوپر اٹھ کر رضائے الٰہی کی دنیا میں گم ہو جاتا ہے۔ وہ اپنی رضا کو اللہ تعالیٰ کی مرضی پر قربان کر دیتا ہے۔ اس کی پسند و ناپسند کا پیمانہ اس کی ذات نہیں رہتی، بلکہ ذات الٰہی ہوتی ہے۔

علامات محبت

انسان کے ظاہر اور باطن میں ایک گہرا ربط ہوتا ہے، باطن کا اظہار اس کے ظاہر سے ہوتا ہے اور ظاہر کا منبع اس کا باطن ہوتا ہے۔ جیسے جب انسان کے باطن میں خوشی ہو تو اس کا چہرہ بتاتا ہے کہ اس کا باطن خوشی سے لبریز ہے۔ دل غمگین ہو تو چہرہ اس کی غمازی کرتا ہے۔ اور اس کا انداز تکلم بھی باطن کا اظہار کر رہا ہوتا ہے۔

محبت ایک باطنی معاملہ ہے۔ یہ محض کہنے کی نہیں کرنے کی چیز ہے۔ یہ محض دعوؤں سے ثابت نہیں ہوتی بلکہ محب کی پوری زندگی، اس کی شاہد ہوتی ہے کہ اسے محبت کی نعمت سے نوازا گیا ہے۔ حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ اس حقیقت کو بڑی تاکید اور توضیح سے بیان فرماتے ہیں کہ محبت الٰہی کسی دل میں ڈیرے ڈال لیتی ہے تو پھر محب کی شخصیت اسی سانچے میں ڈھل جاتی ہے۔ آپ محبت کی علامات بیان فرماتے ہوئے ایک تو اس حقیقت کو بیان فرماتے ہیں کہ جب کسی دل میں اللہ تعالیٰ کی محبت سما جائے۔ تو پھر ماسویٰ اللہ کی سب محبتیں، اس محبت کے سامنے بھسم ہو کر رہ جاتی ہیں۔ مال و دولت، جاہ و منصب، اعزہ و اقارب سب بتان وہم و گمان بن کر اڑ جاتے ہیں۔ اور انسان کے دل کی سلطنت میں صرف محبت الٰہی کا راج ہوتا ہے۔ اللہ تعالیٰ انسان کو ابتلاء آزمائش میں ڈال کر آزماتا ہے تاکہ اللہ تعالیٰ کے سچے محب اور مفادات پرستوں میں فرق عیاں ہو جائے۔ محبت فقط رضائے محبوب کے حضور سجدہ ریز رہتی ہے۔ مال و دولت کے انبار اور دنیا کی زیب و زینت بھی محب کی نظر کو اپنی

Marfat.com

طرف مائل کرنے سے خائب و خاسر رہتی ہے۔ اور محب شاہی میں بھی فقیری کرتا ہے۔ اس کا مطلوب مال وزر نہیں فقر ہوتا ہے۔ حضرت شیخ ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

عَنِ النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اِنَّهٗ جَاءَ اِلَیْهِ رَجُلٌ فَقَالَ لَهٗ اِنِّیْ اُحِبُّكَ فِی اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ فَقَالَ لَهٗ اِتَّخِذِ الْبَلَایَا جِلْبَابًا اِتَّخِذِ الْفَقْرَ جِلْبَابًا لِاَنَّكَ تُرِیْدُ تَتَّصِفُ بِصِفَتِیْ...... یَا كَذَّابُ تَدَّعِیْ مُحَبَّةَ الصَّالِحِیْنَ وَ تَخْبِیءُ عَنْهُمْ دَنَانِیْرَكَ وَدِرَاهِمَكَ وَتُرِیْدُ الْقُرْبَ مِنْهُمْ وَالْمُصَاحِبَةَ لَهُمْ كُنْ عَاقِلًا هٰذِهٖ مَحَبَّةٌ كَاذِبَةٌ اَلْمُحِبُّ لَا یَخْبَأُ عَنْ مَحْبُوْبِهٖ شَیْئًا یُؤْثِرُهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ (1)

''نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے مروی ہے کہ بے شک آپ کے پاس ایک شخص حاضر ہوا۔ اور آپ سے عرض کرنے لگا۔ میں اللہ تعالیٰ کے لیے آپ سے محبت کرتا ہوں۔ آپ نے یہ سن کر فرمایا کہ بے شک تو بلا اور فقر کو اپنی چادر بنا لے۔ کیونکہ تو میری صفت سے متصف ہونا چاہتا ہے...... (پھر غوث پاک جھوٹے مدعی محبت سے خطاب کرتے ہوئے فرماتے ہیں) اے کذاب! تو صالحین سے محبت کا دعویٰ کرتا ہے اور ان سے دراہم و دنانیر چھپاتا ہے۔ اس کے باوجود تو ان سے قرب اور مصاحبت چاہتا ہے؟ عقل مند بن جا۔ یہ جھوٹی محبت ہے۔ محب اپنے محبوب سے کوئی چیز نہیں چھپاتا۔ بلکہ وہ محبت کو ہر چیز پر ترجیح دیتا ہے''۔

آپ کے اس فرمان سے چند چیزیں بالکل واضح ہیں، ایک تو یہ کہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم اور صالحین کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کے منافی نہیں ہیں، بلکہ یہ سب محبتیں محبت الٰہی کے ہی مختلف روپ ہیں اور یہ بالواسطہ اللہ تعالیٰ کی ہی محبت ہے اور دوسری چیز یہ واضح ہو رہی ہے کہ جس کو بھی اللہ تعالیٰ یا اس کے محبوبوں کی سچی محبت مل جائے۔ وہ ہر چیز پر اس محبت کو ترجیح دیتا ہے۔ اگر کبھی ایسا موقع آ جائے کہ اس محبت کو بچا لے یا مال و دولت، رشتہ و پیوند اور دنیا

1۔ الفتح الربانی، صفحہ 285-286

Marfat.com

کے جمیع مال و اسباب کو بچا لے۔ تو وہ سب کچھ قربان کر کے محبت الٰہی کو بچا لیتا ہے۔ یعنی دعویٰ تو محبت الٰہی کا کرنے والا ہو اور اولاد کو نوازنے کے لیے حلال و حرام کی حدود کو پامال کرنے والا۔ اپنی انا کو ذات باری تعالیٰ پر عملاً ترجیح دینے والا اور مال و زر سمیٹتے ہوئے احکام الٰہی کو پس پشت ڈالنے والا جھوٹا اور کذاب ہے۔ اسے محبت الٰہی کی چاشنی نصیب ہی نہیں ہوئی۔ حضرت غوث پاک کے فرمان کے مطابق محب تو سب کچھ قربانی کر کے اپنی محبت کو بچانے والا ہوتا ہے۔ وہ محبت کو صرف دکھاوے اور تجارت کے لیے استعمال کرنے والا نہیں ہوتا۔

ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں۔

أَمَا سَمِعْتَ قَوْلَ الرَّسُوْلِ ﷺ إِذَا أَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا ابْتَلَاهُ، فَإِنْ صَبَرَ اقْتَنَاهُ، قِيْلَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ! وَمَا اقْتَنَاهُ؟ قَالَ لَمْ يَذَرْ لَهُ مَالًا وَلَا وَلَدًا وَذٰلِكَ لِأَنَّهُ إِذَا كَانَ لَهُ مَالٌ وَوَلَدٌ أَحَبَّهُمَا فَتَنَقَّصَ وَتَجَزَّئَ فَتَصِيْرُ مُشْتَرَكًا بَيْنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَبَيْنَ غَيْرِهِ، وَاللّٰهُ تَعَالٰى لَا يَقْبَلُ الشَّرِيْكَ وَهُوَ غَيُوْرٌ قَاهِرٌ، فَوْقَ كُلِّ شَيْءٍ فَيُهْلِكُ شَرِيْكَهُ وَيَعْدِمُهُ لِيُخْلِصَ قَلْبَ عَبْدِهٖ لَهُ مِنْ غَيْرِ شَرِيْكٍ (1)

”کیا تم نے اس سلسلہ میں حضور اکرم ﷺ کا فرمان گرامی نہیں سنا۔ کہ جب اللہ تعالیٰ کسی بندے کو اپنا محبوب بنا لیتا ہے، تو اسے آزمائش میں ڈالتا ہے۔ اگر وہ صبر کرے۔ تو اسے حفاظت سے رکھ لیتا ہے۔ صحابہ کرام نے عرض کی یا رسول اللہ وما اقتناہ سے کیا مراد ہے تو آپ نے فرمایا اللہ تعالیٰ نہ اس کا مال چھوڑتا ہے نہ اولاد۔ کیونکہ اگر وہ مال و اولاد کی محبت میں پھنس جائے گا۔ تو خدا سے محبت تقسیم ہو کر کم اور ٹکڑے ہو جائے گی۔ اور محبت اللہ تعالیٰ اور اس کے غیر کے درمیان مشترک حیثیت اختیار کر لے گی۔ جب کہ اللہ تعالیٰ غیور بھی ہے اور ہر شے پر

1۔ فتوح الغیب، صفحہ 96

Marfat.com

غالب بھی۔ اور وہ ہر چیز پر غالب ہے تو وہ اپنا شریک قبول نہیں کرتا، بلکہ اسے تباہ و برباد کر دیتا ہے، یہ اس لیے ہوتا ہے کہ بندے کا دل بلا شرکت غیرے خالص اللہ تعالیٰ کے لیے ہو جائے''۔

یعنی اللہ تعالیٰ کی محبت کی نشانی یہ ہے کہ جو بھی چیز اس محبت کو تقسیم کرنے والی ہو، اللہ تعالیٰ اسے ختم کر دیتا ہے تا کہ انسان کی تمام تر توجہ صرف محبوب حقیقی کی طرف رہے۔

ایک اشکال اور اس کا ازالہ

یہاں ایک سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا جن کے پاس مال اور اولاد ہے وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والے نہیں ہو سکتے؟ کیا مال اور اولاد کا نہ ہونا۔ محبت الٰہی کے لیے شرط ہے؟

جواباً گزارش ہے کہ اسلام مال اور اولاد کی محبت کو مکمل طور پر ختم کرنے کا حکم نہیں دیتا کیونکہ یہ چیزیں انسانی فطرت کا تقاضا ہیں اور اسلام جو کہ ہے ہی دین فطرت وہ ایک فطرتی تقاضا کو کیسے کچل سکتا ہے۔ اسلام مال و اولاد کی محبت کو مطلق برا نہیں کہتا بلکہ اسلام تو مال کو اللہ تعالیٰ کا فضل اور اولاد کو اللہ تعالیٰ کی ایک عظیم نعمت قرار دیتا ہے۔ اسلام کا مطالبہ یہ ہے کہ ان سب چیزوں کی محبت اللہ تعالیٰ کی محبت کے تابع اور اسی کی وجہ سے ہو۔ اگر مال و اولاد کی محبت نے انسان کو محبت الٰہی سے محروم کر دیا تو یہ چیزیں انسان کے لیے فضل و نعمت نہیں بلکہ اسے ہلاک کرنے والی ہیں اور اگر یہ چیزیں اسے اللہ تعالیٰ کے قریب کرنے کا ذریعہ بنیں تو پھر یہ اللہ تعالیٰ کا فضل اور اس کا انعام ہیں۔

حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان کا مطلب یہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ سے سچی محبت کی ایک علامت یہ بھی کہ جب یہ چیزیں محبت الٰہی کے راستے میں رکاوٹ بننے لگتی ہیں تو پھر محبت کی غیرت انہیں برداشت نہیں کرتی اور انہیں ختم کر دیا جاتا ہے حضرت غوث پاک ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

''پس تو اللہ تعالیٰ کی محبت میں کسی کو شریک نہ کر اگر تو کسی غیر کی محبت بطور رافت و رحمت اور لطف کے رکھ تو محبت نفس جائز ہے۔ مگر غیر اللہ سے محبت قلب و باطن جائز

Marfat.com

نہیں قلب و باطن میں صرف اللہ تعالیٰ کی محبت ہونی چاہیے''۔(1)

یعنی اولاد سے رافت و رحمت تو عین اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل ہے لیکن مال و اولاد سے ایسی محبت ممنوع ہے جو محبت الٰہی کے راستہ میں رکاوٹ ہو۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اس سوال کے جواب میں فرماتے ہیں کہ شفقت و مہربانی اور ادائیگی حقوق ایک الگ چیز ہے اور محبت، انہماک قلب، تعلق باطن اور اشتغال دل ایک الگ حقیقت ہے آپ فرماتے ہیں کہ ایک مرتبہ حضرت علی رضی اللہ عنہ سے حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے پوچھا کہ کیا آپ کو مجھ سے محبت ہے؟ تو آپ نے فرمایا کہ محبت کیوں نہ ہو کہ آپ میرے لخت جگر ہیں اور فرزند رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم بھی۔ تو حضرت امام حسین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ کیا آپ کو اللہ تعالیٰ سے بھی محبت ہے تو آپ نے فرمایا بھلا یہ بھی کوئی پوچھنے والی بات ہے۔ اللہ تعالیٰ کی محبت تو سب محبتوں پر مقدم و فائق ہے۔ تو آپ نے عرض کیا کہ ایک دل میں دو کی محبت کس طرح سما سکتی ہے۔ اس سوال پر حضرت علی رضی اللہ عنہ نے توقف فرمایا۔ تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا کہ اگر آپ کو میرے وجود اور ایمان میں اختیار دیا جائے تو آپ کس کو اختیار کریں گے؟ آپ رضی اللہ عنہ نے فرمایا میں ایمان کو ترجیح دوں گا۔ تو امام حسین رضی اللہ عنہ نے عرض کیا پھر آپ کو محبت صرف اللہ تعالیٰ سے ہے اور مجھ سے صرف شفقت و مہربان ہے۔ اس جواب سے حضرت علی رضی اللہ عنہ بہت خوش ہوئے۔ اور فرمایا ایسی بات صرف اہل بیت نبوت کا فرد ہی کر سکتا ہے۔(2)

اس سے واضح ہے کہ مال و اولاد کی محبت جب محبت الٰہی کی راہ میں رکاوٹ بنے تو مذموم ہے لیکن اگر اللہ تعالیٰ کی محبت کی وجہ سے ہو، تو مذموم نہیں ہے بلکہ مطلوب ہے۔ اصل محبت صرف اللہ تعالیٰ کی ہے بلکہ سب کچھ ہی اسی ذات پاک کے سبب اور اسی کے تابع ہے۔ اسی مقالہ میں حضرت غوث پاک نے یہ بھی وضاحت فرمائی کہ جب بندہ مال، اولاد، خواہشات، تصرفات، کرامات و حالات، منازل و مقامات اور دیگر تمام شرکاء سے بے نیاز

1۔ الفتح الربانی، صفحہ 347

2۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو شرح فتوح الغیب، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، صفحہ 348-349، صفہ اکیڈمی لاہور

Marfat.com

ہو کر صرف اللہ تعالیٰ کے لیے اپنے دل کو خاص کر لیتا ہے۔ تو اس کا دل اس سوراخ والے برتن کی طرح ہو جاتا ہے۔ جس میں کوئی چیز نہیں ٹھہرتی۔ تو اسی طرح اسباب دنیا میں اس کے دل پر کوئی اثر نہیں کرتے۔ کیونکہ جب سب چیزیں دل سے باہر ہیں تو اس وقت اللہ تعالیٰ کا معاملہ یہ ہوتا ہے۔

لَا یُغَارُ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ بَلْ یَکُوْنَ جَمِیْعُ ذٰلِکَ کَرَامَۃً مِنَ اللّٰہِ لِعَبْدِہٖ وَلُطْفًا بِہٖ وَنِعْمَۃً وَرِزْقًا وَمَنْفَعَۃً لِلْدَّارِ دِیْنَ عَلَیْہِ (1)

''اللہ تعالیٰ ان اشیاء کے ہلاک کرنے کے لیے بندے پر غیرت نہیں کرتا۔ بلکہ یہی اشیاء اللہ تعالیٰ کی طرف سے بندے کے لیے لطف و کرامت، نعمت و رزق اور حاضر ہونے والے کے لیے منفعت کا ذریعہ بن جاتی ہیں''۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ مومن کی محبت صرف اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتی ہے، ہر وہ چیز جو اس محبت کے مانع ہو وہ مذموم ہے اور ہر وہ چیز جو اس محبت کا سبب اور اس میں معاون میں وہ محبوب ہوتی ہے۔ مومن اپنی ذات کے خول سے اوپر اٹھ کر صرف اور صرف محبت الٰہی کی دنیا میں جیتا ہے۔

1۔ فتوح الغیب، صفحہ 97

Marfat.com

تعمیر شخصیت، تعلیمات شاہ جیلاں کی روشنی میں

قَدْ اَفْلَحَ مَنْ تَزَكّٰى ۙ وَ ذَكَرَ اسْمَ رَبِّهٖ فَصَلّٰى ؕ بَلْ تُؤْثِرُوْنَ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ۖ وَالْاٰخِرَةُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ؕ (اعلیٰ)

''تحقیق وہ کامیاب ہو گیا جس نے اپنے دل کو صاف کر لیا۔ اپنے رب کے نام کو یاد کیا اور نماز پڑھی۔ بلکہ تم دنیوی زندگی کو ترجیح دیتے ہو اور آخرت بہتر اور ہمیشہ باقی رہنے والی ہے''۔

Marfat.com

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی شان نئی آن
گفتار میں کردار میں اللہ کی برہان
قہاری و غفاری و قدوسی و جبروت
یہ چار عناصر ہوں تو بنتا ہے مسلمان
یہ راز کسی کو نہیں معلوم کہ مومن
قاری نظر آتا ہے حقیقت میں ہے قرآن

(اقبالؒ)

Marfat.com

اللہ تعالیٰ نے انسان کو فطرت سلیمہ پر پیدا کیا ہے۔اس نے اسے احسن تقویم کا روپ دے کر دنیا میں بھیجا ہے۔ ہر اچھی چیز اس کی فطرت کے لیے ایسے ہی جاذبیت اور کشش رکھتی ہے جیسے بیٹا ماں کے لیے یا شمع پروانے کے لیے۔ اسے ظلم، سرکشی، بدکاری اور گناہ کی فطرت پر پیدا نہیں کیا گیا بلکہ اس کی سرشت کو عدل، فرمانبرداری، اطاعت اور نیکی کے حسن و جمال سے مزین کیا گیا ہے۔لیکن انسان دنیا میں آ کر، خواہشات نفس، غلط ماحول، برے معاشرے اور بگڑے ہوئے عزیز و اقارب سے میل جول کے سبب اپنی اس فطرت سلیمہ کو مسخ کر دیتا ہے۔ اپنے احسن تقویم کے جمال کو بے وقعت کر دیتا ہے۔ اسلام کا ہر حکم انسان کو اسی بھولی ہوئی فطرت کو یاد دلاتا ہے۔ یہ کوئی ایسی چیز نہیں ہے جو خارج سے انسان پر ٹھونسی جا رہی ہو بلکہ اسی بھول ہوئی فطرت کی یاد دہانی ہے۔ اسی لیے قرآن کریم کو کتاب تذکیر کہا جاتا ہے، یعنی بھولی ہوئی چیزیں یاد دلانے والی کتاب۔

جب ایک انسان ماحول، معاشرہ، خواہشات، مفادات اور عزیز و اقارب کے تمام رجحانات سے بے نیاز ہو کر اسی فطرت سلیمہ کی آواز پر لبیک کہہ دیتا ہے وہ رذائل سے بچتے ہوئے خصائل کا خوگر ہو کر اپنے اسی احسن تقویم والے روپ کو بحال کر لیتا ہے۔ تو اس نے اپنی شخصیت کی تعمیر کر لی۔ تعمیر شخصیت کے مختلف روپ دراصل ایک ہی بیج سے پھوٹنے والے ثمر آور درخت ہوتے ہیں۔ شخصیت کی تعمیر اصلاح قلب سے ہوتی ہے۔ جو یاد الٰہی کا نتیجہ ہوتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کی یاد جب کسی دل میں گھر کرتی ہے۔ تو اس کی شخصیت اسی فطرت سلیمہ کی طرف لوٹ آتی ہے۔ اس میں تکبر کی بجائے عجز و نیاز، سرکشی کی جگہ اطاعت و انقیاد، گناہ کی جگہ تقویٰ و تدین، ظلم کی جائے عدل و انصاف اور لوٹنے کی بجائے لٹانے کا ملکہ پیدا ہو جاتا ہے۔ یہی چیزیں اس کی تعمیر شخصیت کی علامات قرار پاتی ہیں۔

ہر لحظہ ہے مومن کی نئی آن نئی شان
گفتار میں، کردار میں، اللہ کی برہان

Marfat.com

شاہ جیلاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی پوری حیات مقدسہ نہ صرف تعمیر شخصیت کا ایک بہت بڑا شاہکار تھی بلکہ اس راہ کے مسافروں کے لیے ایک پرکشش مشعل راہ بھی تھی۔ ان کی شخصیت کے مختلف روپ ایک انسان کی رہنمائی کرتے ہیں کہ اس نے اپنی شخصیت کی تعمیر کس طرح اور کن بنیادوں پر کرتی ہے؟ ان کی ذات سے محبت اور وابستگی کا تقاضا ہے کہ ہم ان کی مقدس شخصیت کو اپنی تعمیر شخصیت کے لیے خضر راہ بنائیں۔ کیونکہ جیسے باپ کے لیے یہ بہت بڑی خوشی کا مقام ہوتا ہے کہ اس کا بیٹا سنور جائے۔ ایسے ہی ایک شیخ کامل کے لیے یہ انتہائی مسرت کا موقع ہوتا ہے کہ اس کا ارادت مند اخلاق حسنہ سے مزین ہو کر اپنی شخصیت کی تعمیر کر لے۔ آپ کی زندگی کے چند پہلو ملاحظہ ہوں۔

(۱) غربا پروری

یہی ہے ذوق عبادت کی انتہا ساغر
غم حیات کے ماروں کا احترام کرو

دین بنیادی طور پر دو چیزوں کے مجموعے کا نام ہے۔ ایک اللہ تعالیٰ کے حقوق ادا کرنا اور دوسرا اللہ تعالیٰ کے بندوں کے حقوق ادا کرنا۔ یعنی دین حقوق اللہ اور حوق العباد کی ادائیگی کا نام ہے۔ اور حقوق العباد میں غربا پروری ایک کلیدی حیثیت رکھتی ہے۔ کیونکہ دیگر حقوق العباد کے معاملہ میں مطالبہ بھی ہوسکتا ہے۔ لیکن غربا و مساکین صرف التماس کر سکتے ہیں، مطالبہ نہیں۔ اس لیے دین میں غربا پروری کی بہت زیادہ اہمیت ہے اور اسے حقوق اللہ سے متصل ذکر کیا جاتا ہے۔ قرآن کریم میں ذکر ہے کہ جب اہل جنت، جنت میں چلے جائیں گے، اور دوزخی دوزخ میں پھینک دیئے جائیں گے۔ تو ان میں یہ مکالمہ ہوگا۔

فِیْ جَنّٰتٍ ﵛ یَتَسَآءَلُوْنَ ﴿۴۰﴾ عَنِ الْمُجْرِمِیْنَ ﴿۴۱﴾ مَا سَلَکَکُمْ فِیْ سَقَرَ ﴿۴۲﴾ قَالُوْا لَمْ نَکُ مِنَ الْمُصَلِّیْنَ ﴿۴۳﴾ وَ لَمْ نَکُ نُطْعِمُ الْمِسْکِیْنَ ﴿۴۴﴾

''وہ باغوں میں ہوں مجرموں سے پوچھتے ہوں گے۔ تمہیں کس چیز نے دوزخ میں پھینک دیا ہے وہ کہیں گے ہم نماز پڑھنے والوں میں سے نہیں تھے اور ہم مساکین

Marfat.com

کو کھانا نہیں کھلاتے تھے''۔ (المدثر)

اس مکالمہ سے واضح ہے کہ حقوق اللہ کی ادائیگی کے بعد انسان پر سب سے زیادہ جو چیز ضروری ہے۔ وہ غرباء کو ان کا حق دینا ہے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کا ایک پہلو غربا پروری ہے۔ غریبوں کی مدد کرنا اور بھوکوں کو کھانا کھلانا آپ کو جتنا محبوب تھا۔ اس کا اندازہ آپ کے اس فرمان سے لگائیے۔

فَتَّشْتُ الْاَعْمَالَ كُلَّهَا فَمَا وَجَدْتُ فِيْهَا اَفْضَلَ مِنْ اِطْعَامِ الطَّعَامِ وَلَا اَشْرَفَ مِنَ الْخُلُقِ الْحَسَنِ اَوُدُّ لَو كَانَتْ الدُّنْيَا بِيَدِیْ اَطْعَمُهَا الْجَائِعَ (1)

''میں نے تمام اعمال کی تحقیق کی تو مجھے بھوکوں کو کھانا کھلانے سے بہتر کوئی عمل نظر نہ آیا۔ اور نہ ہی مجھے اچھے اخلاق سے معزز کوئی چیز نظر آئی۔ اگر پوری دنیا کا مال و متاع میرے پاس ہوتا، تو میں بھوکوں کو کھانا کھلا دیتا''۔

غربا پروری آپ کی زندگی کا ایک روشن اور تابناک پہلو ہے۔ آپ کی حیات مبارکہ کا مطالعہ بتاتا ہے کہ آپ لینے والے نہیں، دینے والے پیر تھے۔ آپ نے اس مقدس سجادہ کو جلب زر کا ذریعہ نہیں بنایا تھا۔ بلکہ آپ کے پاس جو کچھ آتا، اسے بھی غریبوں میں بانٹ دیتے اور اگر حالات کا تقاضا ہوتا تو اپنے تن مبارک سے کپڑے اتار کر بھی غرباء کو عطا فرما دیتے تھے۔ آپ کی شان غربا پروری کا ایک منظر تو یہ ہے۔

آپ فرماتے ہیں کہ جب میں علم حاصل کرنے کے لیے بغداد گیا تو مجھے بیس دن تک کھانے کو کوئی چیز نہ ملی اور نہ ہی مجھے کوئی مباح چیز ملی۔ تب میں کسریٰ کے محل کے کھنڈر کی طرف گیا۔ کہ کوئی مباح چیز مل جائے۔ میں نے وہاں ستر اولیاء اللہ کو پایا جو میری طرح کسی مباح چیز کے طالب تھے۔ مجھے ان سے مزاحم ہونا، خلاف مروت نظر آیا۔ میں وہاں سے واپس آ گیا۔ واپسی پر مجھے میرے علاقے کا ایک آدمی ملا۔ اس نے مجھے ایک سونے کا ٹکڑا

1۔ قلائد الجواہر، صفحہ 194

Marfat.com

دیا۔ اور کہا کہ یہ تمہارے لیے تمہاری والدہ نے بھیجا ہے۔ میں نے اس میں سے کچھ رکھا اور باقی جا کر ان ستر اولیاء میں تقسیم کر دیا جو ایوان کسریٰ میں تلاش مباح میں مصروف تھے۔ اور واپس آ کر میرے پاس جو سونا تھا اس کا کھانا خریدا اور فقراء کو آواز دی اور ہم سب نے مل کر کھایا۔(1)

یہاں آپ کی غربا پروری کی بہت سی چیزیں نمایاں ہو رہی ہیں کہ آپ کو بیس دن سے کوئی چیز کھانے کو نہیں ملی، لیکن جب دوسرے لوگوں کو اس حال میں پایا تو وہاں سے کوئی چیز تلاش کرنا بھی خلاف مروت لگا اور کمال ایثار کا مظاہرہ کرتے ہوئے واپس آ گئے۔ جب والدہ ماجدہ کی طرف سے ایک پارہ زر ملا۔ تو اسے اپنے لیے بچا کر نہیں رکھا، باوجود اس کے کہ حالات ایسے نہیں تھے کہ اگلے مہینے یا اتنی دیر بعد پھر میری والدہ کوئی ایسی چیز ہی بھیج دیں گی۔ آپ نے اسے فقراء میں تقسیم کر دیا۔ اور باقی کا کھانا خرید کر فقراء کے ساتھ مل کر کھایا۔ اس تنگی اور مشکل کے عالم میں بھی غربا کی یہ محبت حضرت شاہ جیلاں کی زندگی کا ایک اہم پہلو ہے کہ اپنی تنگی کی پرواہ نہ کرتے ہوئے غرباء و فقراء کی ضرورت کو ترجیح دی۔

ایک مرتبہ آپ نے ایک فقیر کو دیکھا، جو پریشان تھا۔ استفسار کرنے پر کہنے لگا کہ آج صبح میں نہر کے کنارے پر گیا اور ملاح سے کہا کہ وہ مجھے دوسری طرف لے جائے اس نے انکار کر دیا۔ تو اس غربت کے سبب میرا دل ٹوٹ گیا۔ ابھی وہ بات کر رہی رہا تھا۔ ایک شخص آیا اس نے تیس دینار کی ایک تھیلی حضرت شاہ جیلان رحمۃ اللہ علیہ کی نذر کی۔ آپ نے وہ تھیلی اسی وقت اسی فقیر کو دی اور فرمایا کہ جا کر ملاح کو دو اور اسے کہو کہ آئندہ کسی فقیر کی بات رد نہ کرے۔ پھر آپ نے اپنی قمیص بھی اتار کر اس فقیر کو دے دی۔(2)

اس واقعہ سے واضح ہے کہ آپ کی غربا پروری کا یہ عالم تھا کہ جو کچھ آپ کے آتا تھا۔ فقراء میں بانپ دیتے تھے۔ صرف اسی پر اکتفاء نہیں کرتے تھے بلکہ قمیص تک بھی اتار کر سائل کو دینے سے گریز نہیں کرتے تھے۔ اب اگر کوئی غریبوں سے نذرانے اکٹھے کر کے

1۔ بہجۃ الاسرار، صفحہ 297-298 2۔ نفس مصدر، صفحہ 299

Marfat.com

ارب سے کھرب پتی بنتا جا رہا ہے تو وہ شاہ جیلاں کے راستے پر نہیں چل رہا۔ بلکہ فقیری کے نام پر مہاجن کا کردار ادا کر رہا ہے۔

حضرت شیخ کا طریقہ تو یہ تھا کہ جب آپ حج کرنے کے لیے گئے۔ جب حلہ کے مقام پر پہنچے تو فرمانے لگے سب سے غریب آدمی کے گھر میں قیام کریں گے۔ پھر ایک غریب ترین آدمی کے گھر جلوہ فرما ہو گئے۔ جب اس علاقے کے رؤسا کو پتہ چلا تو وہ حاضر ہو کر عرض کرنے لگے کہ آپ ہمارے عالی شان محلات میں تشریف لائیں۔ لیکن آپ نے انکار فرمایا اور اسی غریب ترین آدمی کے گھر میں ہی جلوہ افروز رہے۔ لوگوں نے آپ کی خدمت میں کثیر نذرانے پیش کیے۔ جن میں بہت سے اونٹ، بکریاں اور دیگر تحائف شامل تھے۔ دوسرے دن آپ نے وہ سب نذرانے اس گھر والے غریب آدمی کو دیئے۔ اور خود آگے تشریف لے گئے۔ شیخ کی اسی غریب پروری کے سبب وہ غریب ترین آدمی امیر ترین آدمیوں میں شمار ہونے لگا۔ (1)

اس سے واضح ہوا کہ آپ نذرانے اکٹھے کرنے کے لیے دورہ نہیں کرتے تھے۔ اور نہ ہی غریب عقیدت مندوں کو کم درجہ دیتے تھے بلکہ آپ قیام بھی غرباء کے ہاں کرتے۔ تاکہ ان کا دل نہ ٹوٹے۔ اور نذرانے بھی غرباء میں ہی بانٹ دیتے تھے۔ غرباء سے یہ محبت اور فقراء پر یہ عنایات حضرت شیخ کی زندگی کا ایک بہت قابل غور پہلو ہے۔ حضرت شیخ سے اظہار عقیدت کرنے والے اور آپ کے اسم گرامی کے صدقے اپنی عظمتوں کو چار چاند لگانے والے، اگر آپ کی عظمت کے ان پہلوؤں پر غور بھی نہ کریں اور اس روپ میں امیر سے امیر تر ہوتے چلے جائیں تو اسے حضرت غوث پاک کے نام پر تجارت نہ کہا جائے تو کس نام سے موسوم کیا جائے گا؟ شاید ایسے ہی تاجروں کے لیے اقبال نے کہا تھا۔

نذرانہ نہیں سود ہے پیران حرم کا
ہر خرقہ سالوس کے اندر ہے مہاجن

1۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، زبدۃ الآثار، صفحہ 105

Marfat.com

میراث میں آئی ہے انہیں مسند ارشاد
زاغوں کے تصرف میں عقابوں کے نشیمن

(۲) مثبت سوچ

مثبت سوچ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں میں سے ایک عظیم نعمت ہے۔ یہی نعمت ابدی شادمانیوں اور اکتساب فیض کا بہت بڑا ذریعہ ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ کسی بھی ذات کے مثبت پہلوؤں پر توجہ مبذول کر کے اس سے استفادہ کیا جائے۔ اور انسان دوسرے کی خوبیوں کو اس یکسوئی سے دیکھے۔ کہ اگر اس میں کوئی خامی ہو، تو وہ اس کی بھی کوئی توجیہہ کر لے۔ یعنی اسے صرف اور صرف اس کی خوبیاں ہی دکھائی دیں۔ ایسی سوچ رکھنے والا انسان ایک تو کائنات کو بڑا ہی حسین اور دلربا دیکھنے کا ملکہ پیدا کر لیتا ہے۔ دوسرے یہ کہ اکتساب فیض کے بہت سے دروازے اس کے لیے کھل جاتے ہیں۔ کیونکہ ہدایت کا تعلق محض دلائل سے نہیں، مثبت سوچ اور طلب صادق سے ہوتا ہے۔

شاہ جیلاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی، مثبت سوچ کا ایک بہت بڑا شہکار تھی۔ آپ نے اپنی تعلیمات میں اس چیز کو بہت زیادہ اجاگر کیا ہے۔ تعمیر شخصیت میں آپ کی زندگی کا یہ پہلو بھی ایک نمایاں کردار ادا کرتا ہے۔ اس تناظر میں آپ کی زندگی سے ایک مثال ملاحظہ ہو۔

ابو سعید عبداللہ محمد بن ہبۃ اللہ کہتے ہیں کہ میں جوانی میں طلب علم کے لیے بغداد گیا۔ وہاں مدرسہ نظامیہ میں ابن سقاء میرا ہم درس تھا۔ ہم عبادت کرتے اور صالحین کی زیارت کیا کرتے تھے۔ ان دنوں بغداد میں ایک صالح آدمی تھے جنہیں لوگ غوث کہا کرتے تھے۔ ان کے متعلق مشہور تھا کہ وہ جب چاہتے ہیں، حاضر ہو جاتے اور جب چاہتے ہیں چھپ جاتے ہیں۔ میں، ابن سقاء اور حضرت عبدالقادر جیلانی نے ان کی زیارت کا قصد کیا۔ ابن سقاء نے راستے میں کہا آج میں ان سے ایک ایسا سوال کروں گا کہ وہ اس کا جواب نہیں دے سکیں گے۔ میں نے کہا میں بھی ان سے ایک مسئلہ پوچھوں گا اور پھر

Marfat.com

دیکھوں گا۔ کہ وہ کیا جواب دیتے ہیں؟ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے فرمایا کہ میں ان سے کوئی ایسا سوال کرنے نہیں جا رہا۔ میں تو ان کی خدمت میں ان کی زیارت کا منتظر رہوں گا۔ جب ہم ان کی خدمت میں پہنچے تو وہ وہاں موجود نہیں تھے۔ پھر ہم نے اچانک وہاں بیٹھے ہوئے دیکھا۔ انہوں نے ابن سقاء کی طرف غصے سے دیکھا۔ اور فرمایا تجھے خرابی ہو۔ تو مجھ سے ایسا مسئلہ پوچھتا ہے جس کا مجھے جواب نہ آئے گا۔ وہ مسئلہ یہ ہے اور اس کا حل یہ ہے اور میں دیکھتا ہوں کہ کفر کی آگ تیرے اندر بھڑک رہی ہے۔ پھر میری طرف دیکھ کر کہا۔ اے عبداللہ! کیا تم مجھ سے سوال کرنے آئے ہو کہ میں اس کا کیا جواب دیتا ہوں؟ وہ سوال یہ ہے اور اس کا جواب یہ ہے۔ تمہاری بے ادبی کے سبب دنیا تم پر کانوں کی لو تک گرے گی۔ پھر انہوں نے شیخ عبدالقادر کی طرف دیکھا اور اپنے قریب کیا۔ ان کی تعظیم کی اور فرمانے لگے۔ اے عبدالقادر! تم نے اپنے ادب کی وجہ سے خدا اور رسول کو راضی کیا۔ میں دیکھ رہا ہوں کہ تم بغداد میں منبر پر بیٹھ کر یہ اعلان کر رہے ہو کہ میرا یہ قدم اولیاء کی گردنوں پر ہے۔ اور گویا میں اس وقت کے اولیاء کو دیکھ رہا ہوں کہ انہوں نے تمہارے جلال کی وجہ سے اپنی گردنوں کو جھکا دیا ہے۔ پھر وہ بزرگ وہاں سے غائب ہو گئے۔

محمد بن ہبۃ اللہ کہتے ہیں کہ انہوں نے حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے متعلق جو کچھ فرمایا، ویسا ہی ہوا۔ اللہ تعالیٰ نے انہیں اپنا قرب عطا فرمایا اور انہوں نے خدا کے فضل سے اپنے وقت پر کہا کہ میرا یہ قدم اولیاء اللہ کی گردنوں پر ہے۔ ابن سقاء بہت بڑا مناظر بنا۔ اس کی فصاحت و بلاغت کا چرچا ہوا۔ شاہ روم نے اسے عیسائی پادریوں کے ساتھ مناظرہ کرنے کے لیے بلایا اس نے سب کو شکست دے دی۔ پھر وہ بادشاہ کی لڑکی پر فریفتہ ہو گیا اور بادشاہ سے اس کے ساتھ نکاح کرنے کی درخواست کی۔ بادشاہ نے عیسائی ہونے کی شرط لگائی وہ مرتد ہو گیا اور اس نے بادشاہ کی لڑکی سے شادی کر لی۔

اور میں دمشق میں آیا اور سلطان نورالدین ملک شہید نے مجھے اوقاف پر حاکم مقرر کر دیا۔ اور دنیا میرے ویسے ہی قریب آئی جیسے مذکورہ غوث نے فرمایا تھا۔ اس طرح ہم تینوں

Marfat.com

کے متعلق غوث کا کلام پورا ہو گیا۔(1)

آپ کی زندگی کا یہ واقعہ آپ کی شخصیت کے جس اہم اور مرکزی وصف کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ مذکورہ بالا ساتھیوں کے برعکس آپ کی ذات میں کس قدر طلب صادق اور مثبت سوچ پائی جاتی تھی۔ آپ کے دونوں ساتھیوں میں سے ایک نے اس ولی اللہ کو لاجواب کرنے کی نیت کی اور دوسرے نے ان کا امتحان لینا چاہا۔ جب کہ آپ نے صرف ان کی زیارت کا قصد کیا اور ان کے فیضان سے مستفیض ہونے کی نیت کی۔ آپ کی اسی مثبت سوچ کا اثر تھا۔ کہ آپ محبوب سبحانی اور قطب ربانی کے مقام پر فائز ہوئے اور آپ کے ساتھیوں میں سے جس نے لاجواب کرنے کی نیت کی۔ وہ نعمت ایمان کھو بیٹھا اور جس نے امتحان لینا چاہا۔ وہ گمراہی سے بمشکل بچا۔ آپ کی شخصیت کا یہ پہلو ہمیں درس دیتا ہے کہ اہل اللہ کی زیارت کا قصد کرنا اور ان کے فیضان سمیٹنے کی نیت سے، ان کے پاس جانا انسان کے لیے بے پناہ سعادتوں اور خوش بختیوں کا سبب ہے۔ اور انہیں لاجواب کرنے کی نیت سے ان کے پاس جانا، انسان کو گمراہ و بے دین کرنے کا سبب بن سکتا ہے اور جو بھی مثبت سوچ کا حامل ہوگا اس کا دامن بھر دیا جائے گا۔

سفر ہے شرط مسافر نواز بہتیرے ہزار ہا شجر سایہ دار راہ میں ہے

آپ نے مثبت سوچ اپنانے کی بہت زیادہ تاکید کی ہے۔

ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

''میں ایک بزرگ کی خدمت میں رہا کرتا تھا۔ وہ میرے تمام واقعات ماضی و مستقبل بیان کر دیا کرتے تھے۔ ان کے ساتھ ایک خوبصورت لڑکا رہا کرتا تھا اور وہ بادشاہوں کے یہاں بھی آیا جایا کرتے تھے۔ پس اس وجہ سے میرے دل میں خطرہ گزرا۔ ''کہ ولی اور یہ حالت''۔ پس انہوں نے آپ سے فرمایا کہ یہ بچہ خانقاہ میں رہتا ہے اور میں ڈرتا ہوں کہ اگر میں اس کو وہاں چھوڑ دوں، تو لوگ اس

1۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، بہجۃ الاسرار، صفحہ 10 تا 12

Marfat.com

کی وجہ سے ہلاکت میں نہ پڑ جائیں، اور میرا بادشاہوں کے پاس جانا تو میری کوئی حاجت ان سے نہیں ہے۔ محض انہیں نصیحت کرنے کے لیے ان کے پاس جاتا ہوں اور انہیں عدل و انصاف کا راستہ بتاتا رہتا ہوں"۔ (1)

حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ نے اس اسلوب سے دراصل ہمیں مثبت سوچ اپنانے کی تلقین فرمائی ہے۔ یہ بات سمجھانے کا ایک انداز ہے یا تربیت کا ایک مرحلہ۔ بہرکیف آپ اس سے واضح یہ فرما رہے ہیں کہ ایسے مواقع پر جہاں بظاہر منفی سوچ رکھنے کے شواہد موجود ہوں محض گمان کی بناء پر مثبت سوچ کو چھوڑ دینا، سلامتی کا راستہ نہیں ہے۔ مومن کی شان یہ ہے کہ وہ محض گمان کی بناء پر منفی سوچ نہ اپنا لے۔ بلکہ اس میں خیر کا پہلو تلاش کرے۔ یہی روش سعادتیں سمیٹنے کا ذریعہ ہے۔ ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں۔

اِسْمَعْ قَوْلَ الشُّیُوْخِ وَاعْمَلْ بِهٖ اِحْتَرِمْهُمْ اِنْ اَرَدْتَ الْفَلَاحَ كَانَ لِیْ شَیْخٌ كُلَّمَا اَشْكَلَ عَلَیَّ وَخَطَرَ بِقَلْبِیْ یُحَدِّثُنِیْ بِهٖ وَلَا یُحْوِجُنِیْ اِلَی الْكَلَامِ فَكَانَ ذٰلِكَ لِاِحْتِرَامِیْ وَحُسْنِ اَدَبِیْ مَعَهٗ مَا صَحِبْتُ قَطُّ الشُّیُوْخَ اِلَّا بِالْاِحْتِرَامِ وَحُسْنِ الْاَدَبِ (2)

"شیوخ کی بات سن اور اس پہ عمل کر اور ان کا احترام کر، اگر تجھے اپنی فلاح مقصود ہے۔ میرے ایک شیخ تھے، اگر میرے دل میں کوئی سوال پیدا ہوتا یا میرے دل میں کوئی بات گزرتی تو وہ خود بخود مجھ سے بیان کر دیا کرتے تھے اور مجھے بات چیت کرنے کی تکلیف نہ دیتے تھے۔ یہ اس لیے تھا کہ میں ان کا احترام کرتا تھا اور ان کے ساتھ حسن ادب ملحوظ رکھتا تھا۔ میں کبھی مشائخ کی صحبت میں بغیر احترام اور حسن ادب کے نہ رہا"۔

آپ اپنے اس فرمان سے یہ واضح فرما رہے ہیں کہ میں مشائخ کا جو احترام دل میں رکھتا تھا، یہ اسی کی برکت تھی کہ اگر میرے دل میں کوئی سوال ابھرتا یا کوئی اشکال پیدا ہوتا۔

1۔ الفتح الربانی، صفحہ 746-747 2۔ نفس مصدر، صفحہ 533

Marfat.com

تو وہ میرے بتائے بغیر اسے حل کر دیتے تھے۔ یاد رہے کہ اگر کسی کے متعلق مثبت سوچ ہی نہ ہو، تو نہ اس کا ادب کیا جا سکتا ہے اور نہ ہی اُس کا احترام بجالایا جا سکتا ہے۔ گویا ادب و احترام مثبت سوچ اور طلب صادق کا نتیجہ ہے۔ جیسے یہ نعمت مل جائے وہی بزرگوں کے فیضان سے مستفیض ہوگا اور اگر اس کے دل میں کوئی اعتراض پیدا ہو بھی جائے۔ تو اس کے احترام کے نتیجے میں اس کے کچھ کہے بغیر اس کے دل کو مطمئن کر دیا جائے گا۔ اور وہ گمراہی سے بچ کر سلامتی کے راستہ پر گامزن ہو جائے گا۔

حضرت شیخ نے اس حقیقت کو بڑی تاکید اور تفصیل سے بیان کیا ہے۔ کہ انسان کو مثبت سوچ اس حد تک اپنانی چاہیے۔ کہ ہر دوسرے انسان کو اپنے آپ سے بہتر اور افضل سمجھنا چاہیے۔ ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں۔

لَا يَلْقَى الْعَبْدُ أَحَدًا مِنَ النَّاسِ اِلَّا رَاٰى لَهُ الْفَضْلَ عَلَيْهِ وَيَقُوْلُ عَسٰى اَنْ يَكُوْنَ عِنْدَ اللهِ خَيْرًا مِنِّىْ وَاَرْفَعَ دَرَجَةً، فَاِنْ كَانَ صَغِيْرًا قَالَ هٰذَا لَمْ يَعْصِ اللهَ تَعَالٰى وَاَنَا قَدْ عَصَيْتُ فَلَا شَكَّ اَنَّهُ خَيْرٌ مِنِّىْ، وَاِنْ كَانَ كَبِيْرًا قَالَ هٰذَا عَبَدَ اللهَ قَبْلِىْ، وَاِنْ كَانَ عَالِمًا هٰذَا أُعْطِىَ مَالَمْ اَبْلُغْ وَنَالَ مَالَمْ أَنَلْ وَعَلِمَ مَا جَهِلْتُ وَهُوَ يَعْمَلُ بِعِلْمِهٖ وَاِنْ كَانَ جَاهِلًا قَالَ هٰذَا عَصَى اللهَ بِجَهْلٍ وَاَنَا عَصَيْتُهٗ بِعِلْمٍ، وَلَا اَدْرِىْ بِمَ يُخْتَمُ لِىْ وَبِمَ يُخْتَمُ لَهٗ وَاِنْ كَانَ كَافِرًا وَقَالَ لَا اَدْرِىْ عَسٰى اَنْ يُسْلِمَ فَيُخْتَمَ لَهٗ بِخَيْرِ الْعَمَلِ وَعَسٰى اَكْفُرُ فَيُخْتَمَ لِىْ بِسُوْءِ الْعَمَلِ (1)

''انسان جس سے بھی ملے اسے اپنی ذات سے بہتر سمجھے اور کہے کہ شاید یہ شخص اللہ تعالیٰ کے نزدیک مجھ سے بہتر اور مرتبہ میں مجھ سے بلند ہو۔ اگر ملنے والا چھوٹا ہے۔ تو کہے کہ اس نے اللہ تعالیٰ کی نافرمانی نہیں کی اور میں نافرمانی کا مرتکب ہوا

1۔ فتوح الغیب، صفحہ 142-143

Marfat.com

ہوں۔ اس لیے یہ بلاشبہ مجھ سے بہتر ہے اور اگر ملنے والا عمر میں بڑا ہو تو کہے کہ اس نے مجھ سے پہلے رب کی عبادت کی ہے اور اگر ملنے والا عالم ہے، تو کہے کہ اسے وہ چیز عطا کی گئی۔ جس تک میری رسائی نہیں اور اس نے وہ کچھ پایا ہے جو میں نہیں پا سکا۔ اور اسے وہ علم ہے جو مجھے نہیں اور وہ علم کے ساتھ عمل بھی کرتا ہے اور اگر ملنے والا جاہل ہے۔ تو کہے کہ اس نے تو نادانی میں خدا کی نافرمانی کی ہے اور میں جانتے بوجھتے جرم کا مرتکب ہوا ہوں۔ اور مجھے یہ علم نہیں کہ میرا انجام کیسا ہوگا اور اس کا خاتمہ کس حال میں ہوگا؟ اور اگر ملنے والا کافر ہے تو کہے ممکن ہے، اسے دولت ایمان نصیب ہو جائے۔ اور اس کا خاتمہ بالخیر ہو اور ممکن ہے میں کافر ہو جاؤں اور میرا خاتمہ برے حال میں ہو"۔

یہ ہے وہ مثبت سوچ، جس کی تلقین شاہ جیلاں شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے فرمائی ہے۔ ہر شخص اپنا محاسب بن کے خود فیصلہ کر سکتا ہے۔ کہ وہ کہاں کھڑا ہے اور غوث پاک سے اس کی عقیدت صرف لفظوں کی حد تک ہے، یا اسے ان کی تعلیمات اپنانے کا شرف بھی حاصل ہے۔

(۳) حق گوئی و بے باکی

شاہ جیلاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تابناک زندگی کے وہ حسین پہلو جو تعمیر شخصیت کے لیے مشعل راہ کی حیثیت رکھتے ہیں۔ ان کا ایک زاویہ آپ کی حق گوئی و بیباکی بھی ہے۔ حق گوئی یا صداقت کو اپنانے کی خواہش تو ہر انسان کے دل میں انگڑائیاں لیتی ہے لیکن کبھی مفاد کبھی خواہش اور کبھی کوئی اور بشریٰ کمزوری اس کی راہ میں حائل ہو جاتی ہے۔ وہ کلمہ حق کہنا تو چاہتا ہے۔ لیکن کسی کی طاقت اور کسی کی شاہی اس کی زبان سے حق گوئی و بیباکی کی صلاحیتوں کو سلب کر لیتی ہے۔ جب کہ صداقت کا وصف ایک ایسی خوبی ہے جو اصلاح اعمال اور قرب الٰہی کی منزلیں انسان پر کشادہ کرتی ہے۔

یہ وصف تو حضرت شاہ جیلاں کی گویا گھٹی میں رچا بسا تھا اور حق گوئی اور صدق ہی آپ

Marfat.com

کے تمام معاملات و کیفیات کی بنیاد تھا۔ شیخ محمد بن قائد الاوانی فرماتے ہیں کہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے پاس تھا میں نے آپ سے دریافت کیا۔

عَلَامَ بُنِیَتْ اَمْرُکَ فَقَالَ عَلَی الصِّدْقِ مَا کَذَبْتُ قَطُّ فَلَا لَمَّا کُنْتُ فِی الْمَکْتَبِ (1)

''آپ کے معاملات کی بنیاد کس چیز پر رکھی گئی ہے۔ آپ نے فرمایا صدق پر۔ میں نے زندگی بھر کبھی جھوٹ نہیں بولا۔ اور نہ ہی اس وقت جب کہ میں مکتب میں پڑھتا تھا''۔

آپ کی حق گوئی اور صداقت پسندی کا اندازہ آپ کی زندگی کے اس مشہور واقعہ سے بخوبی لگایا جاسکتا ہے کہ جب آپ طلب علم کے لیے بغداد جا رہے تھے۔ تو راستے میں ڈاکو قافلہ پر حملہ آور ہو گئے۔ انہوں نے لوگوں کا سب مال اسباب لوٹ لیا ایک ڈاکو نے آپ کے پاس سے گزرتے ہوئے آپ سے پوچھا۔ کہ تمہارے پاس بھی کچھ ہے؟ تو آپ نے کمال صداقت کا مظاہرہ کرتے ہوئے فرمایا کہ ہاں میرے پاس چالیس دینار ہیں۔ جو میری صدری میں سلے ہوئے ہیں۔ وہ ڈاکو یہ تصور بھی نہیں کرسکتا تھا کہ اس موقع پر بھی کوئی انسان صداقت کا دامن اتنی مضبوطی سے پکڑ سکتا ہے اور اتنی سچی بات کہہ سکتا ہے۔ اس نے سوچا شاید یہ جوان مذاق کر رہا ہے۔ ایک دوسرے ڈاکو نے ایسا ہی سوال کیا۔ اسے بھی آپ نے یہی جواب دیا۔ ڈاکو نے اپنے سردار کے پاس یہ صورت حال بیان کی تو وہ بڑا متعجب ہوا۔ اس نے آپ کو بلا کر پوچھا تو آپ نے وہی جواب دیا۔ پھر جب انہوں نے صدری کو کھول کر دیکھا تو جیسے آپ نے فرمایا تھا، اس میں ویسے ہی چالیس عدد دینار سلے ہوئے تھے۔ ڈاکوؤں کا سردار کہنے لگا۔ آپ جانتے ہیں کہ ہم آپ کا مال و متاع لوٹ رہے ہیں۔ تو آپ نے ہمیں کیوں بتایا۔ کہ میرے پاس دینار ہیں۔ آپ نے کمال استغناء اور متانت سے فرمایا کہ آتے ہوئے میری والدہ نے مجھ سے وعدہ لیا تھا کہ میں ہمیشہ سچ بولوں گا۔

1۔ قلائد الجواہر، صفحہ 195

Marfat.com

چونکہ میں نے والدہ سے سچ بولنے کا وعدہ کیا تھا کہ میں ہمیشہ سچ بولوں گا۔ اس لیے میں ان دیناروں کے لیے اپنی والدہ سے کیے ہوئے وعدے کو نہیں توڑ سکتا تھا۔

آپ کا یہ جواب ڈاکوؤں کے سردار کے قلب و جگر کو گھائل کر گیا۔ اس کی آنکھوں سے آنسو چھلک پڑے اور وہ روتے ہوئے کہنے لگا۔ آپ کتنے اچھے ہیں کہ اپنی ماں سے کیا ہوا وعدہ نہیں توڑتے۔ اور میں کتنا برا ہوں کہ اپنے رب سے کیے ہوئے وعدے توڑ رہا ہوں۔ سردار ڈاکو نے آپ کی صداقت و حق گوئی سے متاثر ہو کر توبہ کی۔ تمام لوٹا ہوا مال واپس کر دیا۔ دیگر تمام ڈاکوؤں نے توبہ کی (1)۔ گویا آپ رشد و ہدایت کی جو شمع روشن کرنے ہی کے لیے دنیا میں تشریف لائے تھے اس کی ابتدا صدق کی بنیاد پر ہوئی۔ آپ فرماتے ہیں کہ میرے ہاتھ پر سب سے پہلے توبہ کرنے والے یہی ڈاکو تھے۔

حق گوئی اور بے باکی حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کا ایک بہت ہی اہم پہلو ہے۔ کسی بھی قسم کا جابرانہ ستم اور شاہی دبدبہ آپ کو کلمہ حق کہنے سے نہ روک سکتا تھا۔ ایک دن خلیفہ وقت آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اور عرض کرنے لگا کہ میں آپ کی کوئی کرامت دیکھنا چاہتا ہوں۔ تاکہ مجھے اطمینان قلبی نصیب ہو جائے۔ آپ نے فرمایا تم کیا چاہتے ہو؟ اس نے کہا میں غیب سے سیب چاہتا ہوں۔ اور وہ سیب کا زمانہ بھی نہیں تھا۔

آپ نے اپنا ہاتھ ہوا میں بلند کیا۔ تو آپ کے ہاتھ میں دو سیب آ گئے۔ آپ نے ایک خلیفہ ابوالمظفر کو دیا اور دوسرا خود رکھا۔ جب آپ نے سیب کاٹا تو سفید تھا اور اس میں سے کستوری کی سی خوشبو آتی تھی۔ مگر جب ابوالمظفر نے اپنا سیب کاٹا تو اس میں سے کیڑا نکلا۔ وہ پوچھنے لگا ایسا کیوں ہوا کہ آپ والا سیب اس قدر اعلیٰ نکلا اور میرے سیب میں سے کیڑا نکلا ہے؟ آپ نے فرمایا اس لیے کہ اس سیب کو ظالم کا ہاتھ لگ گیا ہے۔ اسی لیے اس میں کیڑا پیدا ہو گیا ہے۔ (2)

ایک مرتبہ اس سے بھی عجیب واقعہ پیش آیا۔ شیخ ابوالعباس الخضر الحسین الموصلی کہتے

1۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو نفس مصدر، صفحہ 195-196 2۔ بہجۃ الاسرار، صفحہ 171-172

Marfat.com

ہیں کہ ایک رات ہم بغداد میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کے مدرسہ میں موجود تھے کہ خلیفہ مستنجد باللہ ابوالمظفر آپ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ اس نے آپ کو سلام عرض کیا اور آپ سے نصیحت چاہی۔ اور آپ کے سامنے مال و دولت سے بھری ہوئی دس تھلیاں بھی رکھ دیں، جنہیں اس کے دس خادم اٹھائے ہوئے تھے۔ آپ نے فرمایا مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔ تو وہ انہیں قبول کرنے پر بہت زیادہ اصرار کرنے لگا اور اس نے یہ تھیلیاں قبول کرنے کے لیے بہت زیادہ ضد کی تو حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے ان میں سے ایک تھیلی کو اپنے دائیں ہاتھ میں اور ایک کو بائیں ہاتھ میں پکڑا۔ اور جب ان دونوں کو دبایا۔ تو ان میں سے خون بہہ نکلا تو آپ نے فرمایا یَا اَبَا الْمُظَفَّرِ مَا تَسْتَحْیِیْ مِنَ اللّٰہِ تَعَالٰی أَنْ تَاخُذَ دَمَ النَّاسِ وَتُقَابِلَنِیْ۔ ''اے ابوالمظفر! تجھے اللہ سے شرم نہیں آتی کہ تو لوگوں کا خون چوس کے مجھے دینا چاہتا ہے''۔ یہ منظر دیکھ کر خلیفہ پر غشی طاری ہوگئی۔ تو آپ نے فرمایا:

لَوْلَا حُرْمَةُ اِتِّصَالِهٖ بِرَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم لَتَرَكْتُ الدَّمَ يَجْرِيْ اِلٰى بَيْتِهٖ (1)

''اگر مجھے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے تیری قرابت داری کا لحاظ نہ ہوتا۔ تو میں اس خون کو بہنے دیتا۔ یہاں تک کہ یہ تمہارے گھر تک جا پہنچتا''۔

یہ واقعات متعدد وجوہات کی بنا پر حق گوئی و بیبا کی تابناک مثالیں ہیں۔ بادشاہوں سے قرب کی خواہش ایک ایسی چیز ہے کہ جسے پانے کے لیے لوگ عموماً جبہ و دستار بھی گروی رکھ دیتے ہیں اور تدین و پارسائی بھی۔ لیکن یہاں خلیفہ وقت خود حاضر ہے۔ جب کوئی کسی کے پاس آجاتا ہے۔ تو اس کی غلط بات کو بھی غلط کہتے ہوئے آدمی عموماً مروۃً رک جاتا ہے۔ لیکن حضرت غوث پاک حق گوئی و بے باکی کے اظہار میں نہ اس کے منصب کو اہمیت دیتے ہیں اور نہ ہی مروت کے نام پر حق گوئی سے باز رہتے ہیں کیونکہ جو مروت حق گوئی سے روک

1 قلائد الجواہر، صفحہ 228

Marfat.com

دے، وہ مروت نہیں الحاد کہلاتی ہے۔ پھر کسی غریب یا اپنے جیسے آدمی کو غلطی پر ٹوکنا اتنا مشکل نہیں ہوتا۔ لیکن بادشاہ وقت کو ٹوکتے ہوئے کبھی اس کی طاقت رکاوٹ بن جاتی ہے، اور کبھی کسی مفاد کی امید۔ لیکن شاہ جیلاں کی زندگی کا درس یہ ہے کہ انسان کو حق گوئی سے نہ جبر روکے اور نہ ہی کوئی لالچ۔

آئین جوانمرداں حق گوئی و بیباکی   اللہ کے شیروں کو آتی نہیں روباہی

(۴) تسلیم ورضا

ایک دانشور کا قول ہے۔ انسان اس لیے پریشان ہوتا ہے کہ وہ یہ چاہتا ہے کا ئنات ویسے چلے جیسے میں چاہتا ہوں۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ نہیں کائنات ویسے چلے گی جیسے میں چاہتا ہوں۔ پھر انسان چاہتا ہے کہ چلو کائنات چلے اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ہی۔ لیکن مجھے سمجھ تو آئے۔ کہ ایسا کیوں ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تجھے سمجھ آنا بھی ضروری نہیں کہ ایسا کیوں ہوا ہے۔ یعنی انسان جب تک اپنی مرضی اور منشاء کو حرف آخر سمجھتا رہے گا۔ وہ قلق و اضطراب کے صحراؤں میں ٹھوکریں کھاتا رہے گا۔ اور اس کی شخصیت ٹوٹ پھوٹ کا شکار رہے گی۔ تسلیم ورضاء کا وصف تعمیر شخصیت کا ایک لازمی عنصر ہے۔ اس سے مراد یہ ہے کہ انسان اپنی طرف سے پوری کوشش کرے، جدوجہد میں کوئی کسر اٹھا نہ رکھے، لیکن اس کے نتائج اللہ تعالیٰ کے سپرد کر دے۔ اللہ تعالیٰ اس کے ساتھ جو معاملہ کرے۔ وہ اس پر مطمئن رہے۔ اور اس کے ہر حکم کے سامنے سر تسلیم خم کر دے۔ انسان کو اللہ تعالیٰ اس کی مرضی کے مطابق دے دے وہ پھر بھی خوش رہے۔ اور اگر اس کی مرضی کے مطابق نہ ملے، تب بھی اس کا سر حکم الٰہی کے سامنے جھکا دے۔ اور بقول واصف علی واصف اس کا نظریہ یہ ہو کہ سب کچھ خدا کرتا ہے اور خدا جو کرتا ہے ٹھیک کرتا ہے۔

اگر بخشے زہے قسمت نہ بخشے تو شکایت کیا
سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی کے وہ پہلو جو انسانی سیرت و کردار کی تعمیر

Marfat.com

میں بنیادی کردار ادا کرتے ہیں۔ ان میں سے ایک تسلیم و رضا کا درس بھی ہے۔ آپ نے ہمیشہ لوگوں کو قولی اور عملی طور پر تسلیم و رضا کا درس دیا۔ اور آپ کے نزدیک تسلیم و رضاء کا وصف عبادت الٰہی کی انتہاء ہے۔ ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں۔

سَاَلَنِیْ شَیْخٌ فِی الْمَنَامِ فَقَالَ اَیُّ شَیْءٍ یُقَرِّبُ الْعَبْدَ اِلَی اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ فَقُلْتُ لِذٰلِكَ اِبْتِدَاءٌ وَّانْتِهَاءٌ فَابْتِدَاؤُهٗ اَلْوَرْعُ وَ اِنْتِهَاؤُهٗ الرِّضَا وَالتَّسْلِيْمُ وَالتَّوَكُّلُ (1)

”ایک بوڑھے آدمی نے مجھ سے خواب میں پوچھا۔ وہ کون سی چیز ہے، جو بندے کو اللہ تعالیٰ کے قریب کرتی ہے؟ میں نے کہا کہ اس کی ایک ابتداء ہے اور ایک انتہاء ہے۔ اس کی ابتداء تقویٰ ہے اور اس کی انتہاء رضا، تسلیم اور توکل ہے“۔

ورع و تقویٰ سے مراد ایمان کی وہ حالت ہے، جس سے انسان میں یہ صلاحیت پیدا ہو جاتی ہے کہ وہ زندگی میں کوئی بھی کام کرنے سے پہلے سوچتا ہے کہ یہ کام کرنے سے میرا رب مجھ سے ناراض تو نہیں ہوگا۔ یعنی زندگی کا ہر قدم اللہ تعالیٰ کی ناراضگی سے بچتے ہوئے اٹھانا، تقویٰ کہلاتا ہے۔ بظاہر یہی چیز اللہ تعالیٰ تک سب سے بڑھ کر پہنچانے والی محسوس ہوتی ہے۔ لیکن حضرت غوث پاک فرماتے ہیں کہ ورع و تقویٰ تو اللہ تعالیٰ تک پہنچانے والے راستے کی ابتداء ہیں۔ اور اس کی انتہاء تو تسلیم و رضا اور توکل ہے۔ کیونکہ کوئی کام کرنا اتنا مشکل نہیں ہوتا ہے، جتنا مشکل اپنی پسند و ناپسند کو اللہ تعالیٰ کی مرضی کے مطابق ڈھالنا ہوتا ہے۔ اگر ایک انسان صوم و صلوٰۃ کا پابند ہے تو بلاشبہ یہ ایک بہت بڑی عبادت اور سعادت ہے۔ لیکن اپنی مرضی کو اللہ تعالیٰ کی رضا پر قربان کرنا اور اپنی خواہشات کو اللہ تعالیٰ کے حکم پر وار دینا اس سے کہیں زیادہ مشکل کام ہے۔ مشاہدہ یہ ہے کہ عموماً لوگ صوم صلوٰۃ کے پابند بھی ہوتے ہیں۔ حج و زکوٰۃ بھی ادا کرتے ہیں لیکن رسم و رواج کو نہیں چھوڑ سکتے۔ اپنی خواہشات اور مفادات کی تکمیل میں حکم الٰہی کی قطعاً کوئی پرواہ نہیں کرتے۔ یہی اس چیز

1۔ فتوح الغیب، صفحہ 114

Marfat.com

کی دلیل ہے کہ تقویٰ منزل الٰہی کی ابتداء ہے اور تسلیم و رضا اس کی انتہا ہے۔ ایک مقام پر تسلیم و رضا کا درس دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لَا بُدَّ لِكُلِّ مُؤْمِنٍ فِي سَائِرِ أَحْوَالِهِ مِنْ ثَلَاثَةِ أَشْيَاءَ أَمْرٌ يَمْتَثِلُهُ وَنَهْيٌ يَجْتَنِبُهُ وَقَدَرٌ يَرْضَى بِهِ، فَأَقَلُّ حَالِ الْمُؤْمِنِ لَا يَخْلُو فِيهَا مِنْ أَحَدِ هٰذِهِ الْأَشْيَاءِ الثَّلَاثَةِ (1)

''ہر مومن کے لیے تمام احوال میں تین چیزوں کا ہونا ضروری ہے۔ اللہ تعالیٰ کے ہر حکم کو بجالائے، ممنوعہ افعال سے مکمل احتراز کرے اور اللہ تعالیٰ کے ہر فیصلہ پر راضی رہے۔ مومن کا ادنیٰ درجہ یہ ہے کہ وہ ان تینوں چیزوں میں سے کسی ایک سے بھی کبھی بھی محروم نہ رہے''

یعنی ایمان کا تقاضا، جیسے اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل اور نواہی سے بچنا ہے، ایسے ہی اللہ تعالیٰ کے ہر فیصلہ کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا بھی تقاضائے ایمان ہے۔ تسلیم و رضا کا تعلق ایمان کی پختگی سے ہے، جیسے جیسے ایمان قوی ہوتا ہے، تسلیم و رضا کی صفت زیادہ ہوتی جاتی ہے۔ اور ایمان ہی انسان میں یہ ملکہ پیدا کرتا ہے کہ انسان یہ سوچے کہ ہر چیز کا مالک تو اللہ تعالیٰ ہے۔ میرے پاس جو کچھ بھی ہے اللہ تعالیٰ کی طرف سے امانت ہے۔ یہی عقیدہ ہے جو کسی چیز کے چھن جانے پر انسان کو تسلیم و رضا کے گر سکھاتا ہے کہ جب کوئی چیز میری تھی ہی نہیں تو اگر مجھ سے لے لی گئی ہے تو مجھے اس پر واویلا کرنے کا کیا حق حاصل ہے؟

ان مصائب سے کام لے اکبرؔ غم بڑا مدرک حقائق ہے

عہد نبوت کا یہ واقعہ تسلیم و رضا کے جملہ پہلوؤں کا احاطہ کیے ہوئے ہے۔

حضرت ابو طلحہ رضی اللہ عنہ کا بیٹا بیمار تھا۔ ایک دن وہ اپنے کام کاج کو چلے گئے۔ بعد میں بچے کا انتقال ہو گیا۔ ان کی اہلیہ حضرت ام سلیم رضی اللہ عنہا نے سوچا کہ اب بچے کے باپ کی واپسی کا وقت ہے۔ اور وہ دن بھر کی محنت و مشقت کے بعد واپس آئیں گے۔ اگر آتے ہی انہیں یہ

1۔ نفس مصدر، صفحہ 64

Marfat.com

المناک خبر دی گئی تو ان کے رنج والم کی کوئی انتہاء نہیں رہے گی۔ اس لیے بہتر ہے کہ انہیں بچے کی وفات کی خبر کل دی جائے۔ چنانچہ انہوں نے اپنے لخت جگر کو چارپائی پر لٹا کر اس کے اوپر چادر ڈال دی۔ جب حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ واپس آئے اور انہوں نے پوچھا بچے کا کیا حال ہے؟ تو اس مجسمہ تسلیم و رضا بیوی نے جواب دیا۔

هَدَأَ نَفْسُهُ وَأَرْجُوْ أَنْ يَكُوْنَ قَدِ اسْتَرَاحَ

''اب اسے سکون آ گیا ہے اور مجھے امید ہے کہ اب اس کی تکلیف جاتی رہی ہے''۔

حضرت ابوطلحہ رضی اللہ عنہ نے یہ سمجھا کہ واقعی اب بچے کو سکون ہے۔ انہوں نے وہ رات حسب معمول گزاری۔ صبح جب وہ بیدار ہوئے۔ تو بیوی نے سارا ماجرا کہہ سنایا۔ وہ یہ سن کر بارگاہ رسالت میں حاضر ہوئے۔ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو ام سلیم کے صبر و تحمل کا واقعہ سننے سے بہت مسرت ہوئی اور حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے دعا فرمائی تو اللہ تعالیٰ نے حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقہ میں انہیں اور فرزند عطا فرمایا۔ لہٰذا انصار میں ایک صاحب کہتے ہیں۔ میں نے ان کے نو بچے دیکھے ہیں (1)۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی اسی تسلیم و رضا کا سبق دیتے ہوئے ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

يَا كَذَّابُ أَنْتَ تُحِبُّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ فِي حَالَةِ النِّعْمَةِ فَإِذَا جَاءَ الْبَلَاءُ هَرَبْتَ كَأَنْ لَمْ يَكُنِ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ مَحْبُوْبَكَ إِنَّمَا يَتَبَيَّنُ الْعَبْدُ عِنْدَ الْإِخْتِيَارِ إِذَا جَاءَتِ الْبَلَايَا مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَأَنْتَ ثَابِتٌ فَأَنْتَ مُحِبٌّ وَإِنْ تَغَيَّرْتَ بَانَ الْكَذِبُ (2)

''اے کذاب! تو نعمت کی حالت میں اللہ تعالیٰ سے محبت کرتا ہے اور جب اس کی طرف سے آزمائش آتی ہے تو تو ایسے بھاگتا ہے گویا اللہ تعالیٰ تیرا محبوب ہی نہ تھا۔ بندگی کا اظہار امتحان کے وقت ہوتا ہے جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائش آئے

1۔ صحیح بخاری، کتاب الجنائز، باب من لم یظھر حزنہ عند المصیبۃ، رقم الحدیث 1218

2۔ الفتح الربانی، صفحہ 87

Marfat.com

اور اس پر ثابت قدم رہے۔ تو تو اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا ہے۔ اور اگر اس وقت تو بدل جائے، تو تیرا جھوٹ ظاہر ہو جائے گا"۔

یعنی بندگی کا تقاضا تو تسلیم و رضا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے انسان کو جو کچھ بھی ملے۔ انسان اس کے سامنے سر تسلیم ختم کر دے جو انسان نعمت کے ملنے پر تو اللہ تعالیٰ سے خوش ہو، لیکن کسی آزمائش کے وقت وہ اللہ تعالیٰ کے متعلق بدگماں ہو جائے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا نہیں۔ بلکہ اپنے مفاد سے محبت کرنے والا ہے۔ ایسا انسان اللہ تعالیٰ کی محبت کا دعویٰ کرنے میں جھوٹ ہے۔

حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ راہ تسلیم و رضا تقاضائے عبدیت ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے کسی بھی فیصلے پر اعتراض انسان کے دین اور ایمان کے لیے موت ہے۔ آپ فرماتے ہیں۔

اَلْاِعْتِرَاضُ عَلَى الْحَقِّ عَزَّوَجَلَّ عِنْدَ نُزُوْلِ الْاَقْدَارِ مُوْتُ الدِّيْنِ، مَوْتُ التَّوْحِيْدِ، مَوْتُ التَّوَكُّلِ وَالْاِخْلَاصِ وَالْيَقِيْنِ وَالرُّوْحِ (1)

"امور تقدیریہ کے نازل ہونے کے وقت بندے کا اللہ تعالیٰ پر اعتراض کرنا دین، توحید، توکل، اخلاص، یقین اور روح کی موت ہے"۔

یعنی تسلیم و رضا، دین و ایمان اور توکل و اخلاص کے لیے زندگی، جب کہ اعتراض ان کی موت ہے۔

شاہ جیلاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی زندگی تسلیم و رضا کا ایک عملی نمونہ کس طرح تھی۔ اس کا اندازہ اس چیز سے بخوبی لگایا جا سکتا ہے۔ کہ جب شیخ عبدالقادر جیلانی کے ہاں کسی بچے کی ولادت ہوتی۔ تو آپ اسے ہاتھوں میں پکڑتے۔ آپ فرماتے ہیں کہ میں اسے ہاتھوں میں پکڑ کر کہتا ہوں۔ "یہ میت ہے"۔ اور پھر اسے اپنے دل سے نکال دیتا ہوں۔ بدیں وجہ اگر اس کی وفات بھی ہو جائے۔ تو میرے دل پر کوئی اثر نہیں ہوتا۔ کیونکہ میں نے

1۔ نفس مصدر، صفحہ 76

Marfat.com

اس کی پیدائش کے دن ہی اسے اپنے دل سے نکال دیا تھا۔ اس سلسلہ میں روایت ہے کہ

كَانَ يَمُوْتُ مِنْ اَوْلَادِهٖ مِنَ الذُّكُوْرِ وَالْاِنَاثِ لَيْلَةَ مَجْلِسِهٖ فَلَا يَقْطَعُ الْمَجْلِسَ۔ يَصْعَدُ عَلَى الْكُرْسِيِّ وَيَعِظُ النَّاسَ وَالْغَاسِلُ يَغْسِلُ الْمَيِّتَ فَاِذَا فَرَغُوْا مِنْ غُسْلِهٖ جَاءُوْا بِهٖ اِلَى الْمَجْلِسِ فَيَنْزِلُ الشَّيْخُ وَصَلّٰى عَلَيْهِ (1)

''آپ کے بچوں یا بچیوں میں سے کوئی دوران مجلس فوت ہو جاتا۔ تو آپ اپنی مجلس برخاست نہیں کرتے تھے۔ آپ کرسی پر بیٹھے ہوئے لوگوں کو وعظ فرماتے۔ غسل دینے والا میت کو غسل دیتا۔ جب لوگ غسل دینے سے فارغ ہوتے۔ تو وہ میت کو آپ کی مجلس کے پاس لے آئے۔ آپ کرسی سے نیچے اترتے اور اس کی نماز جنازہ پڑھتے''۔

اولاد میں سے کسی کی وفات والدین کے لیے انتہائی صدمہ وکرب کا سبب ہوتی ہے۔ عموماً ان حالات میں ان کے دل کی دنیا اجڑ جاتی ہے۔ لیکن حضرت شیخ کے تسلیم ورضا کے وصف کا اندازہ لگائیں کہ خلق خدا کی رہنمائی کے لیے جاری مجلس وعظ بھی ختم نہ کرتے، وعظ جاری رہتا۔ جب جنازہ تیار ہو جاتا تو جنازہ پڑھا دیتے۔ اللہ تعالیٰ سب کو آزمائشوں سے محفوظ رکھے۔ لیکن تسلیم ورضا کے بغیر انسان کو دنیا میں اطمینان ملتا ہے نہ ایمان کی حلاوتیں نصیب ہوتی ہیں۔

(۵) طلب علم

انسانی شخصیت کی تعمیر وتشکیل کے لیے علم کی وہی حیثیت ہے۔ جو آنکھ کے لیے نور یا جسم کے لیے روح کی ہے۔ تحصیل علم کے لیے جس قدر تاکید اسلام نے کی ہے کسی دوسرے مذہب میں اس کی مثال ڈھونڈنا بھی ایک سعی لاحاصل ہے۔ پہلی وحی کا پہلا لفظ ہی اقراء ہے کہ پڑھیے۔ اور قرآن کریم میں حضرت آدم علیہ السلام کے مسجود ملائکہ ہونے کا سبب بھی علم کو

1۔ الروض الزاہر، امام برہان ابراہیم بن علی القادری، صفحہ 72، دارالکتب العلمیۃ، بیروت

Marfat.com

ہی قرار دیا گیا ہے اور حضور اکرم ﷺ نے علم کا حصول ہر مرد و زن پہ فرض قرار دیا ہے۔

ان سب حقیقتوں کے باوجود علم کے شرف و مرتبہ کا انکار کرنا اور اپنی بے علمی کو چھپانے کے لیے علم کی فضیلتوں کو ہی نہ ماننا، ایک فیشن سا بنتا جا رہا ہے اور ستم بالائے ستم یہ کہ یہی لوگ اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا بڑا ہی قرب پانے والے اور چہیتے گمان کرتے ہیں۔ حضرت غوث پاک کی پوری زندگی تو علم سیکھنے اور سکھانے میں بسر ہوئی۔ لیکن اگر کوئی اس علم کو صرف ظاہری علم کہہ کر، اس کی قدر و منزلت کو کم کرنا چاہیے۔ تو یہ سوچ اسلامی تعلیمات کے منافی ہے اور ایسی سوچ کا حامل انسان حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات اور افکار کی بھی صراحۃً مخالفت کا ارتکاب کرتا ہے۔

یہ کہنا کہ ہمیں ادراک حقیقت ہو گیا ہے اس لیے ہم اس علم سے مستغنی ہو گئے ہیں۔ تعلیمات شاہ جیلاں کی روشنی میں اس لیے بھی غلط ہے کہ آپ مادر زاد ولی ہیں۔ لیکن علم پڑھنے کے لیے اپنے گھر جیلان سے چل کر بغداد شریف لے جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی نوازشات و عنایات ہر قدم پر ان کی دستگیری کرتی ہیں۔ غیب کے پردے اٹھا دیئے جاتے ہیں، یہ کیفیات اور واردات بھی آپ کو تحصیل علم سے نہیں روکتیں۔ آپ اس وقت بھی فرشتوں کو دیکھتے تھے جب مدرسہ میں پڑھنے جاتے تھے۔ الشیخ محمد بن یحییٰ التاذفی لکھتے ہیں۔

قِيْلَ لَهٗ رَضِیَ اللہ عنه مَتٰی عَلِمْتَ اَنَّكَ وَلِیُّ اللہِ تَعَالٰی قَالَ: كُنْتُ اَنَا اِبْنُ عَشَرَ سِنِيْنَ فِیْ بَلَدِنَا اَخْرُجُ مِنْ دَارِنَا وَاَذْهَبُ اِلَى الْمَكْتَبِ فَاَرَى الْمَلَائِكَةَ عَلَيْهِمُ السَّلَامُ تَمْشِیْ حَوْلِیْ فَاِذَا وَصَلْتُ اِلَى الْمَكْتَبِ سَمِعْتُ الْمَلَائِكَةَ يَقُوْلُوْنَ اِفْسَحُوْا لِوَلِیِّ اللہِ حَتّٰی يَجْلِسَ (1)

"حضرت غوث پاک رضی اللہ عنہ سے پوچھا گیا آپ کو اپنے ولی اللہ ہونے کا علم کب ہوا؟ تو آپ نے فرمایا میں دس سال کا تھا۔ جب میں اپنے گھر میں مکتب میں پڑھنے کے لیے جاتا تھا۔ تو میں فرشتوں کو دیکھتا تھا جو میرے اردگرد چلتے تھے۔

1۔ قلائد الجواہر صفحہ 196

Marfat.com

جب میں مدرسہ میں پہنچتا تو میں فرشتوں کو یہ کہتے ہوئے **سنا۔ کہ اللہ کے** ولی کے لیے جگہ خالی کر دو۔ یہاں تک کہ وہ بیٹھ جائیں''۔

علامہ التاذفی اسی مقام پر مزید لکھتے ہیں کہ آپ فرماتے ہیں۔ ایک دن ہمارے پاس سے ایک ایسا آدمی گزرا جسے میں نہیں پہنچانتا تھا۔ تو اس نے ایک فرشتے سے کہا یہ بچہ کیسا ہے؟ فرشتوں میں سے ایک نے جواب دیا۔ یہ سادات میں سے ہے۔ فرشتے نے بتایا کہ عنقریب اس کی بہت بڑی شان ہوگی۔ یہ عطا کرے گا اور منع نہیں کیا جائے گا، مقام پائے گا اور کوئی رکاوٹ نہیں بنائی جائے گی۔ اللہ کا قرب پائے گا اور اس کے ساتھ کوئی فریب نہیں کیا جائے گا۔ آپ فرماتے ہیں پھر میں نے چالیس سال کے بعد اس کو پہچانا تو وہ وقت کے ابدال میں سے تھا۔ آپ فرماتے ہیں جب میں بچہ تھا اور میں بچوں کے ساتھ کھلنے کا ارادہ کرتا تو کوئی کہنے والا مجھے کہتا۔ اے مبارک میری طرف آ، تو میں ڈر کے مارے بھاگتا اور اپنی والدہ کی گود میں چلا جاتا۔ مجھے خلوت میں اب بھی ایسی آوازیں سنائی دیتی ہیں۔

آپ فرماتے ہیں کہ ''میں اپنے شہر میں ابھی چھوٹا ہی تھا کہ ایک شاداب اور پر رونق علاقے کی طرف چلا گیا جہاں ایک چراگاہ میں مویشیوں کے پیچھے چلنے اور کھیلنے لگا کہ ایک بیل نے مجھے دیکھا اور کہنے لگا۔ اے سید عبدالقادر! آپ اس کام کے لیے تو پیدا نہیں ہوئے''۔ میں بیل کی بات سن کر ڈرا اور گھر آ کر چھت پر جا بیٹھا تو میں نے دیکھا کہ میری نگاہ کے سامنے کعبۃ اللہ کے پاس، میدان عرفات میں لوگ کھڑے نظر آنے لگے میں اپنی والدہ کے پاس آیا اور بغداد جانے کی اجازت چاہی اور وہاں جا کر علم حاصل کرنے میں مشغول ہو گیا''۔(1)

آپ کی زندگی کا یہ رخ ہمارے لیے اس لیے بھی انتہائی قابل توجہ ہے کہ جو لوگ اپنے آپ کو یہ سمجھتے ہیں کہ وہ ولایت کے کسی اعلیٰ مقام پر فائز ہیں اور پڑھنا پڑھانا تو دنیا داروں کا کام ہے۔ حضرت شیخ کی زندگی کا یہ پہلوان کی اس فاسد فکر کی مکمل طور پر تردید کرتا ہے۔

1۔ زبدۃ الآثار، صفحہ 80

Marfat.com

یہ لوگ تو صرف لفظوں کے ہیر پھیر میں ''مقامات'' حاصل کرنے کی خوش فہمی میں مبتلا ہیں۔ اور حضرت شیخ عبدالقادر رحمۃ اللہ علیہ پر اللہ تعالیٰ کا وہ خصوصی کرم ہے کہ آپ مادرزاد ولی ہیں۔ بچپن میں فرشتوں کو دیکھتے ہیں فرشتے ان کی خدمت پر مامور ہیں۔ وقت کے ابدال ان کے مقام و مرتبہ کی گواہی دیتے ہیں جانوران سے ہمکلام ہوتے ہیں اور اپنے گھر کی چھت سے کھڑے ہو کر کعبۃ اللہ اور عرفات کا نظارہ کرتے ہیں۔ ان سب کیفیات اور واردات کے باوجود اپنی والدہ ماجدہ سے بغداد جا کر علم سیکھنے کی اجازت طلب کرتے ہیں اگر کسی بھی قسم کی واردات وغیرہ تحصیل علم سے بے نیاز کر سکتی تو حضرت غوث پاک کبھی بھی بغداد جا کر تحصیل علم کی مشقتیں نہ اٹھاتے۔

تحصیل علم کے لیے آپ نے جتنی مصیبتیں اور مشکلات برداشت کی ہیں وہ اس راستے کے مسافروں کے لیے مشعل راہ ہیں اور طلبائے علم کے لیے ان میں بے پناہ تسلی اور تشفی کا سامان ہے اور جو لوگ علم کی توہین و تحقیر کا جرم شنیع کرتے ہیں ان کی ہدایت کا بھی مکمل سامان موجود ہے، بشرطیکہ کوئی ہدایت کا طلبگار سننے والے کان دیکھنے والی آنکھ اور سوچنے والا دل لے کر ان میں غور و فکر تو کرے۔

آپ فرماتے ہیں کہ جب میں بغداد پہنچا تو وہاں پہنچتے ہی مجھے فقر و فاقہ نے آلیا۔ مجھے پہلے بیس روز کھانے کو کوئی چیز نہ ملی۔ میں تنگ آکر ایوان کسریٰ کے ویرانے کی طرف نکلا کہ شاید مجھے کوئی مباح چیز ملے۔ آپ نے طلب علم کے لیے فاقے برداشت کیے گری پڑی سبزی اور پتوں سے بھوک مٹائی یہ بے پناہ مشقتیں تو برداشت کیں لیکن حصول علم میں مصروف رہے۔

احترام اساتذہ

کئی ''نازک مزاج'' اساتذہ کی سختی کا بہانہ کر کے تحصیل علم کی برکتوں سے محروم رہ جاتے ہیں۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ باوجود اس قدر و منزلت کے، اپنے اساتذہ کا کس طرح احترام کرتے تھے اس کی ایک جھلک اس واقعہ میں ملاحظہ کیجئے۔

Marfat.com

آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب میں طلب علم کے لیے شیخ حماد دباس رحمۃ اللہ علیہ کی خدمت اقدس میں حاضر ہوتا تو آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تو ہمارے پاس کیوں آیا ہے؟ تو فقیہہ ہے فقہاء کے پاس جا۔ مگر میں چپ رہتا آپ مجھے بڑی اذیت دیتے اور مارتے پھر جب میں کسی اور استاد سے کچھ اور پڑھنے کے لیے چلا جاتا پھر آپ کے پاس حاضر ہوتا۔ تو آپ رحمۃ اللہ علیہ فرماتے۔ آج ہمارے پاس بہت سی روٹیاں اور فالودہ آیا تھا ہم نے سب کھالیا اور تیرے لیے کچھ بھی بچا کے نہیں رکھا۔ آپ کے اصحاب بھی جو اکثر اپنے شیخ کو مجھے اذیت دیتے ہوئے دیکھتے تھے مجھ سے تعرض کرنے لگے اور کہنے لگے تو فقیہ ہے، یہاں کیا کرے گا؟ یہاں کیوں آیا ہے؟ شیخ نے جب دیکھا کہ وہ لوگ بھی مجھے اذیت دے رہے ہیں تو انہیں جلال آگیا اور ان سے فرمانے لگے۔

يَا كِلَابُ، لِمَ تُؤْذُوْنَهٗ وَاللّٰهِ مَا فِيْكُمْ مِثْلُهٗ اَحَدٌ، اَنَا اِنَّمَا اُؤْذِيْهِ لِأُمْتَحِنَهٗ فَاَرَاهُ جَبَلًا لَا يَتَحَرَّكُ (1)

''اے کتو! تم اسے کیوں اذیت دیتے ہو۔ خدا کی قسم! تم میں سے کوئی بھی ان جیسا نہیں ہے۔ میں تو صرف ان کا امتحان لینے کے لیے اذیت دیتا تھا۔ لیکن میں نے انہیں ایک ایسا پہاڑ پایا جو اپنی جگہ سے ہلتا ہی نہیں''۔

اس واقعہ سے واضح ہو رہا ہے کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اپنے اساتذہ کا کس طرح احترام کرتے تھے۔ کہ حضرت شیخ حماد رحمۃ اللہ علیہ آپ کو سزا بھی دیتے ہیں۔ اور آپ پر جملے کس کر آپ کا امتحان بھی لیتے ہیں۔ یہ بھی راہ استقامت کا کوئی تربیتی مرحلہ ہوگا۔ لیکن حضرت شیخ مار بھی برداشت کرتے ہیں اور جملے بھی سنتے ہیں لیکن اپنے استاذ گرامی قدر کا دامن نہیں چھوڑتے۔

وسعت علمی کی تاکید

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ راہ علم کے ایسے مسافر ہیں، جو کسی منزل کو منزل نہیں

1۔ الروض الزاہر، صفحہ 65

Marfat.com

سمجھتے اور کسی بھی مرحلہ کو جائے قیام تصور نہیں کرتے۔ بلکہ اگلی منزلوں کی طرف گامزن رہتے ہیں۔ حضرت اقبال نے شاید انہیں جذبوں کی ترجمانی کرتے ہوئے کہا تھا۔

اس راہ میں مقام بے محل ہیں جو ٹھہرے ذرا کچل گئے ہیں

آپ صرف شریعت کے ظاہر کے علم کو ہی کافی نہیں سمجھتے۔ بلکہ علم باطن علم معرفت اور علم حقیقت تک رسائی کا درس دیتے ہیں۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں۔ کہ علم کو چار قسموں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے۔ امر۔ نہی اور تمام احکام میں ظاہر شریعت کا علم، ان چیزوں کے باطن کا علم، جسے طریقت کہا جاتا ہے۔ طریقت کا باطن جسے معرفت کہا جاتا ہے اور تمام باطنوں کا باطن جسے حقیقت کہا جاتا ہے۔

آگے فرماتے ہیں۔

لَا بُدَّ مِن حُصُوْلِهَا كُلِّهَا كَمَا قَالَ رَسُوْلُ اللهِ ﷺ الشَّرِيْعَةُ شَجَرَةٌ، وَالطَّرِيْقَةُ اَغْصَانُهَا، وَالْمَعْرِفَةُ اَوْرَاقُهَا وَالْحَقِيْقَةُ أَثْمَارُهَا وَالْقُرْآنُ جَامِعٌ بِجَمِيْعِهَا بِالدَّلَالَةِ وَالْإِشَارَةِ تَفْسِيْرًا وَ تَاوِيْلًا (1)

"ان تمام علوم کو حاصل کرنا ضروری ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا۔ شریعت ایک درخت ہے، طریقت اس کی شاخیں ہیں، معرفت اس کے پتے ہیں، حقیقت اس کا پھل ہے۔ اور قرآن مجید تفسیر اور تاویل کے لحاظ سے دلالۃ اور اشارتاً سب کا جامع ہے"۔

بندہ جو علم کی تحقیر کرتا ہے یا علم کے کسی ایک شعبہ کو کافی سمجھتا ہے۔ غوث پاک کی یہ تعلیمات واضح الفاظ میں اس کے نظریہ کو باطل کرتی ہیں جو بندہ شریعت، طریقت، معرفت اور حقیقت کے علم کے حصول میں مگن ہے وہی شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہے۔ علم اور علماء کی اہانت غوث پاک کی تعلیم نہیں ہے۔ آپ تو علماء حق کی پیروی کو نبی کریم

1۔ سر الاسرار و مظہر الانوار، شیخ عبد القادر جیلانی، صفحہ 19، دار الکتب العلمیہ، بیروت

Marfat.com

صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی اور ان کی زیارت کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت سے تشبیہ دیتے ہیں۔ آپ فرماتے ہیں۔

لَا تَسْتَهِينُوْا بِكَلِمَاتِ الْحُكَمَاءِ وَالْعُلَمَاءِ فَاِنَّ كَلَامَهُمْ دَوَاءٌ وَ كَلِمَاتُهُمْ ثَمَرَةُ وَحْيِ اللهِ تعالىٰ عَزَّوَجَلَّ لَيْسَ بَيْنَكُمْ نَبِيٌّ مَوْجُوْدٌ بِصُوْرَةٍ حَتّٰى تَتَّبِعُوْهُ فَاِذَا اتَّبَعْتُمُ الْمُتَّبِعِيْنَ لِلنَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم الْمُحَقِّقِيْنَ فِي اِتِّبَاعِهِ فَكَاَنَّمَا قَدِ اتَّبَعْتُمُوْهُ وَاِذَا رَاَيْتُمُوْهُمْ فَكَاَنَّكُمْ قَدْ رَاَيْتُمُوْهُ (1)

''حکماء اور علماء کے کلام کی توہین نہ کرو۔ کیونکہ ان کا کلام دواء ہے۔ اور ان کے کلمات وحی الٰہی کا ثمرہ ہیں۔ تمہارے درمیان صورۃ کوئی نبی موجود نہیں ہے۔ تاکہ تم اس کی اتباع کرو۔ پس جب تم نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے متبعین کی اتباع کرو گے۔ جو کہ اتباع نبوی میں حقیقۃً ثابت قدم ہیں۔ تو تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی اتباع کی ہے۔ اور جب تم نے انہیں دیکھ لیا تو گویا تم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ہی زیارت کی ہے''۔

یہ ہے علم اور علماء کے متعلق حضرت شاہ جیلان رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات کا خلاصہ، شان جیلاں کی محبت کا دعویٰ کرنے والا، ہر شخص اس آئینے میں اپنے آپ کو دیکھ سکتا ہے کہ وہ کہاں کھڑا ہے؟

خلاصہ کلام

علم کے حصول کا ایسا جذبہ جو ہر منزل کو منزل سمجھ کر ٹھکرا دے اور صرف علم شریعت پر اکتفاء نہیں بلکہ طریقت، معرفت اور علم حقیقت تک رسائی کی بھرپور جدوجہد کرنا اور جب علم من میں اتر کر شخصیت کو سنوار دے۔ تو انسانی شخصیت میں غرباء پروری اور خلق کی خدمت کا جذبہ پیدا ہوتا ہے، پھر انسان مخلوق سے اس لیے محبت کرتا ہے کہ ساری مخلوق اللہ کا کنبہ

1۔ الفتح الربانی، صفحہ 181

Marfat.com

ہے۔اور انسانی شخصیت میں مثبت سوچ پیدا ہوتی ہے۔وہ چیزوں میں مثبت چیزیں دیکھنے کا ملک حاصل کرلیتا ہے۔ایسا ہی انسان حق گوئی اور بیبا کی کا پیکر بن کر ابھرتا ہے۔وہ شاہان وقت کو ان کی غلطی پر زجر و توبیخ کر کے افضل جہاد کرنے کا شرف حاصل کرتا ہے۔ایسا ہی انسان تسلیم ورضا کی ناقابل فراموش تاریخ رقم کرتا ہے۔حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی شخصیت کے یہ پانچ پہلو گویا کہ تکمیل شخصیت کے ارکان خمسہ ہیں۔اور یہی چیزیں انسانی شخصیت کی تعمیر کے لیے مشعل راہ بھی ہیں اور نشان منزل بھی۔

Marfat.com

Marfat.com

شاہ جیلاں کا منہج دعوت وارشاد

اُدْعُ اِلٰی سَبِیْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَجَادِلْهُمْ
بِالَّتِیْ هِیَ اَحْسَنُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِیْلِهٖ
وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِیْنَ ۝ (النحل)

''اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور اچھی نصیحت کے ساتھ بلایئے اور ان سے اچھے طریقے سے بحث کیجئے۔ بے شک تمہارا رب خوب جانتا ہے کہ کون اس کی راہ سے بھٹکا ہوا ہے۔ اور وہ ہدایت پانے والوں کو بھی خوب جانتا ہے''

Marfat.com

مدعا تیرا اگر دنیا میں ہے تعلیم دیں   ترک دنیا قوم کو اپنی نہ سکھلانا کہیں
وا نہ کرنا فرقہ بندی کے لیے اپنی زبان   چھپ کے ہے بیٹھا ہوا ہنگامہ حشر یہاں
وصل کے اسباب پیدا ہوں تیری تحریر سے   دیکھ! کوئی دل نہ دکھ جائے تری تقریر سے

محفل نو میں پرانی داستانوں کو نہ چھیڑ
رنگ پر جو اب نہ آئیں ان فسانوں کو نہ چھیڑ

(اقبالؒ)

Marfat.com

تمام انبیاء کرام علیہم السلام کی بعثت کا مقصد اولین دعوت الی اللہ تھا۔ جملہ انبیاء و رسل صرف اسی لیے دنیا میں تشریف لائے تھے کہ وہ لوگوں کو اللہ تعالیٰ سے ملا دیں۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات اقدس پر نبوت و رسالت کا سلسلہ ختم ہو جانے کے بعد دعوت الی اللہ کی یہ ذمہ داری آپ کی امت پر عائد کی گئی ہے۔

امت مسلمہ میں بے شمار افراد ایسے گزرے ہیں جنہوں نے اس فریضہ کی ادائیگی میں نمایاں اور نا قابل فراموش خدمات سرانجام دیں۔ جزاھم اللہ عنا خیر الجزاء۔ لیکن شاہ جیلاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ نے اس میداں میں جو بے مثال مثالیں قائم فرمائیں ان کی اپنی ہی ایک منفرد اور نمایاں شان ہے۔ جب آپ دعوت و ارشاد کا فریضہ سرانجام دیتے تو آپ کی کوئی مجلس ایسی نہیں ہوتی تھی۔ جس میں کوئی غیر مسلم اسلام قبول نہ کرتا، یا فاسق و فاجر توبہ نہ کرتے۔ آپ کی مجلس میں لوگوں کی حالت غیر ہو جاتی۔ وہ چیختے چلاتے اپنے کپڑے پھاڑ ڈالتے اور بہت سے لوگ مئے لا الٰہ پینے سے اتنے بے خود ہو جاتے۔ کہ کیفیات سے ان کے جگر پھٹ جاتے اور وہ اپنی جان جان آفرین کے سپرد کر دیتے۔ ستر ستر ہزار کا مجمع ہوتا۔ لوگ اس طرح ساکت و جامد بیٹھے ہوتے کہ ان کی سانسوں کے سوا کسی چیز کی آواز نہ آتی۔ آپ کو انہیں خاموش کروانے کے لیے کسی تکلف کی ضرورت نہیں تھی۔ سب لوگ کیفیات سے لبریز ہو کر ادب و احترام کا پیکر بن کر بیٹھے۔ کفر کی زنجیریں پاش پاش ہوتیں اور ظلم و فسق کے پرفریب جال تار عنکبوت بن کر اڑ جاتے۔

جب کہ جب ہم آج کل کی مجالس وعظ اور محافل دعوت و ارشاد کا تجزیہ کرتے ہیں۔ تو الا ماشاء اللہ ہمیں یہ چیزیں مفقود نظر آتی ہیں۔ لوگوں کو متکلفانہ اور مضحکہ خیز انداز سے چپ رہنے کی تلقین پر ہی اصل وقت کا کافی سارا حصہ گزر جاتا ہے۔ لفظوں کے ہیر پھیر اور آواز کے زیر و بم سے کچھ نعرہ بازی کی فضا تو قائم ہو جاتی ہے۔ لیکن وعظ سے متاثر ہو کر کوئی کافر دائرہ اسلام میں داخل ہو جائے، کوئی ظالم ظلم سے توبہ کر لے، یا کوئی فاسق فسق چھوڑ کر اللہ کی

Marfat.com

بندگی کا ڈورا اپنے گلے میں ڈالنے کا عزم مصمم کر لے۔ یہ چیزیں بہت حد تک نایاب اور عنقا ہوتی جاتی ہیں۔ اور اس سے بھی افسوس ناک مرحلہ یہ ہے کہ داعی یا واعظ کا مقصود بھی عموماً صرف نعرے لگوا کر داد تحسین وصول کرنا بنتا جا رہا ہے۔ اللہ کی طرف بندوں کو بلانا۔ ان کے دلوں میں فسق و فجور کے خلاف نفرت پیدا کر کے وہاں محبت الٰہی کی جوت جلانا، عموماً واعظ اور داعی کا مقصود ہی نہیں ہوتا۔ اگر داعی کا مقصد دعوت الی اللہ ہے ہی نہیں اور اس کا مقصد صرف مخاطب لوگوں کو خوش کرنا ہو۔ تو پھر معاشرے کے بگاڑ پر کوئی تعجب نہیں ہونا چاہیے۔

ہوس بالائے منبر ہے تجھے رنگیں بیان کی
نصیحت بھی تیری صورت ہے اک افسانہ جوانی کی

(اقبالؒ)

آیئے شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ کے منہج دعوت و ارشاد پر غور کریں۔ تاکہ ہماری دعوت اور ہمارے مواعظ بے جان نہ رہیں۔ ایسا نہ ہو کہ زندگی تقریریں کرتے ہوئے گزر جائے۔ مال و زر بھی خوب سمیٹ لیا جائے۔ اور شہرت و ناموری بھی۔ لیکن کسی کافر کو مسلمان کرنے کی سعادت نہ ملے اور کسی فاسق و فاجر کو یاد الٰہی کی دولت دینے سے بھی محروم ہی رہیں۔ جب ہم شاہ جیلاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے اسلوب دعوت و ارشاد میں غور کرتے ہیں۔ تو ہمیں درج ذیل چیزیں بڑی واضح اور نمایاں نظر آتی ہیں۔

دعوت و ارشاد فن نہیں سوز دروں کا اظہار ہے

دعوت و ارشاد نہ فن ہے اور نہ ہی تجارت۔ بلکہ خلق خدا کی رہنمائی کے لیے ماہی بے آب کی طرح تڑپنے والے، انسان کے سوز دروں کا اظہار ہے۔ جیسے اگر کسی ماں کا بیٹا بگڑ جائے۔ تو وہ اسے سمجھاتی بھی رہتی ہے اور اس کی ہدایت کے لیے تڑپتی بھی رہتی ہے۔ داعی کے اندر جب مخلوق کی رہنمائی کے لیے ایسا ہی درد اور کرب پایا جائے تو اس کا عملی اظہار دعوت و ارشاد کی صورت میں ہوتا ہے۔

شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ اس چیز کی بڑی شدت سے تلقین فرماتے ہیں کہ دعوت و ارشاد کو محض

Marfat.com

فن، کاروبار یا شوقیہ انداز سے نہ لیا جائے۔ بلکہ یہ دل کا سوز اور روح کی تڑپ ہو۔ جو دعوت وارشاد کے قالب میں ڈھلے۔ آپ ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

وَيْحَكَ كُنْ عَاقِلًا لَا تُنَاحِمُ الْقَوْمَ بِجَهْلِكَ بَعْدَ مَا خَرَجْتَ مِنَ الْمَكْتَبِ صَعِدْتَ تَتَكَلَّمُ عَلَى النَّاسِ هٰذَا اَمْرٌ يَحْتَاجُ إِلَى إِحْكَامِ الظَّاهِرِ وَإِحْكَامِ الْبَاطِنِ ثُمَّ الْغِنٰى عَنِ الْكُلِّ ثُمَّ يَحْتَاجُ اَنْ تَقَعَ فِيْ ضَرُوْرَتَيْنِ الْاُوْلٰى اَنْ لَا يَبْقٰى فِيْ بَلْدَتِكَ غَيْرُكَ فَتَكَلَّمُ عَلَى النَّاسِ ضَرُوْرَةً وَالْاُخْرٰى اِنَّكَ تُؤْمَرُ بِالْكَلَامِ مِنْ حَيْثُ قَلْبِكَ وَحِيْنَئِذٍ تَرَقّٰى إِلَى هٰذَا الْمَقَامِ لِرَدِّ الْخَلْقِ إِلَى الْخَالِقِ (1)

"تجھ پر افسوس! عقل مند بن اپنی جہالت کی وجہ سے لوگوں سے مزاحمت نہ کر۔ مکتب سے نکلتے ہی تو منبر پر چڑھ بیٹھا۔ لوگوں کو وعظ کہنے لگا۔ یہ ایک ایسا معاملہ ہے جو ظاہر اور باطن دونوں کے استحکام کا محتاج ہے۔ پھر ہر ایک سے مستغنی ہو جانے کا۔ اس کے بعد اگر دو ضرورتوں میں سے کوئی ایک ضرورت واضح ہو۔ تو تو وعظ کہہ۔ پہلی یہ کہ تیرے شہر میں تیرے سوا کوئی اور وعظ کہنے والا نہ رہے۔ پس تو اس وقت ضرورۃً لوگوں سے وعظ کہہ اور دوسری ضرورت یہ ہے کہ تیرا دل تجھے وعظ کہنے کا حکم دے۔ پس تو اس وقت مخلوق کو خالق کی طرف لوٹانے کے لیے منبر پر چڑھ اور وعظ کہہ"۔

آپ کے اس فرمان سے واضح ہے کہ وعظ کہنا اور لوگوں کو دعوت وارشاد کا درس دینا کوئی فن یا پیشہ نہیں بلکہ یہ کسی بھی انسان کو اس وقت زیبا ہے جب اس کے ظاہر و باطن کی اصلاح ہو جائے۔ یعنی اس کا ظاہر و باطن شریعت و معرفت کے نور سے منور ہو جائے۔ اور وہ ہر چیز سے مستغنی ہو کر صرف رضائے الٰہی کی دولت پانے کے لیے دعوت وارشاد کا فریضہ سر انجام دے۔ اور یہ اس کے لیے اس وقت روا ہو گا جب وہ خلوص نیت سے یہ سمجھے کہ اس

1۔ الفتح الربانی، صفحہ 547

Marfat.com

فریضہ کو سرانجام دینے کے لیے اس وقت سب سے بڑی ذمہ داری مجھ پر عائد ہوتی ہے۔ دوسرا یہ کہ وہ تکلف و تصنع سے یہ فریضہ ادا نہ کرے۔ بلکہ یہ اس کے دل کی پکار ہو۔ اگر وہ اسے ادا نہ کرے، تو اپنے ضمیر کا مجرم گردانا جائے۔ اگر ان شرائط کے ساتھ وہ دعوت وارشاد کا فریضہ سرانجام دے گا تو اس کی دعوت دلوں میں ایک انقلاب برپا کرے گی۔ ورنہ صرف لفظوں کا ہیر پھیر ہوگا یا آواز کا زیر و بم۔

اسی سے یہ حقیقت بالکل واضح اور عیاں ہوتی ہے کہ دعوت وارشاد کی بنیاد تقویٰ و تدین پر استوار ہوتی ہے۔ جس انسان کا اپنا باطن صاف اور منور نہیں ہوگا۔ تو دوسروں کی رشد و ہدایت کا جذبہ اس میں کیسے پروان چڑھ سکتا ہے؟ شاید یہی سبب ہے کہ حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ نے منبر پر جلوہ افروز ہونے سے پہلے اتنی کثرت سے عبادات بجا لائیں اور اتنی شدت سے مجاہدات کیے کہ وہ اپنی مثال آپ ہیں اور یہ عبادات و مجاہدات واعظ بننے کے لیے نہیں تھے۔ بلکہ اپنے رب کو راضی کرنے کے لیے تھے۔ دعوت وارشاد کا یہ منصب اور اس کے حیرت انگیز مثبت نتائج اللہ تعالیٰ کی طرف سے انعام کے طور پر آپ کو عطا فرمائے گئے۔ اگر انسان کا باطن صاف نہ ہو دل نور تقویٰ سے مزین نہ ہو تو وعظ وارشاد یا تو تجارت بن جاتے ہیں یا پھر اہل ثروت کی تائید و حمایت کا ذریعہ۔ بقول اقبال

دل سوز سے خالی ہے نگہ پاک نہیں ہے
پھر اس میں عجب کیا کہ تو بے باک نہیں ہے

حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ دعوت وارشاد کے لیے تقویٰ اور عمل صالح کی تلقین کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

مِنْ شَرْطِ وَعْظِكَ بِغَيْرِكَ اَنْ تَكُوْنَ مُؤْمِنًا لَا يَنْبَغِیْ اَنْ يَدْعُوا الْعَبْدُ الْخَلْقَ اِلَى الْحَقِّ اِلَّا بَعْدَ الْوُصُوْلِ اِلَيْهِ .... اَلْخَائِنُ خَانَ نَفْسَهٗ وَرَبَّهٗ وَنَبِيَّهٗ يَامُرُ وَلَا يَمْتَثِلُ وَيَنْهٰى وَلَا يَنْتَهِیْ وَيَقُوْلُ وَلَا يَعْمَلُ لِهٗ لَا عِبْرَةَ بِجَمْعِ اَكْتَافِكَ وَحَفِّ شَوَارِبِكَ وَصَفَارَةِ وَجْهِكَ

Marfat.com

اَلْاِیْمَانُ ھٰهُنَا (1)

''غیر کو وعظ کے لیے شرط یہ ہے کہ تو خود صاحب ایمان ہو۔ کسی انسان کو یہ زیبا نہیں۔ کہ وہ بغیر حق تک پہنچنے کے خلق کو اس کی طرف بلائے۔ بد دیانت اپنے آپ سے بد دیانتی کرتا ہے۔ اپنے رب تعالیٰ سے اور اپنے نبی (صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم) سے بد دیانتی کرتا ہے۔ وہ دوسروں کو حکم دیتا ہے، لیکن خود تعمیل نہیں کرتا، دوسروں کو روکتا ہے، خود نہیں رکتا۔ کہتا ہے لیکن عمل نہیں کرتا۔ تیرے کاندھے ہلانے، سمیٹ لینے، مونچھوں کو پست کرنے اور چہرے زرد کر لینے کا کوئی اعتبار نہیں ہے۔ ایمان یہاں (دل میں) ہے۔

یعنی بے عمل واعظ دعوت و ارشاد کا فریضہ سر انجام نہیں دے رہا ہوتا۔ بلکہ اپنے آپ سے، اللہ تعالیٰ سے اور رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بد دیانتی کا ارتکاب کر رہا ہے۔ ایمان دل میں ہوتا ہے، جس کا اظہار اعمال صالحہ سے ہوتا ہے محض تکلفات کی کوئی قدر و قیمت نہیں ہوتی۔

خلاصہ کلام یہ ہوا کہ دعوت و ارشاد کی اولین شرط یہ ہے کہ اسے بطور فن یا پیشہ نہ اپنایا جائے۔ بلکہ یہ خلق کی رہنمائی کے لیے پائی جانے والی تڑپ کا عملی اظہار ہو۔ اور یہ تڑپ اور یہ درد تقویٰ و اعمال صالحہ کے بغیر ناممکن ہے۔ اس لیے لازمی ہے کہ داعی مخلص بھی ہو اور اس کا باطن نور تقویٰ سے تاباں و منور بھی ہو۔

کیونکہ دعوت و ارشاد کا فریضہ سوز دروں کا اظہار ہے، اس کا اندازہ حضرت شیخ کے اس فرمان سے ہوتا ہے۔

كُنْتُ اُمْرُوْ اَنْهٰى فِى النَّوْمِ وَ الْيَقْظَةِ وَكَانَ يَغْلِبُ عَلَى الْكَلَامُ وَيَزْدَحِمُ عَلٰى قَلْبِىْ، اِنْ لَمْ اَتَكَلَّمْ اَكَادُ اَخْتَنِقُ وَلَا اَقْدِرُ اَنْ اَسْكُتَ (2)

''میں سوتے اور جاگتے حکم بھی دیتا ہوں اور منع بھی کرتا ہوں۔ مجھ پر کلام اسی طرح غالب ہو جاتا ہے۔ اور میرے دل پر (معارف کا) اس طرح ہجوم ہو جاتا ہے۔

1۔ نفس مصدر، صفحہ 763　2۔ الروض الزاہر، صفحہ 71

Marfat.com

کہ میں اگر کلام نہ کروں تو دم گھٹنے سے مر جاؤں۔ اور میں کسی بھی حال میں خاموش رہنے کی طاقت نہیں رکھتا"۔

حضرت شیخ کے منہج دعوت وارشاد سے یہ بات بالکل واضح ہے کہ تقویٰ و پارسائی کی دعوت وارشاد کے موثر ہونے کے لیے وہی حیثیت ہے جو کسی پرندے کی پرواز کے لیے اس کے پروں کی۔ آپ کے بیٹے سید عبدالوہاب کہتے ہیں کہ میں نے بلاد عجم میں بہت سے علوم وفنون حاصل کیے۔ واپسی پر میں نے اپنے والد محترم (حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ) سے لوگوں کو وعظ کرنے کی اجازت چاہی پھر میں آپ کی اجازت سے منبر پر جا بیٹھا اور مجھے اللہ تعالیٰ نے جو علوم عطا فرمائے تھے بیان کرتا رہا۔ میرے والد بھی سنتے رہے، لیکن میرے وعظ سے کسی کے دل پر رقت طاری ہوئی نہ ہی کسی پر کوئی اثر ہوا اور نہ کسی آنکھ سے کوئی آنسو ہی نکلا۔

یہاں تک کہ اہل مجلس نے میرے والد گرامی سے وعظ کہنے کے لیے عرض کیا۔ میں منبر سے نیچے اتر آ گیا اور میرے والد مکرم نے منبر پر جلوہ افروز ہو کر صرف اتنا فرمایا کہ کل میں روزہ دار تھا۔ میرے لیے یحییٰ کی والدہ نے انڈے پکا دیئے۔ اور ایک مٹی کے برتن میں ڈال کر طاق پر رکھ دیئے تھے۔ اچانک ایک بلی آئی جس نے وہ برتن گرا دیا اور سب انڈے ٹوٹ گئے۔ یہ بات کہنا تھا کہ اہل مجلس میں ایک شور برپا ہو گیا۔ جب آپ وعظ سے فارغ ہوئے تو میں نے عرض کیا۔ حضور کیا بات تھی کہ آپ کی ایک مختصر سی بات نے رقت طاری کر دی۔ آپ نے فرمایا بیٹا! تم نے اپنے علوم اور سفر پر فخر کیا تھا۔ آپ نے اپنی انگشت شہادت آسمان کی طرف بلند کرتے ہوئے کہا بیٹا! کیا تم نے آسمان تک سیر کر لی ہے؟

وہ مزید فرماتے ہیں کہ میں اکثر اپنے والد محترم کے منبر پر بیٹھ کر وعظ کرتا۔ مگر لوگوں پر بہت کم اثر ہوتا۔ مگر جب غوث پاک منبر پر تشریف لاتے۔ تو فرماتے نوجوانو! شجاعت ایک لمحے کیلئے صبر کا نام ہے۔ اتنی بات سنتے ہی اہل مجلس میں کہرام بپا ہو جاتا۔ جب میں آپ سے اس کا سبب پوچھتا تو آپ فرماتے تم اپنے دل سے بات کرتے ہو مگر میں دوسروں کی بات کرتا ہوں۔

Marfat.com

ایک مرتبہ آپ کی مجلس میں لوگ بے توجہ اور مست سے نظر آنے لگے۔ تو آپ نے فرمایا اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو میرا بیان سننے کے لیے آسمان سے سبز پرندے بھیج دے۔ ابھی آپ کی مجلس جاری تھی کہ مجلس سبز پرندوں سے بھر گئی۔ اور حاضرین ان پرندوں کو دیکھ کر بہت متعجب ہوئے۔ (1)

آپ کی دعوت و تبلیغ کا یہ پہلو واضح کر رہا ہے کہ اگر داعی کے دل میں ذرا سا علم کا تکبر بھی آجائے تو تاثیر ختم ہو جاتی ہے۔ اور دعوت و ارشاد کے لیے محض علم کافی نہیں، سیر الی اللہ بھی اس کا جز ولاینفک ہے۔ اور زبان کی بات محض کان تک جاتی ہے جب کہ دل سے نکلی ہوئی بات دلوں تک میں اتر کر ایک انقلاب برپا کر دیتی ہے۔

دل سے جو بات نکلتی ہے اثر رکھتی ہے
پر نہیں طاقت پرواز مگر رکھتی ہے

(اقبالؒ)

اور جب دعوت و ارشاد کی بنیاد تقویٰ اور سوز دروں پر ہو تو کار کنان قضاء و قدر بھی داعی کے ساتھ ہوتے ہیں۔ دعوت فن نہیں، درد کا اظہار ہے۔ آورد نہیں بلکہ آمد ہے۔ آپ فرماتے ہیں ''مجھے اپنے معبود کی عزت کی قسم! جب تک مجھ سے یہ نہیں کہا جاتا کہ تمہیں میرے حق کی قسم وعظ کرو میں نے تمہیں رد کرنے سے محفوظ کر دیا ہے۔ تب تک میں وعظ نہیں کرتا اور مجھ سے کہا جاتا ہے عبدالقادر تم وعظ کرو تم سے سنا جائے گا۔ (2)

(ii) فیضان رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے اکتساب

دعوت و ارشاد دراصل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نیابت کی سعادت حاصل کرنے کا نام ہے۔ کیونکہ حقیقی داعی و مرشد آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات بابرکات ہی ہے۔ اگر کوئی بندہ اس مقدس فریضہ کو فن یا پیشہ بنا لے تو یہ اور بات ہے، لیکن اس مقدس مآب فریضہ کی ادائیگی کا جو مقصد وحید ہے وہ خلق کو رجوع الی اللہ کروانا ہے۔ اور یہ مقصد اس وقت تک حاصل نہیں ہو سکتا۔

1۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو، زبدۃ الآثار، صفحہ 73-72
2۔ بہجۃ الاسرار، صفحہ 279

Marfat.com

جب تک نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیضان داعی کے قلب کو منور و تاباں نہ کر دے۔ اور داعی کو حضور سید عالم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی نظر کرم کی محبتیں اور شفقتیں نصیب نہ ہوں۔

شاہ جیلاں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی نے دعوت و ارشاد کا فریضہ اسی وقت سرانجام دینا شروع کیا۔ جب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے آپ کو اپنے بے پناہ فیضان سے مشرف فرما دیا۔ آپ فرماتے ہیں۔

ایک دن مجھے نماز ظہر سے قبل نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی زیارت نصیب ہوئی۔ آپ نے مجھے فرمایا اے میرے بیٹے! تو کلام کیوں نہیں کرتا؟ تو میں نے عرض کیا۔ ابا جان! میں عجمی آدمی ہوں، فصحاء بغداد کے سامنے کیسے کلام کروں؟ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے مجھے فرمایا۔ اپنا منہ کھول میں نے اپنا منہ کھولا تو آپ نے میرے منہ میں سات مرتبہ اپنا لعاب دہن ڈالا۔ اور فرمایا لوگوں کو وعظ کر اور اپنے رب کے راستے کی طرف حکمت اور موعظہ حسنہ سے انہیں بلا۔ پس میں نماز ظہر پڑھ کر بیٹھ گیا۔ بہت سے لوگ میرے پاس آئے۔ مجھ پر کچھ گھبراہٹ سی طاری ہو گئی۔ پس میں نے حضرت علی رضی اللہ عنہ کو دیکھا تو آپ نے فرمایا اپنا منہ کھول۔ میں نے اپنا منہ کھولا تو آپ نے چھ مرتبہ اپنا لعاب دہن میرے منہ میں ڈالا۔ تو میں نے عرض کیا پورے سات بار کیوں نہیں۔ تو آپ نے فرمایا اَدَبًا مَعَ رَسُوْلِ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم ثُمَّ تَوَارٰی عَنِّیْ (1)۔ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ادب کی وجہ سے میں نے ایسا نہیں کیا۔ پھر آپ مجھ سے غائب ہو گئے۔

حضرت شیخ کی زندگی کا یہ پہلو واضح کر رہا ہے کہ آپ کا وعظ کوئی فن یا پیشہ نہیں تھا۔ بلکہ مخلوق خدا کو رجوع الی اللہ کی تلقین کرنا تھا اور آپ کے وعظ و ارشاد میں اتنی تاثیر اس لیے آ گئی تھی کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا فیضان شامل حال تھا۔ اور یہ سرکار کے لعاب دہن کی برکت تھی کہ آپ کے وعظ کی ہر مجلس میں کوئی کافر دائرہ اسلام میں داخل ہوتا۔ یا فساق و فجار توبہ کرتے اور لوگوں پر کیفیات کا اس قدر نزول ہوتا کہ لوگ انہیں سنبھال نہ پاتے اور نہ جانے

1۔ قلائد الجواہر، صفحہ 201-202

Marfat.com

کتنے لوگ تو واصل بحق بھی ہو جاتے۔ آپ ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

كَانَ سِرِّی السقطی يُشِيرُ عَلَى الْجُنَيْدِ بِالْكَلَامِ عَلَى النَّاسِ فَرَاَی النَّبِیَّ ﷺ فَاَمَرَهُ بِذٰلِكَ فَلَمَّا لَقِيَهُ قَالَ لَهُ مَا قَبِلْتَ مِنَّا حَتّٰی اُمِرْتَ وَيْلَكَ اَنْتَ تَتَكَلَّمُ عَلَى النَّاسِ وَ بَعْدُ عَمَلُكَ سَخَامٌ (1)

''حضرت سری سقطی رحمۃ اللہ علیہ، حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے لوگوں کو وعظ کہنے کی طرف اشارہ فرمایا کرتے تھے۔ پس حضرت جنید کو نبی کریم ﷺ کی زیارت نصیب ہوئی تو نبی کریم ﷺ نے بھی آپ کو وعظ کہنے کا حکم فرمایا پس جب سری سقطی آپ سے ملے۔ تو آپ نے جنید سے فرمایا کہ تم نے اس وقت تک ہماری بات نہیں مانی۔ جب تک تمہیں حکم نہیں دیا گیا۔ اے واعظ! تجھ پر افسوس ہے کہ تو لوگوں سے وعظ کہتا ہے اور ابھی تک تیرا اپنا عمل خراب ہے''۔

یعنی دعوت و ارشاد میں اصل تو یہی ہے کہ صدر نشین مسند دعوت و ارشاد ﷺ کسی کو خود اس سعادت کے لیے منتخب فرمائیں۔ اور آپ اسے حکم فرمائیں۔ یا کم از کم داعی کو نبی کریم ﷺ سے ایک قلبی اور روحانی نسبت تو ضرور ہو۔ اگر اس مقدس فریضہ کو سرانجام دینے والا کوئی آدمی گناہ کی راہوں پر چلتے ہوئے یہی فریضہ سرانجام دیتا رہے۔ تو اس کا یہ عمل سوائے بربادی اور تباہی کے اور کوئی مثبت نتیجہ نہیں دکھائے گا۔ کیونکہ رب کا باغی سرکار دو جہاں ﷺ کے فیضان سے محروم ہوتا ہے اور جو آپ کے فیضان سے محروم ہو اس کی دعوت و تبلیغ فن یا پیشہ تو بن سکتی ہے لیکن دلوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف موڑنے کی سعادت اسی داعی کو نصیب ہوتی ہے، جس کا دل فیضان نبوت سے منور ہوتا ہے، یا کم از کم اسے ذات رسالت مآب ﷺ کے ساتھ ایک سچے اور قلبی تعلق ضرور ہوتا ہے۔

(iii) مدعو کی نفسیات کا لحاظ رکھنا

ہر شخص اپنے خول میں بند ہوتا ہے۔ اس کے نزدیک حق وصداقت اور دانش و بینش کے

1۔ الفتح الربانی، صفحہ 656

Marfat.com

معیار بھی اپنے ہوتے ہیں۔ اگر مدعو کو اس کی نفسیات کا لحاظ نہ رکھتے ہوئے، دعوت دی جائے تو مثبت نتائج حاصل نہیں ہوتے۔ نبی کریم ﷺ کی ایک سنت مدعو کی نفسیات کا لحاظ رکھتے ہوئے اسے دعوت دینا بھی ہے۔ ہر کوئی اپنی حیثیت کے مطابق سوال کرتا تھا اور آپ اسے اسی کے مطابق جواب عطا فرماتے تھے۔ جس نے علمی سوال کیا آپ نے اسے علمی طور پر مطمئن کیا۔ اور اگر کسی نے کہا کہ یہ درخت آپ کی نبوت کی گواہی دے تو اسی طرح اس کا دامن بھی بھر دیا گیا۔

تیری نگاہِ ناز سے دونوں مراد پا گئے
عقل، غیاب و جستجو، عشق حضور و اضطراب

(اقبالؒ)

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کا منہج دعوت و ارشاد بھی دراصل نبوی منہج دعوت و ارشاد کا ہی عکس جمیل تھا۔ آپ بھی مدعو کو اس کی طلب اور نفسیات کے مطابق ہی مطمئن کرتے تھے۔ کیونکہ ایک انسان جو اپنی حیثیت کے مطابق ایک چیز سمجھنا چاہتا ہے تو اگر اسے ویسے ہی مطمئن نہ کیا جائے تو کار دعوت کامیابی کی منزل نہیں پا سکتا۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے منہج دعوت و ارشاد کی توضیح کے لیے آپ کی زندگی سے چند نمونے ملاحظہ ہوں۔

ایک مرتبہ روافض کا ایک گروہ آپ کے پاس دو سربمہر ٹوکرے لے کر آیا اور انہوں نے کہا بتایئے ان ٹوکروں میں کیا ہے؟ تو آپ اپنی کرسی سے نیچے اترے اور اپنا ہاتھ ان میں سے ایک ٹوکرے پر رکھ دیا اور فرمایا اس میں ایک معذور لڑکا ہے۔ پھر آپ نے اپنے صاحبزادے حضرت عبدالرزاق کو حکم دیا کہ وہ اس ٹوکرے کو کھولے۔ جب کھولا گیا تو کیا دیکھتے ہیں کہ اس میں واقعی ایک بیمار لڑکا ہے۔ آپ نے اس کا ہاتھ پکڑ کر فرمایا، قم باذن اللہ۔ اللہ کے حکم سے کھڑا ہو جا۔ وہ اٹھا اور تندرست ہو کر دوڑنے لگا۔ پھر آپ نے اپنا ہاتھ دوسرے ٹوکرے پر رکھا۔ اس میں ایک تندرست لڑکا تھا۔ آپ نے اپنے بیٹے کو اسے بھی

Marfat.com

کھولنے کا حکم دیا۔ تو دیکھا کہ اس میں ایک چھوٹا بچہ تھا جو چل رہا تھا آپ نے اسے پیشانی کے بالوں سے پکڑ کر فرمایا بیٹھ جا۔ تو وہ حکم الٰہی سے بیٹھ گیا (یعنی اپاہج ہو گیا)

فَتَابُوْا عَنِ الرَّفْضِ عَلٰی یَدِہٖ وَ مَاتَ الْمَجْلِسِ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ (1)

''تو ان لوگوں نے آپ کے ہاتھ پر رفض سے توبہ کی اور اس مجلس میں تین آدمی مر گئے''۔

یہ لوگ جس سوچ سے آپ کے پاس آئے تھے۔ اگر انہیں ویسے ہی مطمئن نہ کیا جاتا تو یہ کبھی بھی آپ کے ہاتھ پر بیعت نہ کرتے اور رفض سے توبہ نہ کرتے۔ آپ کی سیرت کا یہ واقعہ بھی ملاحظہ ہو۔

شیخ ابوالحسن محمد بن سہل انصاری کہتے ہیں کہ میں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کی مجلس میں حاضر ہوا اور سب سے پیچھے بیٹھا تھا آپ زہد کے متعلق گفتگو فرما رہے تھے۔ میں نے دل میں کہا کاش آپ معرفت پر کلام فرمائیں۔ تب آپ نے زہد پر کلام ختم کیا اور معرفت پر کلام فرمانے لگے۔ اور یہ ایسا کلام تھا کہ میں نے ایسا کلام کبھی نہیں سنا تھا۔ پھر میں نے دل میں کہا کہ کاش! آپ شوق پر کلام کریں۔ آپ نے پہلا کلام ختم کر کے شوق پر بے مثال کلام فرمایا۔ اب میں نے دل میں کہا کیا ہی اچھا ہوتا۔ اگر آپ فنا و بقا پر کلام کریں۔ تو آپ نے فنا و بقاء پر ایسا عجیب کلام فرمایا۔ کہ میں نے کبھی ایسا کلام نہیں سنا تھا۔ پھر میں نے دل میں کہا کہ کیا ہی اچھا ہو اگر آپ غیب وحضور پر کلام فرمائیں تو آپ نے پہلا کلام ختم کر کے غیب وحضور پر ایک پر کیف اور بے نظیر کلام فرمایا۔ کہ ایسا کلام میں نے پہلے کبھی نہ سنا تھا۔ پھر فرمایا اے ابوالحسن! تجھ کو یہی کافی ہے۔ تب میں اتنا بے اختیار ہو گیا اور اپنے کپڑے پھاڑ لیے۔ (2)

مدعو کی نفسیات کو ملحوظ خاطر رکھ کر کلام کرنا، ایک ایسی چیز ہے جو دلوں میں انقلاب برپا کر دیتی ہے۔

1۔ قلائد الجواہر، صفحہ 228 2۔ بہجۃ الاسرار، صفحہ 270

Marfat.com

آپ کے صاحبزادے حضرت عبدالوہاب کہتے ہیں کہ میں کرسی پر بیٹھتا اور طرح طرح کے علوم وفنون پر کلام کرتا۔ لیکن میرے کلام کا لوگوں پر کوئی اثر نہ ہوتا۔ جب آپ وعظ فرماتے تو فرماتے۔ اے شجاعت کے طالب! ایک گھڑی صبر کر۔ تو اہل مجلس یک دم چیخنے اور چلانے لگتے۔ لہٰذا میں آپ سے اس کے متعلق پوچھتا تو آپ فرماتے "تم اپنے اندر کلام کرتے ہو اور میں اوروں کے اندر ہو کر بولتا ہوں"۔ (1)

آپ کی دعوت وارشاد کے اس اسلوب سے واضح ہے کہ داعی کو چاہیے کہ وہ مدعو کی نفسیات کو ملحوظ خاطر رکھ کر اسے دعوت دے۔ ورنہ کار دعوت پایہ تکمیل تک نہیں پہنچے گا۔

میدان دعوت وارشاد

اس سے مراد یہ ہے کہ داعی کی دعوت وارشاد کا مرکزی میدان کیا ہونا چاہیے۔ داعی کو اپنی دعوت کس بنیادی نکتہ پر مرکوز کرنی چاہیے۔ تو حضرت شاہ جیلاں اپنی دعوت وتبلیغ کا مرکزی نکتہ کس چیز کو قرار دیتے ہیں؟ یہ حقیقت اپنی جگہ مسلم ہے کہ داعی کو لوگوں کے ایمان بچانے اور انہیں دین کا حقیقی شعور دلانے کے لیے ہر ممکن طریقہ اختیار کرنا چاہیے۔ مثلاً اگر کوئی گمراہ فرقہ لوگوں کے نظریات وعقائد تباہ کر رہا ہے تو داعی کو فرق باطلہ کا رد بھی کرنا چاہیے۔ لیکن یہ چیزیں ایمرجنسی یا اتفاقی ہونی چاہیے۔ داعی کی دعوت وتبلیغ کی بنیاد ہی اس چیز کو قرار دے دینا دعوت وارشاد کی بنیادی سوچ کے خلاف ہے۔ یہ چیزیں مجبوری میں تو ضرور ہونی چاہئیں۔ لیکن یہ داعی کا مقصود کبھی نہیں ہونا چاہیے۔

دعوت وارشاد کا بنیادی نکتہ رجوع الی اللہ والرسول ہونا چاہیے۔ چونکہ رسول کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ذات گرامی ہی رجوع الی اللہ کی صداقت کو پرکھنے کا واحد ذریعہ ہے۔ اس لیے رجوع الی الرسول بھی کوئی دوسری چیز نہیں۔ بلکہ رجوع الی اللہ کا ہی مظہر ہے۔ قرآن کریم میں بعثت انبیاء کا مقصد وحید یہ بیان کیا گیا ہے

وَ لَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا

1۔ نفس مصدر، صفحہ 279

Marfat.com

الطَّاغُوْتَ (النحل:36)

"بے شک ہم نے ہر امت میں ایک رسول بھیجا (تا کہ وہ لوگوں سے کہے) کہ اللہ کی عبادت کرو اور شیطان سے بچ کر رہو"۔

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی کتب کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے۔ کہ آپ کے نزدیک میدان دعوت وارشاد کا مرکزی نکتہ صرف اور صرف لوگوں کو اللہ تعالیٰ کی طرف بلانا ہے۔ انہیں اللہ تعالیٰ کی نافرمانی سے بچانا، ان کے دلوں میں آخرت کی حاضری کا عقیدہ پختہ کرنا اور اللہ کے بندوں کو فقط اسی کی بندگی کا درس دینا ہے۔ آپ رحمۃ اللہ علیہ کے خطبات کے تمام مجموعے اسی چیز پر شاہد ہیں۔ فتوح الغیب، الفتح الربانی اور سرالاسرار وغیرہم کے مضامین کی فہرست پر ایک طائرانہ نظر ڈالنے سے ہی اس حقیقت کا انکار ناممکن ہو جاتا ہے کہ داعی کا اصل کام اللہ کے بندوں کو فقط اس کی بندگی کا پیغام دینا، اسے خوش فہموں کی دنیا سے نکال کر ادراک حقیقت کا شعور دلانا، اسے محبت الٰہی، تقرب الٰہی، خوف، رجا، توکل اور زہد و تقویٰ کی حقیقت سے آگاہ کرنا ہے۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں:

يَا مُنَافِقُ يَا عَابِدَ الْخَلْقِ وَالْأَسْبَابِ نَاسِيًا لِلْحَقِّ عَزَّوَجَلَّ تُرِيْدُ
اَنْ يَقَعَ بِيَدِكَ هٰذَا مَعَ اَنْتَ فِيْهِ لَا كَرَامَةَ لَكَ وَلَا عِزَازَةَ اَسْلِمْ ثُمَّ
تُبْ ثُمَّ تَعَلَّمَ ثُمَّ تَعْمَلُ وَاَخْلِصْ وَاِلَّا فَلَا تَهْدِ (1)

"اے منافق! اے خلق و اسباب کے پجاری! اے اللہ عزوجل کو بھول جانے والے! ان حالات کے باوجود جن میں تو اب مبتلا ہے۔ کیا تو یہ چاہتا ہے کہ یہ (مراتب اولیاء) تیرے قبضے میں آ جائیں۔ دربار الٰہی میں تیری کوئی عزت و کرامت نہیں۔ پہلے اسلام لا، پھر توبہ کر پھر علم سیکھ۔ پھر اخلاص کے ساتھ اس پر عمل کر ورنہ تجھے ہدایت نہیں ملے گی"۔

کیا شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ سے محبت کرنے والا اس فرمان کے بعد بھی علم، علم اور اخلاص کی

1۔ الفتح الربانی، صفحہ 102-103

Marfat.com

اہمیت کا انکار کرسکتا ہے۔ ایک مقام پر آخرت کی یاد دلاتے ہوئے فرماتے ہیں کہ

قَدْ غَفَلْتُمْ کَاَنَّکُمْ لَا تَمُوْتُوْنَ وَ کَاَنَّکُمْ یَوْمَ الْقِیَامَۃِ لَا تُحْشَرُوْنَ وَبَیْنَ یَدَیِ الْحَقِّ عَزَّوَجَلَّ لَا تُحَاسِبُوْنَ وَ عَلَی الصِّرَاطِ لَا تَجُوْزُوْنَ ھٰذِہٖ صِفَاتُکُمْ وَاَنْتُمْ تَدَّعُوْنَ الْاِسْلَامَ وَالْاِیْمَانَ (1)

''اے لوگو! تم تو ایسے غافل ہو گئے ہو۔ گویا تمہیں مرنا ہی نہیں، گویا تم بروز حشر اٹھائے ہی نہیں جاؤ گے۔ اور نہ اللہ تعالیٰ کے حضور حساب کے لیے جاؤ گے۔ اور جیسے کہ تمہیں پل صراط سے گزرنا ہی نہیں۔ یہ تمہاری کیفیتیں ہیں اور اس کے باوجود بھی تم ایمان و اسلام کا دعویٰ کرتے ہو''۔

حضرت شیخ کے تمام مقالات کا مطالعہ کرنے سے یہ حقیقت بالکل واضح ہو جاتی ہے کہ اسلوب تبدیل ہو جاتا ہے اور انداز بیاں بدل جاتا ہے، لیکن میدان دعوت وارشاد کا مرکزی اور کلیدی نکتہ صرف اور صرف انسان کو در مولا پہ جھکانا ہے۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

فَاتِّبَاعُ الْاَمْرِ فِیْھَا بِمُخَالَفَتِکَ اِیَّاکَ بِالتَّبَرِّیْ مِنَ الْحَوْلِ وَالْقُوَّۃِ۔ وَاَنْ لَا یَکُوْنَ لَکَ اِرَادَۃٌ وَھِمَّۃٌ فِیْ شَیْءٍ اَلْبَتَّۃَ دُنْیَا وَ عُقْبٰی فَتَکُوْنَ عَبْدَ الْمَلِکِ لَا عَبْدَ الْمُلْکِ وَ عَبْدَ الْاَمْرِ لَا عَبْدَ الْھَوٰی کَالطِّفْلِ مَعَ الظِّئْرِ وَالْمَیِّتُ الْغَسِیْلُ مَعَ الْغَاسِلِ وَالْمَرِیْضُ الْمَقْلُوْبُ عَلٰی جَنْبِیْہِ بَیْنَ یَدَیِ الطَّبِیْبِ فِیْمَا سِوَی الْاَمْرِ وَالنَّھْیِ (2)

''پس اللہ تعالیٰ کی اطاعت سے مراد اپنی ذات کی مخالفت اور اپنی قوت و طاقت سے بیزار ہو جانا ہے۔ کہ دنیا و آخرت کی کس چیز کے متعلق تیرا کوئی ارادہ نہ رہے۔ پس تم ملک کے لیے نہیں، مالک الملک کے غلام بن جاؤ گے۔ تم امر حق کے بندے ہو گے، خواہشات کے غلام نہیں رہو گے۔ خدا کے سامنے تمہارا معاملہ ایسا ہی ہو گا، جیسے شیر خوار بچہ دایا کے ہاتھوں میں، نہلایا ہوا مردہ غسال کے ہاتھوں

1۔ نفس مصدر، صفحہ 123
2۔ فتوح الغیب، صفحہ 74

Marfat.com

میں، یا بے ہوش مریض طبیب کے روبرو ہوتا ہے۔ یہ تسلیم و رضا، امر و نہی کے علاوہ ہے"۔

یہ آپ کے ایک مقالہ کا اقتباس ہے جس میں آپ لوگوں کو یہ درس دے رہے ہیں کہ جہاں اللہ تعالیٰ کا امر یا نہی ہو۔ وہاں تو کسی دوسری چیز کا تصور بھی نہیں ہو سکتا۔ جہاں امر و نہی نہیں بھی ہے وہاں بھی انسان کو ہر لمحہ اللہ تعالیٰ کے حضور جھکا رہنا چاہیے اور انسان کا کمال یہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنے آپ کو ایسا ہی بے بس کر دے، جیسے شیر خوار بچہ دایہ کے سامنے ہوتا ہے۔

شیخ الاسلام عز الدین بن عبد السلام سے حضرت شیخ عبد القادر جیلانی کے متعلق پوچھا گیا تو انہوں نے فرمایا۔

أَمَّا الشَّيْخُ عَبْدُ الْقَادِرِ فَالَّذِيْ وَصَلَ إِلَيْنَا مِنَ أَخْبَارِهِ الصَّحِيْحَةِ أَنَّهُ كَانَ فَقِيْهًا زَاهِدًا عَابِدًا، يَتَكَلَّمُ عَلَى النَّاسِ وَيُرَغِّبُهُمْ فِي الزُّهْدِ والتوبه وَيُحَذِّرُهُمْ مِنَ الْعُقُوْبَةِ عَلَى الْمَعْصِيَةِ فَكَانَ يَتُوْبُ عَلَى يَدَيْهِ مِنَ الْخَلْقِ مَنْ لَا يُحْصٰى كَثْرَتُهُ وَلَهُ كَرَامَاتٌ مُسْتَفِيْضَةٌ لَمْ يُنْقَلْ لَنَا عَنْ اَحَدٍ مِنْ اَهْلِ عَصْرِهِ وَلَا مِنْ بَعْدِهِ اَكْثَرُ مِمَّا نُقِلَ عَنْهُ (1)

"پس شیخ عبد القادر جیلانی یہاں تک ہمارے پاس ان کی صحیح خبریں پہنچی ہیں۔ آپ فقیہ، زاہد اور عابد تھے۔ لوگوں سے خطاب فرماتے ہوئے انہیں زہد اور توبہ کی ترغیب دلاتے تھے۔ اور انہیں گناہوں کی سزا سے ڈراتے تھے۔ آپ کے ہاتھ پر اتنے لوگوں نے توبہ کی جن کا شمار ممکن نہیں۔ آپ کی اتنی کرامات ہیں کہ آپ کے زمانے میں یا اس کے بعد کسی اور کی اتنی کرامات نقل نہیں کی گئی"۔

سوال یہ ہے کہ حضرت شیخ کی نسبت سے منعقد ہونے والی محافل میں کیا اسی میدان

1۔ الروض الزاہر، صفحہ 88

Marfat.com

دعوت کو مرکزی حیثیت حاصل ہے؟ جو آپ کا میدان دعوت تھا، یا محض آپ کا اسم گرامی استعمال کر کے، خوش فہمیوں کو غذا دے کر آپ کے مقصد زیست سے غداری کی جاتی ہے؟

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی کا یہ منہج دعوت وارشاد ہر داعی کے لیے مشعل راہ بھی ہے اور نشان منزل بھی۔

Marfat.com

مقام عبدیت، تعلیمات شاہ جیلاں کی روشنی میں

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّيحَ تَجْرِي بِأَمْرِهِ رُخَاءً حَيْثُ أَصَابَ ۝ وَ
الشَّيَاطِينَ كُلَّ بَنَّاءٍ وَ غَوَّاصٍ ۝ وَآخَرِينَ مُقَرَّنِينَ فِي
الْأَصْفَادِ ۝ هَٰذَا عَطَاؤُنَا فَامْنُنْ أَوْ أَمْسِكْ بِغَيْرِ حِسَابٍ ۝

''اور ہم نے ان کے لیے ہوا کو مسخر کر دیا۔ وہ ان کے حسب فرمان نرمی سے چلتی تھی جہاں کا بھی وہ ارادہ فرماتے تھے اور شیاطین، ہر معمار اور غوطہ لگانے والے بھی (ان کے تابع کر دیئے) اور دوسرے جو زنجیروں میں جکڑے ہوئے رہتے۔ یہ ہماری عطا ہے آپ (جس پر چاہیں) احسان کریں اور (جس سے چاہیں) روک رکھیں۔ آپ پر کچھ حساب نہیں''۔ (سورۂ ص)

Marfat.com

خاکی و نوری نہاد، بندہ مولا صفات
ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز
ہاتھ ہے اللہ کا، بندہ مومن کا ہاتھ
غالب و کار آفریں، کار کشاء و کار ساز

(اقبالؒ)

Marfat.com

بندے کی تمام تر عظمتیں اپنے مولا سے وابستہ ہونے میں ہیں۔ ایک انسان جیسے جیسے قرب الٰہی کی منزلیں طے کرتا جاتا ہے، اس کا وجود قدرت الٰہی کا مظہر بنتا جاتا ہے۔ یہ بات ایک چھوٹی سی سطح پر بھی بڑی آسانی سے سمجھی جاسکتی ہے کہ ایک انسان کا اگر ایک ایسا دوست ہے جو اس کے ساتھ انتہائی مخلص اور وفادار ہے۔ ایک وفادار انسان اپنے مخلص دوست کی بہتری کے لیے ہر وہ کام تو کرے گا جو اس کے بس میں ہوگا۔ یہ الگ بات، کہ ہر انسان کے ساتھ اس کی بے شمار مجبوریاں بھی لگی ہیں اور وہ بہت کچھ کر سکنے کے باوجود بھی کچھ نہ کر سکے۔ کیونکہ یہاں فقیر راہ نشیں بھی مجبور ہے اور شاہ تخت نشیں بھی مجبوریوں کی زنجیروں میں جکڑا ہوا ہے۔

ہزاروں خواہشیں ایسی کہ ہر خواہش پر دم نکلے
بہت نکلے مرے ارمان، لیکن پھر بھی کم نکلے

انسانی معاملات میں تو کبھی کوئی مجبوری آڑے آجاتی ہے کبھی کوئی جبلی کمزوری۔ مثلاً ایک شخص اپنے مخلص دوست کو مال وزر سے نوازنا چاہتا ہے لیکن ممکن ہے، غربت کی مجبوری اس کے پاؤں میں زنجیر ڈال دے اور وہ کچھ نہ کر سکے۔

یہ الگ بات کہ تعمیر نہ ہونے پائیں
ورنہ ہر دل میں کچھ تاج محل ہوتے ہیں

یہاں یہ بھی ممکن ہے کہ ایک انسان اپنے دوست کو نوازنا چاہے، اس کے پاس زرو جواہرات کے انبار بھی ہوں۔ لیکن اس کا بخل اس راہ میں رکاوٹ بن جائے۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی ذات بابرکات، جس کے خزانوں میں کوئی کمی نہیں اور جس کی عنایات اور نوازشات کی کوئی انتہا ہی نہیں۔ اس کا کرم تو ان کی بھی جھولیاں بھرتا ہے جو اسے مانتے بھی نہیں ہیں۔

اک تو ہی خدائے لم یزل دیتا ہے بن مانگے
یہاں تو نفرتیں بھی چاہتوں کے بھاؤ بکتی ہیں

Marfat.com

جب کوئی بندہ اللہ تعالیٰ کا ہو جائے گا تو میرا کریم رب جس کے خزانوں کا کوئی شمار نہیں اور جس کی عنایات کی کوئی حد نہیں۔ اس بندے کو کیا عطا فرمائے گا؟ یہی چیز مقام عبدیت کو سمجھنے میں سنگ میل کی حیثیت رکھتی ہے۔

شاہ جیلاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات میں اس حقیقت کو بڑے واشگاف الفاظ میں واضح کیا گیا ہے۔ کہ رجوع الی اللہ اور ذوق توحید کا مطلب اللہ تعالیٰ کے مقربین اور محبوبان الٰہی کو بے بس اور مجبور ماننا نہیں ہے۔ ہاں اللہ رب العزت کے مقابلہ میں ہر کوئی بے بس ہے۔ لیکن اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کو اپنی عنایات اور نوازشات سے اتنا نوازتا ہے کہ حد کر دیتا ہے۔ اور وہ بندے اللہ تعالیٰ کی عطاؤں سے قدرت باری تعالیٰ کا مظہر بن جاتے ہیں اور ان کی ذوات قدسیہ سے قدرت باری تعالیٰ کا ظہور ہوتا ہے۔ علامہ اقبال کے الفاظ میں وہ "بندہ مولا صفات" بن جاتے ہیں۔ ان کا ہاتھ اللہ کا ہاتھ بن جاتا ہے۔

خاکی و نوری نہاد، بندۂ مولا صفات ہر دو جہاں سے غنی اس کا دل بے نیاز
ہاتھ ہے اللہ کا بندۂ مومن کا ہاتھ غالب و کار آفریں، کارکشا و کارساز

وہ اسی کو فقر مومن کا لازمی ثمرہ قرار دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

فقر مومن چیست تسخیر حیات بندہ از تاثیر او مولا صفات

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کے نزدیک عقیدہ توحید کا مطلب یہ نہیں ہے کہ انبیاء کرام و اولیاء عظام کچھ نہیں کر سکتے۔ یہ بات تو اللہ تعالیٰ کی لجپالی کے بھی خلاف ہے اور اس کی بندہ نوازی کے بھی۔ بلکہ عقیدہ توحید کا تقاضا یہ ہے کہ محبوبان الٰہی کے متعلق یہ عقیدہ رکھا جائے کہ اللہ مالک الملک نے انہیں ملک بھی عطا فرمایا ہے اور اسی رب العزت نے انہیں عزتیں اور غلبہ بھی عطا فرمایا ہے۔ جب عام دوست اپنے دوست کو محروم نہیں رکھتا تو رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اپنے دوستوں کو کیا کچھ نہیں عطا فرمائے گا؟

حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی نے مقام عبدیت کو متعدد مقامات پر بڑے واشگاف

Marfat.com

الفاظ میں بیان فرمایا ہے۔ آپ ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

كُلُّ السَّلَامَةِ فِي طَاعَةِ الْحَقِّ عَزَّوَجَلَّ وَهِيَ اِمْتِثَالُ جَمِيْعِ مَا أُمِرَ بِهٖ وَالْاِنْتِهَاءُ عَنْ جَمِيْعِ مَا نُهِيَ عَنْهُ وَالصَّبْرُ عَلٰى جَمِيْعِ مَا قُضِيَ بِهٖ مَنْ اِسْتَجَابَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَجَابَهٗ وَمَنْ اَطَاعَهٗ طَوَّعَ لَهٗ جَمِيْعُ خَلْقِهٖ (1)

''تمام تر سلامتی اللہ رب العزت کی اطاعت میں ہی ہے اور اس سے مراد یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے تمام احکامات کی پیروی کی جائے، اس کے تمام نواہی سے بچا جائے اور اس کے تمام اور قضاء وقدر پر صبر کیا جائے۔ جو کوئی اللہ تعالیٰ کے احکامات کی تعمیل کرتا ہے اللہ تعالیٰ اسے اپنا مقبول بنالیتا ہے اور جو کوئی اس کی اطاعت کرتا ہے تمام مخلوق اس کی اطاعت کرتی ہے وہ سب کو اس کا فرماں بردار بنا دیتا ہے''۔

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں

يَخْدِمُكَ الْحُكْمُ وَالْعِلْمُ وَالْقَدَرُ وَالْاِنْسُ وَالْجِنُّ وَالْمَلَكُ يَخَافُ مِنْكَ كُلُّ شَيْءٍ لِطَاعَتِكَ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ مَنْ خَافَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ خَافَ مِنْهُ كُلُّ شَيْءٍ۔ وَمَنْ لَمْ يَخَفْ مِنْهُ اَخَافَهٗ مِنْ كُلِّ شَيْءٍ مَنْ خَدَمَ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ اَخْدَمَ لَهٗ كُلَّ شَيْءٍ لِاَنَّهٗ لَا يُضِيْعُ مَنْ عَمَلِ اَحَدٌ مِنْ عِبَادِهٖ ذَرَّةً كَمَا تُدِيْنُ تُدَانُ (2)

''حکم، علم، قدر، انسان، جن اور فرشتے سب تیرے خادم بن جائیں گے۔ تجھ سے ہر چیز ڈرنے لگے گی کیونکہ تو اللہ عزوجل سے ڈرنے والا بن گیا ہے۔ ہر چیز تیری فرمانبرداری کرنے لگے گی۔ کیونکہ تو اللہ رب العزت کا فرمانبردار بن گیا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے ڈرتا ہے، ہر چیز اس سے ڈرنے لگتی ہے۔ جو اللہ تعالیٰ سے نہیں ڈرتا ہر چیز کا خوف اس کے دل میں ڈال دیا جاتا ہے۔ جو اللہ تعالیٰ کا خادم بن جاتا ہے

1۔ الفتح الربانی، صفحہ 210 2۔ نفس مصدر، صفحہ 518

Marfat.com

وہ ہر چیز کو اس کی خادم بنا دیتا ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں کسی کے ایک ذرہ برابر عمل کو بھی ضائع نہیں کرتا۔ تم جیسا کرو گے، ویسا ہی بدلہ پاؤ گے"۔

آپ کے ان فرمودات سے واضح ہو رہا ہے کہ انسان کی عظمت و شان کے سب راز اللہ تعالیٰ سے وابستہ ہونے میں ہی ہیں۔ جب کوئی اسی کا ہو جاتا ہے تو وہ ہر چیز کو اس کا کر دیتا ہے۔ عبدیت کا یہ مقام شرک نہیں، یہ میرے رب کی شان بندہ نوازی ہے۔

سب کے دل میں ہے جگہ تیری جو تو راضی ہوا
مجھ پہ گویا اک زمانہ مہربان ہو جائے گا

(غالب)

جو اللہ تعالیٰ کے آگے جھکے گا، اللہ تعالیٰ ہر چیز کو اس کا غلام بنا دے گا۔ جو اس سے ڈرے گا، ہر چیز اس سے ڈرے گی۔

ہر کہ ترسد از حق و تقویٰ گزید ترسد از او جن و انس و ہر کہ دید

(مولانا روم)

ایک اور مقام پر آپ فرماتے ہیں

اِذَا تَمَّ قَصْدُ الْعَبْدِ وَ طَلَبُهٗ لِلْحَقِّ عَزَّوَجَلَّ كَانَتِ الْاَشْيَاءُ كُلُّهَا مُسَخَّرَةً لَهٗ (1)

"جب بندے کا قصد اور اس کی طلب اللہ عزوجل کے لیے کامل طور پر ہو جاتی ہے۔ تو تمام چیزیں اس کے لیے مسخر کر دی جاتی ہیں"۔

حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات میں عبدیت کے جن متعدد مقامات کو واضح کیا گیا ہے۔ ان کا ایک پہلو یہ بھی ہے کہ جب بندہ اللہ کا ہو جاتا ہے۔ تو نہ صرف یہ کہ ہر چیز اس کی فرمانبردار ہو جاتی ہے بلکہ اس کا وجود اللہ تعالیٰ کے جود و کرم کا مظہر بن جاتا ہے۔ ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

1۔ نفس مصدر، صفحہ 522

Marfat.com

وَبِكَ تُنْكَشَفُ الْكُرُوْبُ وَبِكَ تُسْقَى الْغُيُوْثُ، وَبِكَ تُنْبَتُ الزَّرْوعُ وَ بِكَ يُدْفَعُ الْبَلَا يا وَالْمِحَنُ عَنِ الْخَاصِ وَالْعَامِ وَأَهْلُ الثُّغُوْرِ وَالرَّاعِىْ بِهَا وَالرَّعَايَةِ وَالْاَئِمَةِ وَالْاُمَّةِ وَ سَائِرِ الْبَلَا يَا فَتَكُوْنَ شَحْنَةَ الْبِلَا دِوَالْعِبَادِ (1)

''جب تو اطاعت الٰہی میں کامل ہو جائے تو اس وقت تیری وجہ سے جان لیو! سختیاں دور کی جائیں گی۔ اور تیرے سبب سے بارشیں نازل کی جائیں گی۔ اور تیری برکت سے کھیتیاں اگائی جائیں گی اور تیری ذات کے سبب خاص و عام لوگوں کا، سرحدوں پر متعین افراد، چرواہوں، والیان سلطنت، رعایا، پیشوایان قوم، ان کے متبعین اور باقی تمام مخلوق سے تکالیف و مصائب دور کی جائیں گی۔ اور تو شہروں اور وہاں کے باشندوں کا والی بن جائے گا''۔

حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ عبدیت کی شان کا یہ مظہر بھی بڑی تاکید سے بیان فرماتے ہیں کہ جب بندہ اللہ کی محبت میں گم ہو جاتا ہے تو ایک مرحلہ ایسا بھی آ جاتا ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کی بندہ نوازی کرتے ہوئے پوچھتا کہ میرے بندے بتا تو کیا چاہتا ہے۔

عبدیت کے اسی مقام کی طرف اشارہ کرتے ہوئے حضرت اقبال فرماتے ہیں

خودی کو کر بلند اتنا کہ ہر تقدیر سے پہلے
خدا بندے سے خود پوچھے بتا تیری رضا کیا ہے

حضرت غوث پاک فرماتے ہیں۔

اُطْلُبْهُ وَوُدَّهٗ فَاِنَّهٗ يُرِيْدُكَ فِى الْبَدَايَةِ تَكُوْنُ مُرِيْدًا وَهُوَ الْمُرَادُ وَ فِى النِّهَايَةِ تَكُوْنُ مُرَادًا وَهُوَ الْمُرِيْدُ الصَّغِيْرُ فِى حَالِ صَغِرِهٖ يَطْلُبُ اُمَّهٗ فَاِذَا كُبُرَ تَطْلُبُهٗ اُمُّهٗ اِذَا عَلِمَ صِدْقَ اِرَادَتِكَ لَهٗ اَرَادَكَ اِذَا عَلِمَ صِدْقَ مُحَبَّتِكَ لَهٗ اَحَبَّكَ (2)

1۔ فتوح الغیب، صفحہ 66 2۔ الفتح الربانی، صفحہ 346

Marfat.com

''تو اللہ تعالیٰ کو طلب کر اور اس سے محبت کر، پس یقیناً وہ تجھے چاہے گا۔ ابتدا میں تو چاہنے والا ہوگا اور وہ چاہا گیا ہوگا۔ اور انتہا میں تو چاہا گیا ہوگا اور وہ چاہنے والا ہو گا۔ بچہ بچپن کی حالت میں اپنی ماں کو طلب کرتا ہے۔ جب وہ بڑا ہو جاتا ہے، تو ماں اس کی طلب بن جاتی ہے۔ جب اللہ تعالیٰ اپنے لیے تیرے ارادہ کی سچائی کو جان لے گا تو وہ تجھے چاہنے لگے گا جب وہ اپنے لیے تیری محبت کی سچائی کو جان لے گا تو وہ تجھ سے محبت کرے گا''۔

یعنی جب بندہ صرف اللہ تعالیٰ کا ہی طالب بن جاتا ہے۔ وہ فقط اسی کا ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ بندے کی بندہ نوازی یوں فرماتا ہے کہ اللہ تعالیٰ محب بن جاتا ہے اور وہ محبوب۔ نیاز ناز بن جاتا ہے اور قیس لیلیٰ کے مقام پر فائز ہو جاتا ہے۔

چوں تمام افتد سراپا ناز می گردد نیاز
قیس را لیلیٰ ہمی نامند در صحرائے من

(اقبال)

حضرت شیخ نے اس حقیقت کو بڑی تاکید سے بیان کیا ہے کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کی محبت میں کامل ہو جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اسے اپنی قدرتوں کا امین بنا دیتا ہے۔ آپ ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

اَلْعَبْدُ اِذَا وَحَّدَ رَبَّهٗ عَزَّوَجَلَّ وَاَخْلَصَ لَهٗ تَارَةً يَكُوْنُ لَهٗ فَيَدْخُلُ فِىْ تَكْوِيْنِهٖ تَارَةً تُسَلَّمَ اِلَيْهِ التَّكْوِيْنَ وَيَكُوْنُ هُوَ لِنَفْسِهٖ هٰذَا لِخَوَاصِهٖ مِنْ خَلْقِهٖ كُلُّ مَنْ دَخَلَ اِلَى الْجَنَّةِ فَيَقُوْلُ لِشَىْءٍ كُنْ فَيَكُوْنُ اَلشَّانُ فِىْ تَكْوِيْنِ الْيَوْمِ لَاغَدًا (1)

''بندہ جب اپنے رب کا موحد بن جاتا ہے اور اس کے لیے سراپا اخلاص ہو جاتا ہے۔ تو کبھی اللہ تعالیٰ خود اس کا ہو جاتا ہے وہ خود اس میں تصرف فرماتا ہے۔ اور کبھی

1۔ نفس مصدر، صفحہ 625

Marfat.com

بندے کو تصرف سپرد کر دیا جاتا ہے۔ اور بندہ (عطائے الٰہی سے) خود متصرف ہو جاتا ہے۔ یہ مخلوق میں سے خاص بندگان الٰہی کا حال ہے۔ ہر وہ شخص جو جنت میں داخل ہوگا جب کسی شی سے کہے گا۔ ''ہو جا'' تو وہ ہو جائے گی۔ مگر مرتبہ کمال یہ ہے کہ یہ مقام آج ہی مل جائے نہ کہ کل''۔

یعنی کمال عبدیت یہ ہے کہ انسان میں اہل جنت کی صفات کا عکس نظر آنے لگے۔ جب اہل جنت کسی چیز سے ''کن'' کہیں گے تو وہ چیز ہو جائے گی۔ اللہ تعالیٰ کا قرب اور اس کی محبت اسی دنیا میں انسان کو یہ کمال عطا فرما دیتی ہے کہ جب وہ کسی چیز سے کہتا ہے ''ہو جا'' تو وہ ہو جاتی ہے۔ آپ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ فِی بَعْضِ کُتُبِہٖ یَا ابْنَ آدَمَ أَنَا اللّٰہُ لَا اِلٰہَ اِلَّا اَنَا اَقُوْلُ لِلشَّیْءِ کُنْ فَیَکُوْنُ اَطِعْنِیْ أَجْعَلْکَ تَقُوْلُ لِشَیْءٍ کُنْ فَیَکُوْنَ وَقَالَ عَزَّوَجَلَّ یَا دُنْیَا مَنْ خَدَمَنِیْ فَاخْدِمِیْہِ وَمَنْ خَدَمَکَ فَاَتْعِبِیْہِ (1)

''اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے اے بنی نوع انسان! میں اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ جب میں کسی چیز سے کہتا ہوں، ہو جا۔ تو وہ ہو جاتی ہے۔ تو میری اطاعت کر، میں تجھے ایسا بنا دوں گا۔ کہ جب تو کسی چیز سے ''کن'' کہے گا تو وہ ہو جائے گی۔ اور اللہ تعالیٰ نے فرمایا اے دنیا! جو میری خدمت کرے تو اس کی خادم بن جا۔ اور جو تیری خدمت کرے تو اسے مصیبتوں کی نذر کر دے''۔

حضرت شیخ کے اس فرمان سے واضح ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی انسان کو اس کے امر کن کا مظہر بنا دیتی ہے۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث آپ کے اس فرمان کی شرح میں لکھتے ہیں۔

''کیونکہ جب تم مکمل طور پر میری اطاعت کرو گے۔ امر و نہی کے تابع، اپنی ذات سے فانی اور میری ذات سے باقی ہو جاؤ گے تو میری قدرت کے انوار اور آثار تم

1۔ فتوح الغیب، صفحہ 76

Marfat.com

میں ظاہر ہوں گے"۔(1)

حضرت شیخ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

ثُمَّ یُرَدُّ عَلَیْكَ التَّكْوِیْنُ فَتَكُوْنُ بِالْإِذْنِ الصَّرِیْحِ الَّذِیْ هُوَلَا غُبَارَ عَلَیْهِ وَالدَّلَالَاتِ الْاَئِحَةِ كَالشَّمْسِ الْمُنِیْرَةِ وَ بِكَلَامِهِ اللَّذِیْذِ الزُّهُوِ الَّذِیْ مِنْ كُلِّ لَذِیْذٍ وَالْهَامُ صِدْقٍ مِنْ غَیْرِ تَلَبُّسٍ مُصَفّٰی مِنْ هَوَاجِسِ النَّفْسِ وَوَسْوَاسِ الشَّیْطَانِ اللَّعِیْنَ قَالَ اللّٰهُ فِیْ بَعْضِ كُتُبِهِ یَا ابْنَ آدَمَ اَنَا اللّٰهُ الَّذِیْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اَنَا اَقُوْلُ لِلشَّیْءِ كُنْ فَیَكُوْنَ، اَطِعْنِیْ اَجْعَلْكَ تَقُوْلُ لِلشَّیْءِ كُنْ فَیَكُوْنَ وَقَدْ فَعَلَ ذٰلِكَ بِكَثِیْرٍ مِنْ اَنْبِیَائِهِ وَاَوْلِیَائِهِ وَخَوَاصِّهِ مِنْ بَنِیْ آدَمَ (2)

"پھر نظام تکوین تمہارے سپرد کر دیا جائے گا اور تم بغیر کسی ادنیٰ شک کے صریح اذن، نیر تاباں کی طرح روشن دلائل اور ایسے لذیذ کلام سے جس سے لذیذ کوئی کلام نہیں، بلا التباس و اشتباہ اور سچے الہام سے کائنات میں تصرف کر سکو گے۔ وہ الہام تمام نفسانی خطرات و شیطان لعین کے وسوسوں سے پاک ہوگا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض کتابوں میں فرمایا ہے۔ اے ابن آدم! میں اللہ ہوں۔ میرا سوا کوئی معبود نہیں۔ میں جس چیز کو کہتا ہوں "ہو جا" تو وہ ہو جاتی ہے تو میری اطاعت کر میں تجھے ایسا بنا دوں گا کہ تو بھی کسی چیز سے کہے گا "ہو جا" تو وہ ہو جائے گی۔ بے شک اللہ تعالیٰ نے اپنے اکثر انبیاء، اولیاء اور خاص بندوں کو یہ مقام عطا فرمایا ہے"۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے امر کن کا مظہر بن کے کائنات میں تصرف کرنا، یہ صرف ایک نظریہ ہی نہیں بلکہ عملی طور پر اللہ تعالیٰ اپنے مقربین کو یہ مقام عطا فرما چکا ہے۔

جس طرح قطرہ سمندر سے مل کر سمندر کی پہنائیاں سمیٹ لیتا ہے۔ ذرہ صحراء میں گم ہو کر صحراؤں کی وسعتوں کا امین بن جاتا ہے۔ اسی طرح جب بندہ اللہ تعالیٰ سے واصل ہو

1۔ شرح فتوح الغیب، صفحہ 174 2۔ فتوح الغیب، صفحہ 79

Marfat.com

جاتا ہے۔ تو اس کی ذات مظہر قدرت الٰہی بن جاتی ہے۔ حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ ایک مقام پر فرماتے ہیں۔

وَطَهَّرَ قُلُوْبَهُمْ عَمَّا سِوَاهُ وَجَعَلَ الدُّنْيَا وَالْآخِرَةَ وَالْخَلْقَ فِيْ اَيْدِيْهِمْ اَرَاهُمْ قُدْرَتَهُ وَ عَلَّمَهُمْ حِكْمَتَهُ وَ عِلْمَهُ وَاَعْطَاهُمُ الْقُوَّةَ بِهِ لَهُمْ صَحَّ قَوْلُ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ الْعَلِيِّ الْعَظِيْمِ صَدَقُوْا فِيْ هٰذَا الْقَوْلِ فَاَمْنُوْا حَوْلَهُمْ وَقُوَاهُمْ وَقُوَى الْخَلْقِ وَ اسْتَمْسَكُوْا بِقُوَّةِ الْحَقِّ عَزَّوَجَلَّ كَانَ مَعَاذَ رحمة الله عليه يَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اِنْ لَمْ تَفْعَلْ بِيْ مَا اُرِيْدُ فَصَبِّرْنِيْ عَلٰى مَا تُرِيْدُ (1)

"اور اللہ تعالیٰ نے ان (مقربین الٰہی) کے دلوں کو اپنے ماسواء سے پاک کر دیا ہے۔ دنیا و آخرت اور تمام مخلوق کو اپنی حکمت اور اپنا علم سکھا دیا ہے۔ انہیں اپنی قوت و طاقت سے نوازا ہے اور انہی کا لاحول ولا قوۃ الا باللہ العلی العظیم کہنا صحیح ہے۔ وہی یہ کہنے میں صادق ہیں۔ پس انہوں نے اپنی اور مخلوق کی تمام طاقتوں اور قوتوں کو فنا کر دیا اور قوت الٰہی کے ساتھ متمسک ہو گئے ہیں۔ حضرت معاذ رحمۃ اللہ علیہ یہ دعا مانگا کرتے تھے کہ اے اللہ! اگر تو وہ نہ کرے جو میں چاہتا ہوں۔ پس تو مجھے اس پر صابر بنادے جو تو چاہتا ہے"۔

یعنی قرب الٰہی بندے کو مظہر قدرت الٰہی بنا دیتا ہے۔

ع عشرت قطرہ ہے دریا میں فنا ہو جانا

یہی وہ مقام عبدیت ہے جس کا اظہار حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے قصائد میں بھی کیا ہے۔ اور آپ جگہ جگہ یہ وضاحت فرماتے ہیں۔ کہ یہ مقام مجھے میرے رب نے عطا فرمایا ہے۔ ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں:

نَظَرْتُ اِلَى الْمَحْفُوْظِ وَالْعَرْشِ نَظْرَةً فَلَاحَتْ لِيَ الْاَنْوَارُ وَالرَّبُّ اَعْطَانِيْ

1۔ الفتح الربانی، صفحہ 463-464

Marfat.com

وَغُوْصُوْا بِحَارِیْ تَظْفَرُوْا بِجَوَاهِرِیْ وَتِبْرِیْ وَیَاقُوْتِیْ وَدُرِّیْ وَمَرْجَانِیْ(1)

میں نے لوح محفوظ اور عرش کی طرف دیکھا۔ پس میرے لیے انوار چمکے، یہ مرتبہ میرے رب نے مجھے عطا فرمایا۔ (اور ارشاد ہوا کہ) میرے سمندر میں غوطہ زن ہو جاؤ تم میرے زر و جواہرات، یاقوت، موتی اور مرجان پانے میں کامیاب ہو جاؤ گے۔

آپ کے سارے قصائد پڑھنے سے یہ حقیت اظہر من الشمس ہو جاتی ہے کہ ان میں آپ اپنے رب کی ان عطاؤں کا ذکر فرما رہے ہیں۔ جن سے اللہ تعالیٰ نے آپ کو نوازا تھا۔ یہ استغفر اللہ کوئی تعلّی نہیں تھی، بلکہ یہ تو اپنے کریم رب کی نعمتوں کی تحدیث تھی۔ اسی مقام عبدیت کو ظاہر کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

اَنَا فِیْ حَضْرَةِ التَّقْرِیْبِ وَحْدِیْ یُصَرِّفُنِیْ وَ حَسْبِیْ ذُوالْجَلَالِ
وَمَا مِنْهَا شُهُوْرٌ اَوْ دُهُوْرٌ تَمُرُّ وَ تَنْقَضِیْ اِلَّا اَتٰی لِیْ
بِلَادُ اللّٰهِ مُلْکِیْ تَحْتَ حُکْمِیْ وَوَقْتِیْ قَبْلَ قَلْبِیْ قَدْ صَفَالِیْ
مُرِیْدِیْ لَا تَخَفْ اللّٰهُ رَبِّیْ عَطَانِیْ رِفْعَةً نِلْتُ الْمَعَالِیْ
وَکُلُّ وَلِیٍّ لَهٗ قَدَمٌ وَاِنِّیْ عَلٰی قَدَرِ النَّبِیِّ بَدْرِ الْکَمَالِ
وَ عَبْدُ الْقَادِرِ الْمَشْهُوْرُ اِسْمِیْ وَجَدِّیْ صَاحِبُ الْعَیْنِ الْکَمَالِ (2)

ان اشعار کا بالترتیب منظوم اردو ترجمہ ملاحظہ ہو۔

(۱) منزل قرب الٰہی میں ہوں میں یکتا کمال
ہوں ترقی پر سدا کافی ہے مجھ کو ذوالجلال

(۲) نہیں ہوتا بسر کوئی مہینہ یا زماں
جب تلک مجھ سے اجازت لے نہ وہ آ کر یہاں

(۳) ملک حق ہے ملک میرا اس پہ قبضہ ہے میرا
دل سے پہلے وقت میرا صاف حق نے کر دیا

1۔ قصیدہ (مندرج) فتوح الغیب، صفحہ 167 2۔ نفس مصدر، صفحہ 175

Marfat.com

(۴) طالبا مت ڈر کہ اللہ ہے میرا پروردگار
جس نے دی ہے مجھ کو رفعت اور کیا عالی وقار

(۵) چلتے ہیں سارے ولی اپنی اپنی چال پر
ہے قدم میرا فقط بر سنت خیر البشر

(۶) نام ہے مشہور عبدالقادر عالم میں مرا
صاحب عین الکمالی ہے میرا انا ہوا

یہ قصیدہ وہ ہے۔ جو قصیدہ غوثیہ یا قصیدہ خمریہ کے نام سے مشہور ہے۔ یہ قصیدہ آپ نے جذب واستغراق کے عالم میں فرمایا تھا۔ اس قصیدہ میں آپ جگہ جگہ فرماتے ہیں کہ یہ مقام مجھے میرے رب نے عطا فرمایا ہے۔ یہ مراتب رفیعہ مجھے محبت الٰہی اور قرب مصطفوی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے صدقے میں ملے ہیں۔ جو رب اپنے بندے کو یہ مقامات عطا فرما دیتا ہے اس کی قدرتوں کا کیا کہنا؟ اور اس کے جود و کرم کا کیا کہنا۔

سطور بالا سے واضح ہوا کہ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بہت بڑے موحد ہیں۔ لیکن آپ کے نزدیک توحید کا مطلب مقربین الٰہی کا بے بس و عاجز ہونا نہیں ہے، یہ بالکل بجا کہ اللہ تعالیٰ کے مقابل میں کسی کے پاس کچھ نہیں ہوتا۔ لیکن اللہ تعالیٰ کی عطا سے مقربین الٰہی قدرت الٰہی کا مظہر بن جاتے ہیں۔ کیونکہ نہ اللہ تعالیٰ کی قدرتوں کا کوئی اندازہ ہے اور نہ اس کے وجود و کرم کا ہی کوئی شمار ہے۔

گفتہ او گفتہ اللہ بود گرچہ از حلقوم عبداللہ بود

(مولانا روم)

Marfat.com

Marfat.com

فرمودات شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ

وَ مَنۡ اَحۡسَنُ قَوۡلًا مِّمَّنۡ دَعَاۤ اِلَی اللّٰہِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِیۡ مِنَ الۡمُسۡلِمِیۡنَ ﴿۳۳﴾ (حم السجدہ)

''اوراس سے حسین کسی کی بات ہوگی جس نے اللہ کی طرف بلایا، نیک عمل کیے اور کہا کہ میں فرمانبرداروں میں سے ہوں''۔

Marfat.com

من کی دنیا؟ من کی دنیا سوز و مستی جذب و شوق
تن کی دنیا؟ تن کی دنیا سود و سودا مکر و فن
پانی پانی کر گئی مجھ کو قلندر کی یہ بات
تو جھکا جب غیر کے آگے، نہ من تیرا نہ تن

(اقبالؒ)

Marfat.com

عصر حاضر کے ایک دانشور واصف علی واصف کہتے ہیں: پیغمبر کی بات باتوں کی پیغمبر ہوتی ہے۔ یعنی کوئی آدمی جتنا عظیم ہوگا، اس کی ہر بات اتنی ہی عظمتوں کو اپنے جلو میں سمیٹے ہوئے ہوگی۔ آدمی کی شخصیت کا اظہار اس کی بات سے ہی ہوتا ہے۔ ممکن ہے ایک آدمی بڑے حسن و جمال والا ہو، زرق برق لباس پہنے ہوئے ہو، لیکن جب وہ بات کرے تو لوگ اس سے کراہت محسوس کرنے لگیں۔ اور ایک آدمی بظاہر تو بے وقعت نظر آتا ہو، لیکن اس کی بات اسے لوگوں کی آنکھ کا تارا بنا دے۔ بات سے پہلے تو انسان مستور اور مخفی ہوتا ہے۔ اس کی بات ہی اس کے متعلق فیصلہ کرتی ہے کہ یہ دانش و بینش کا ہمالہ ہے یا علم و فضل سے کوسوں دور بے وقوفیوں اور حماقتوں کا پیکر؟۔

دراصل کسی انسان کی بات اس کی زندگی کا نچوڑ ہوتی ہے۔ اس کی ہر بات سے اس کے علم و فضل کا ماحاصل ٹپکتا ہے۔ عظیم انسان اپنی زندگی کے تجربات اور مشاہدات کو اپنے اقوال میں بیان کرتے ہیں، تاکہ ان کی ہر بات آنے والوں کے لیے مشعل راہ ثابت ہو سکے۔ اور وہ راہ زیست طے کرتے ہوئے در در کی ٹھوکریں نہ کھاتے رہیں۔ بلکہ ان کے تجربات کی روشنی میں آسانی سے اپنی منزل مقصود تک پہنچ سکیں۔ یہی سبب ہے کہ عظیم لوگوں کی باتوں کو ''اقوال زریں'' کے طور پر محفوظ کر لیا جاتا ہے۔

شاہ جیلاں حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ بلا شبہ عظمت اور شان کے اس درجہ پر فائز ہیں جس کا اندازہ لگانا بھی ہمارے تخیل سے ماوراء ہے۔ آپ کی ہر بات ہی ''قول زریں'' ہے۔ جو راہ طلب کے مسافروں کے لیے مشعل راہ بھی ہے اور منزل مقصود بھی۔ یعنی انسان نے جس فکر تک پہنچنا ہے آپ کے فرمودات ان کا راستہ بھی دکھاتے ہیں اور وہاں پہنچاتے بھی ہیں۔ آپ کے ارشادات و فرمودات اپنانے سے انسان بہت سی فکری غلطیوں سے محفوظ رہ کر حق تک رسائی حاصل کر سکتا ہے۔ اس باب میں آپ کے چند فرمودات کچھ ضروری توضیحات کے ساتھ ذکر کیے جاتے ہیں، تاکہ ان کی روشنی میں آپ کے افکار و

Marfat.com

خیالات کو سمجھا جا سکے۔ اور انہیں کے ساتھ ہم اپنی منزل کا تعین بھی کر سکیں اور اسے پا بھی سکیں۔ اقول وباللہ التوفیق علیہ توکلت والیہ انیب

(۱) اخلاص کی پہچان

دین کا مقصود، اللہ تعالیٰ کے لیے مخلص ہونا ہے۔ ہر انسان اپنے متعلق یہی سوچتا ہے کہ وہ صاحب اخلاص ہے۔ سوال یہ ہے کہ اخلاص کیا ہے؟ مخلص ہونے کی پہچان کیا ہے؟ تاکہ انسان اپنے اخلاص کو پرکھ سکے۔ حضرت شاہ جیلاں اخلاص کی علامت بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔

عَلَامَةُ اِخْلَاصِكَ اَنَّكَ لَا تَلْتَفِتُ اِلٰى حَمْدِ الْخَلْقِ وَلَا اِلٰى ذَمِّهِمْ وَلَا تَطْمَعُ فِيْمَا اَيْدِيْهِمْ .... تَعْمَلُ لِلْمُنْعِمِ لَا لِلنِّعْمَةِ (1)

اخلاص کی علامت یہ ہے کہ تو مخلوق کی مدح و دم سے بے نیاز ہو جا۔ لوگوں کے مال و دولت کی طمع نہ کر..... تو نعمت دینے والے کے لیے کام کر نعمت کے لیے نہیں"۔

"یعنی اللہ تعالیٰ کے لیے اخلاص کی نشانی یہ ہے کہ انسان اس چیز سے بے نیاز ہو جائے کہ لوگ کیا کہتے ہیں؟ اگر کوئی انسان کوئی نیک کام شروع کرے، لوگ اس کی تعریف و توصیف کے پل باندھ دیں۔ تو وہ اور جذبوں سے کام کرے۔ لیکن لوگ اس پر طعن و تشنیع کے تیر چلانے لگیں، تو وہ کام چھوڑ دے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ نعمت اخلاص سے محروم ہے۔ اگر اس کا کام اللہ تعالیٰ کے لیے ہوتا تو وہ ہر حال میں اسے جاری رکھتا۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ تو ہر اچھے کام کی قدر کرتا ہے۔

حضرت ضیاء الامت جسٹس پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے۔ انسان کو چاہیے کہ وہ بندوں کے لیے کام نہ کرے۔ بلکہ اللہ تعالیٰ کے لیے کام کرے۔ کیونکہ بندہ بندے سے کبھی خوش نہیں ہوتا۔ اگر کوئی انسان ایک انسان کے ہزاروں کام کرے اور ایک کام نہ کرے تو وہ سب کاموں پہ پانی پھیر دیتا ہے اور یہ چیز انسان کے لیے سخت دکھ اور کرب

1۔ الفتح الربانی، صفحہ 414

Marfat.com

کا باعث بنتی ہے۔ اگر وہ خدا کے لیے کام کر رہا ہوتا۔ تو اسے اس کی کوئی پرواہ ہی نہ ہوتی۔ کہ اس انسان نے کیا کہا ہے؟ وہ ہر حال میں پرسکون اور مطمئن ہی رہتا کہ میں نے یہ کام اپنے رب کی رضا کے لیے کیا ہے۔ اور میرا رب کریم مجھے اس کی جزا ضرور عطا فرمائے گا۔

یعنی اخلاص بندوں سے بے نیاز ہو کر اللہ تعالیٰ کے لیے سب کچھ کرنے کا نام ہے۔

(۲) دین سے دوری کے اسباب

انسان اپنے آپ کو دین سے انتہائی وابستہ خیال کرتا ہے۔ خوش فہمیوں کا نشہ اسے کچھ نہ کرتے ہوئے بھی سب کچھ کرنے کا یقین دلاتا رہتا ہے۔ آخر ایک انسان دین کے ساتھ اپنی وابستگی کو کیسے جان سکتا ہے؟ اور وہ کیسے سمجھ سکتا ہے کہ اس کا دین کے ساتھ کوئی تعلق ہے یا نہیں؟ حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ اس تناظر میں فرماتے ہیں۔

ذِهَابُ دِيْنِكُمْ بِاَرْبَعَةِ اَشْيَاءَ اَلْاَوَّلُ اِنَّكُمْ لَا تَعْمَلُوْنَ بِمَا تَعْلَمُوْنَ اَلثَّانِيْ اَنَّكُمْ تَعْمَلُوْنَ بِمَا لَا تَعْلَمُوْنَ اَلثَّالِثُ اَنَّكُمْ لَا تَتَعَلَّمُوْنَ مَالَا تَعْلَمُوْنَ فَتَبْقُوْنَ جُهَّالًا اَلرَّابِعُ اَنَّكُمْ تَمْنَعُوْنَ النَّاسَ مِنْ تَعْلِيْمِ مَالَا يَعْلَمُوْنَ (1)

''تمہارے دین کی بربادی چار چیزوں سے ہے پہلی چیز یہ کہ تم نے جو علم سیکھا ہے اس پر عمل نہیں کرتے۔ دوسری چیز یہ کہ جس کا علم نہیں اس پر عمل کرتے ہو۔ تیسری چیز یہ کہ جسے جانتے نہیں ہو ایسے حاصل نہیں کرتے۔ پس تم جاہل کے جاہل رہتے ہو اور چوتھی چیز یہ کہ تم دوسروں کو تعلیم سے روکتے ہو''۔

یعنی جس شخص کا طریقہ یہ ہو کہ وہ اپنے علم پر عمل نہ کرے اور جو نہیں جانتا اس میں الجھتا رہے۔ مثلاً وہ یہ تو جانتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مجھے سچ بولنے کا حکم دیا ہے لیکن وہ سچ تو بولتا نہیں۔ لیکن تصوف کی عمیق ترین مباحث میں الجھا رہتا ہے نماز تو ادا نہ کرے اور وحدۃ الوجود اور وحدۃ الشہود کی مباحث میں مصروف رہے۔ دین کی بات سمجھنے کا اسے احساس نہ

1۔ نفس مصدر، صفحہ 121

Marfat.com

ہو۔ اور دوسروں کو بھی تعلیم سے دور کرنے کی کوشش کرے تو اس شخص کا دین سے کوئی تعلق باقی نہیں ہے۔ وہ صرف دعویٰ کی حد تک دین کا علمبردار ہے۔ اگر اسے دین سے حقیقی تعلق نصیب ہوتا تو وہ علم پر عمل کرتا۔ ایسے افکار و خیالات میں نہ الجھتا جن کا وہ اہل نہیں ہے۔ دین کو سمجھنے میں اپنی زندگی وقف کر دیتا خود بھی علم سیکھتا اور دوسروں کو سکھانے میں پوری کوشش صرف کر دیتا۔

(۳) آزمائش ایمان کی کسوٹی ہے

ایمان ہر انسان کا سب سے قیمتی سرمایہ ہے ہر کوئی اپنے آپ کو کامل مومن ہی خیال کرتا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ ایمان کو پرکھنے کا طریقہ کیا ہوگا۔ تاکہ ہر انسان اپنے ایمان کو جانچ سکے کہ وہ ایمان کے کس درجے پر ہے۔ شاہ جیلاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اس سوال کا جواب دیتے ہوئے فرماتے ہیں۔

لَوْلَا الْبَلَايَا لَكَانَ النَّاسُ كُلُّهُمْ عِبَادًا زُهَّادًا (1)

''اگر آزمائشیں نہ ہوتیں تو سب لوگ ہی عابد اور زاہد ہوتے''۔

یعنی ایمان کی پرکھ آزمائش سے ہوتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ مختلف حالات یا مختلف احکامات سے اپنے بندوں کی آزمائش نہ کرے، پھر تو ہر کوئی کامل مومن ہو۔ مثلاً ایک انسان صبح دس بجے جاگنے کا عادی ہے۔ ایمان اسے اگر یہ کہے کہ نماز کی خیر ہے تو جب مرضی ہو سو کر اٹھ۔ ایک شخص رشوت خور ہے، ایمان اسے کہے کہ رزق حلال کی ضرورت نہیں، جیسے تیرا جی چاہے پیسہ کما تا رہ۔ اسی طرح نہ کسی ہوس پرست کو ہوس پرستی سے روکا جائے، نہ کسی چور کو چوری پر ٹوکا جائے۔ تو آخر لوگوں کو ایسا من پسند اسلام قبول کرنے میں کیا رکاوٹ ہے؟

حضرت شیخ فرماتے ہیں کہ ایمان کی پرکھ تو آزمائشوں سے ہوتی ہے۔ کہ ایک شخص گہری نیند سو رہا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں سجدہ ریز ہونے کا وقت آ جاتا ہے۔ تو یہ لمحہ اس کے ایمان کی پرکھ کا ہے کہ اسے اللہ تعالیٰ کی ذات زیادہ محبوب ہے، یا اپنی نیند؟ ایک

1۔ نفس مصدر، صفحہ 428

Marfat.com

رشوت خور جب رشوت لینے پہ پوری طرح قادر ہو اور ایمان اسے بتائے کہ یہ عمل اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے تو اس کے ایمان کا اسی لمحے پتا چلے گا، کہ اسے ایمان زیادہ محبوب ہے یا مال و دولت؟ آزمائش اور امتحان ہی انسان کے ایمان کو پرکھنے کی کسوٹی ہوتی ہیں۔ اگر ایمان ہر بندے کو وہی کرنے دے، جو وہ چاہتا ہے۔ پھر تو ہر کوئی کامل مومن ہوتا اور ایمان ایک غیر مؤثر چیز ثابت ہوتی۔ حضرت شاہ جیلاں ایک اور مقام پر فرماتے ہیں۔

اِنَّمَا يَتَبَيَّنُ الْعَبْدُ عِنْدَ الْاِخْتِبَارِ اِذَا جَاءَتِ الْبَلَايَا مِنَ اللّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَاَنْتَ ثَابِتٌ فَاَنْتَ مُحِبٌّ وَاِنْ تَغَيَّرْتَ بَانَ الْكَذِبُ وَانْتَقَضَ الْاَوَّلُ (1)

''بندگی کا اظہار امتحان کے وقت ہوتا ہے۔ جب اللہ تعالیٰ کی طرف سے آزمائشیں آئیں اور تو ثابت قدم رہے۔ تو تو اللہ تعالیٰ سے محبت کرنے والا ہے اور اگر تو اس وقت بدل جائے تو تیرا جھوٹ ظاہر ہو جائے گا اور پہلا دعویٰ باطل ہو جائے گا''۔

یعنی اللہ تعالیٰ کے ساتھ محبت کا پتا آزمائش کے وقت ہی چلتا ہے۔ اگر کوئی انسان اچھے حالات میں تو اللہ تعالیٰ سے بڑا خوش ہے۔ لیکن اگر کبھی اس کی زندگی میں برے دن یا سخت حالات آ جائیں تو اس کے دل کی کیفیت بدل جائے اور وہ اللہ تعالیٰ سے بدگمان ہو جائے۔ تو وہ انسان دراصل اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے والا نہیں بلکہ اپنے مفاد کی بندگی کرنے والا ہے۔ اگر وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرنے والا ہوتا، تو اگر اسے اللہ تعالیٰ کی طرف سے نعمت ملتی تو پھر بھی وہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کرتا اور اگر اس کی طرف سے کوئی مصیبت پہنچتی تو پھر بھی اس کا سر بارگاہ الٰہی میں سجدہ ریز ہو جاتا۔ کیونکہ محبوب کی طرف سے جو کچھ بھی آئے محب اسے سر آنکھوں پر بٹھاتا ہے۔

ایک یہودی نے اسلام قبول کیا۔ اتفاق ایسا ہوا کہ تھوڑے عرصہ کے بعد اس کی بینائی جاتی رہی اس کا بہت سا مالی نقصان بھی ہوا۔ اور اس کا بیٹا مر گیا۔ اس نے سوچا ایسے اسلام کو

1۔ نفس مصدر، صفحہ 87

Marfat.com

قبول کرنے کا کیا فائدہ؟ کہ جسے قبول کرنے کے بعد میرا اتنا نقصان ہو گیا۔ وہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہو کر کہنے لگا کہ میں نے آپ کے ہاتھ پر جو بیعت کی تھی۔ اسے واپس لے لیجئے۔ آپ نے فرمایا اسلام کی بیعت واپس نہیں ہوتی۔ اس نے کہا میرا اتنا نقصان ہو گیا۔ آپ نے فرمایا جس طرح آگ لوہے۔ سونے اور چاندی کی میل کچیل کو صاف کرتی ہے۔ اسی طرح اسلام بھی مردوں کو صاف کرتا ہے۔ یہودی کی اس سوچ کی نفی کرتے ہوئے یہ آیہ کریمہ نازل ہوئی۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّعْبُدُ اللّٰهَ عَلٰى حَرْفٍ ۚ فَاِنْ اَصَابَهٗ خَيْرُ ۨاطْمَاَنَّ بِهٖ ۚ وَ اِنْ اَصَابَتْهُ فِتْنَةُ ۨانْقَلَبَ عَلٰى وَجْهِهٖ ۚ خَسِرَ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةَ ۭ ذٰلِكَ هُوَ الْخُسْرَانُ الْمُبِيْنُ ⑪ (الحج)

”اور لوگوں میں سے کوئی وہ ہے جو کنارے پر کھڑا ہو کر اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتا ہے۔ اگر اسے بھلائی پہنچے تو مطمئن ہو جاتا ہے اور اگر اسے کوئی آزمائش آ جائے تو فوراً منہ موڑ لیتا ہے۔ اس شخص نے اپنی دنیا اور آخرت برباد کر دی۔ یہی تو کھلا ہوا خسارہ ہے“۔

حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ اسی حقیقت کی تاکید فرماتے ہیں کہ عبدیت کا پتہ آزمائش کے وقت لگتا ہے۔ آزمائشیں بہت چھوٹی بھی ہو سکتی ہے اور بہت بڑی بھی۔ نیند چھوڑنا بھی آزمائش ہے اور حرام خوری چھوڑنا بھی۔ انسان کو اللہ تعالیٰ سے رحمت کا سوال کرنا چاہیے۔ لیکن اگر اس کی زندگی میں کبھی کوئی بدنی یا مالی یا جانی آزمائش بھی آ جائے تو اسے اللہ تعالیٰ کے سامنے سربسجود رہنا چاہیے۔ کیونکہ بندگی کی شان یہی ہے۔

اگر بخشے زہے قسمت، نہ بخشے تو شکایت کیا
سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے

(۴) محبت، بغض کا معیار

کسی سے محبت کرنا یا بغض رکھنا یہ کسی بھی انسان کا ایک طبعی تقاضا ہے۔ انسان عموماً

Marfat.com

محبت اس سے کرتا ہے جس سے اس کا مزاج مل جاتا ہے یا مفاد کا حصول ہوتا ہے۔ اسی مزاج و مفاد کی یکسانیت دو انسانوں میں محبت و الفت کا ذریعہ بنتی ہے۔ اور اگر مزاج نہ ملے یا مفاد ٹکرا جائے۔ تو یہی چیز نفرت اور بغض کی بنیاد بنتی ہے۔ لیکن محبت و بغض کا یہ معیار اسلامی نہیں بلکہ ذات کے خول کے اندر محصور ہے۔ محبت و بغض کی بنیاد کیا ہونی چاہیے؟ روح اسلام کے ترجمان حضرت شیخ عبد القادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اِذَا وَجَدْتَ بِقَلْبِكَ بُغْضَ شَخْصٍ اَوْ حُبَّهٗ فَاَعْرِضْ اَعْمَالَهٗ عَلَى الْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ، فَاِنْ كَانَتْ فِيْهِمَا مَبْغُوْضَةً فَاَبْشِرْ بِمُوَافِقَتِكَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَرَسُوْلَهٗ۔ وَاِنْ كَانَتْ اَعْمَالُهٗ فِيْهِمَا مَحْبُوْبَةً وَاَنْتَ تَبْغِضُهٗ فَاعْلَمْ بِاَنَّكَ صَاحِبُ هَوٰى تُبْغِضُهٗ بِهَوَاكَ ظَالِمًا بِهٖ بِبُغْضِكَ اِيَّاهُ وَعَاصٍ لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ وَلِرَسُوْلِهٖ مُخَالِفٌ لَهُمَا (1)

''اگر تو اپنے دل میں کسی کے بارے میں نفرت یا محبت پائے۔ تو اس کے اعمال کو کتاب و سنت کی میزان میں تول۔ اگر اس کے اعمال کتاب و سنت کی نظر میں مبغوض ہوں۔ تو تجھے اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی موافقت پر بشارت ہو۔ اور اگر اس کے اعمال کتاب و سنت کی روشنی میں محبوب ہوں، اور تو اس سے بغض رکھے۔ تو تو جان لے کہ تو خواہشات کی پیروی کرنے والا ہے۔ اپنی خواہشات کے سبب اس سے بغض رکھتا ہے۔ اپنے بغض کے سبب اس پہ ظلم کرنے والا ہے۔ اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کا نافرمان اور ان کی مخالفت کرنے والا ہے''۔

اس سے واضح ہوا کہ حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ اس چیز کی تلقین کرتے ہیں کہ اہل ایمان کو اس شخص سے محبت کرنی چاہیے جو اللہ تعالیٰ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اطاعت کرتا ہے۔ اگرچہ وہ غریب، تنگ دست اور فقیر راہ نشیں ہو اور اہل ایمان کی یہ شان نہیں کہ وہ اس شخص

1۔ فتوح الغیب، صفحہ 96

Marfat.com

سے محبت کریں جو اللہ تعالیٰ اور اس کے رسول ﷺ کا باغی اور نافرمان ہو اگرچہ وہ جتنا بھی صاحب ثروت اور جاہ و منصب والا ہو۔

جو شخص عملی طور پر صاحب ثروت لوگوں کو تو بڑا مقام دیتا ہے اگرچہ وہ حرام خور اور مخلوق پہ ظلم کرنے والے ہوں لیکن غریب اور بے بس مریدوں سے سلام لینا بھی گوارا نہیں کرتا اگرچہ ان کی جبینیں عبادت کے نور سے نشان زدہ ہوں۔ اگرچہ وہ بغداد کے ذکر سے سر بھی جھکا دیتا ہو لیکن دراصل وہ انسان حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ کا نافرمان اور باغی ہے۔ کیونکہ آپ تو فرماتے ہیں کہ خدا اور رسول کا وفادار مومن کا محبوب ہوتا ہے اور ان کا باغی مومن کی محبت کا کبھی اہل نہیں ہوتا۔

(۵) اغنیاء سے وقار اور فقراء سے عاجزی کے ساتھ ملنا

جس انسان کو معرفت الٰہی نصیب ہو جائے اسے دارین کی سب سے بڑی دولت مل گئی۔ اہل ایمان کو اسی انسان کی تعظیم بجالانی چاہیے جس کا دل اللہ کی یاد سے آباد ہے۔ اہل حق کے نزدیک تو متکبر سے تکبر سے پیش آنا ہی عبادت ہے۔ کیونکہ جو عجز و انکسار سے محروم ہے، اس کے سامنے عاجزی کرنا تو انسانیت کی تذلیل ہے۔ اور ایمان کبھی بھی انسانیت کی تذلیل کی حمایت نہیں کرتا۔ حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں

اُوْصِیْكَ اَنْ تَصْحَبَ الْاَغْنِیَاءَ بِالتَّعَذُّزِ وَالْفُقَرَاءَ بِالتَّذَلُّلِ وَالْاَخْلَاصِ۔ وَعَلَیْكَ بِالتَّذَلُّلِ وَالْاِخْلَاصِ (1)

''میں تمہیں وصیت کرتا ہوں کہ اغنیاء کے ساتھ عزت اور وقار سے ملو اور فقراء کے ساتھ عاجزی اور انکساری سے۔ تجھ پر عاجزی اور اخلاص لازم ہے''۔

یہ مقام ہر اس شخص کے لیے انتہائی قابل توجہ ہے جو کسی بڑی گدی کا سجادہ نشین تو ہے لیکن اگر وہاں کوئی حکومتی عہدے دار یا بڑا سرمایہ کار چلا جائے۔ تو وہ اس کے آگے پیچھے دوڑتا ہے۔ لیکن وہ غریب و بے بس افراد جو نہ جانے کتنی مشکلات اٹھا کے وہاں پہنچتے ہیں

1۔ نفس مصدر، صفحہ 139

Marfat.com

لیکن اس کے پاس ان غرباء کے لیے وقت نہیں ہوتا۔ ایسے افراد خود بھی فیصلہ کر سکتے ہیں کہ انہیں حضرت شاہ جیلاں کے فرمودات کا کتنا پاس ہے؟

(۶) مساجد اور کثرت درود و سلام کو لازم پکڑو

حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

عَلَیْکُمْ بِلُزُوْمِ الْمَسَاجِدِ وَکَثْرَۃِ الصَّلٰوۃِ عَلَی النَّبِیِّ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فَاِنَّہٗ قَالَ لَوْنَزَلَ مِنَ السَّمَاءِ نَارٌ مَانَجَا مِنْھَا اِلَّا اَھْلُ الْمَسَاجِدِ (1)

''تم مساجد کی حاضری اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم پر درود و سلام کو لازم پکڑو۔ کیونکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا ہے اگر آسمان سے آگ اترے تو سوائے اہل مساجد کے اس سے کوئی نجات نہ پائے''۔

اگر کوئی شخص نعرے تو شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ کے لگائے لیکن اس نے درود و سلام اور مساجد کو لازم پکڑنے کا راستہ ترک کر دیا ہو، تو وہ خود ہی سوچے کہ وہ حضرت شیخ کو خوش کر رہا ہے یا ناراض۔

(۷) بری صحبت سے بچو

انسان کو بری صحبت سے بچنے کی تلقین کرتے ہوئے آپ فرماتے ہیں۔

یَا غُلَامُ! صُحْبَتُکَ لِلْاَشْرَارِ تُوْقِعُکَ فِیْ سُوْءِ الظَّنِّ بِالْاَخْیَارِ اِمْشِ تَحْتَ ظِلِّ کِتَابِ اللّٰہِ عَزَّوَجَلَّ وَسُنَّۃِ رَسُوْلِ اللّٰہِ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم وَقَدْ اَفْلَحْتُ (2)

''اے بیٹے! بروں کے ساتھ تیری صحبت تجھے اچھوں سے بدگمانی میں ڈال دے گی۔ تو قرآن کریم اور سنت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے سایہ میں چل۔ نجات پا جائے گا''۔

یعنی جس طرح مادی دنیا چند اصول و قوانین کے تحت چلتی ہے۔ ایسے ہی روحانی دنیا بھی

1۔ الفتح الربانی، صفحہ 95 2۔ نفس مصدر، صفحہ 113

Marfat.com

قوانین وضوابط کی پابند ہے جس طرح اگر کوئی پیاسا اپنی پیاس بجھانا چاہتا ہے تو اسے چاہیے کہ وہ پانی پئے۔ ایسے ہی اگر انسان اچھوں کی محبت اور ان کے متعلق حسن ظن چاہتا تو اسے چاہیے کہ وہ بروں کی صحبت سے دور رہے۔ صحبت کا اثر ایک مسلمہ حقیقت ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی کسی عطار کی دوکان پر بیٹھے اور خوشبو سے محروم رہے اور کوئی کسی لوہار کی دکان پر بیٹھے اور دھوئیں سے بچ جائے۔ لہٰذا صالحین کی صحبت دلوں میں معرفت کا نور پیدا کرتی ہے اور بروں کی صحبت انسان کو برائی کی راہوں پر چلا دیتی ہے۔

صحبت صالح ترا صالح کند صحبت طالح ترا طالح کند

حضرت شیخ کا یہ فرمان دراصل قرآن مجید کی اس آیہ کریم کی تفسیر ہے۔

وَلَا تَرْكَنُوْٓا اِلَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا فَتَمَسَّكُمُ النَّارُ (ہود:113)

''جن لوگوں نے ظلم کیا ان کی طرف مائل نہ ہونا ورنہ تمہیں آگ آ پکڑے گی''۔

جب ظالموں کی طرف میلان بھی انسان کو تباہ کرتا ہے تو ان سے مصاحبت اور مجالست کس قدر نقصان دہ ہوگی؟ حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ انسان کی زندگی بروں کی صحبت میں نہیں بلکہ قرآن وسنت کے سایہ میں بسر ہونی چاہیے۔ یعنی مجالس ومصاحبت کی کسوٹی بھی قرآن وسنت ہی ہونے چاہئیں۔

(۸) سب سے بڑا عقل مند کون ہے؟

سب سے بڑے عقل منداور سب سے بڑے جاہل کی نشانی بتاتے ہوئے حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اَعْقَلُ النَّاسِ مَنْ اَطَاعَ اللهَ عَزَّوَجَلَّ وَاَجْهَلُ النَّاسِ مَنْ عَصَاهُ(1)

''لوگوں میں سے سب سے بڑا عقل مند وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرے۔ اور لوگوں میں سے سب سے بڑا جاہل وہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی نافرمانی کرے''۔

عقل مند کسے سمجھا جاتا ہے جو اپنے فائدے اور نقصان کو سمجھتا ہے اپنے آج کے لیے

1۔ الفتح الربانی، صفحہ 124

Marfat.com

اپنا کل قربان نہیں کرتا۔ اپنے دوست اور دشمن کی پہچان کرتا ہے۔ اپنے تحفظ اور اپنی بقا کے لیے جدوجہد کرتا ہے۔ اب جس انسان نے یہ جان لیا کہ اللہ تعالیٰ کی بندگی کا راستہ ہی مجھے دارین کے مصائب سے بچا سکتا ہے وہ میرا حقیقی اور سب سے بڑا محسن ہے۔ اسی کی اطاعت میں میرا فائدہ مخفی ہے تو بھلا یہ کیسے ممکن ہے کہ وہ انسان اللہ تعالیٰ کی بندگی نہ کرے۔ اگر اپنے فائدہ ونقصان کو سمجھنا دلیل دانشمندی ہے اور اپنے آج کی بجائے کل کی فکر کرنا عقل مندی کی نشانی ہے۔ تو جو بندہ اللہ تعالیٰ کی اطاعت میں مشغول ہے وہ جانتا ہے کہ میری دنیا وعقبی کی بہتری اطاعت الٰہی میں ہے، لہٰذا اس سے بڑا عقل مند کون ہوسکتا ہے؟

اور جو انسان اس بندے کا تو ممنون رہتا ہے جس نے کبھی مشکل وقت میں اس کا ہاتھ بٹایا تھا۔ لیکن اس ذات کا باغی ہے جس نے اسے ایک قطرۂ آب سے انسانی قالب میں ڈھالا اور اس پر اتنے احسانات فرمائے جن کا شمار ممکن نہیں۔ اور جو اس بندے سے تو ڈرتا ہے جس سے اسے خطرہ ہے کہ اگر میں نے اسے راضی نہ رکھا تو شاید یہ مجھے کوئی نقصان پہنچائے۔ لیکن اس رب قدیر سے نہیں ڈرتا جس کے دست قدرت میں ساری طاقتیں ہیں۔ اگر اس کی رحمت دستگیری نہ کرے تو یہ ایک سانس نہیں لے سکتا۔ تو اس سے بڑا احمق اور بے وقوف اور کون ہوسکتا ہے؟

اسی لیے حضرت شاہ جیلاں فرماتے ہیں کہ عقل مندی کی سب سے بڑی نشانی اللہ تعالیٰ کی اطاعت کرنا اور جہالت کی سب سے بڑی نشانی اللہ تعالیٰ کی نافرمانی ہے۔

(۹) غرباء پروری وسعت رزق کا سبب ہے

حضرت غوث پاک رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

لَا تَاكُلْ وَحْدَكَ مَنْ اَكَلَ وَحْدَهٗ وَلَمْ يُطْعِمْ يُخَافُ عَلَيْهِ مِنَ الْفَقْرِ وَالْكُدْيَةِ (1)

"تو تنہا مت کھا کیونکہ جو تنہا کھائے اور دوسرے کو نہ کھلائے اس پر محتاجی وتنگ

1۔ نفس مصدر، صفحہ 212

Marfat.com

دستی کا خوف ہے"۔

یعنی غربا و مساکین کا خیال نہ رکھنا روزی تنگ کر دیتا ہے اور دوسروں کو کھلانا اور غرباء و فقراء کا خیال رکھنا انسان کے رزق میں کشادگی اور وسعت کا سبب ہے۔ اللہ کی مخلوق سے محبت دراصل محبت الٰہی کا ہی مظہر ہے۔ شاید یہی سبب ہے کہ حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

فَتَّشْتُ الْاَعْمَالَ كُلَّهَا فَمَا وَجَدْتُ فِيْهَا اَفْضَلَ مِنْ اِطْعَامِ الطَّعَامِ، اَوَدُّ لَوْ كَانَتِ الدُّنْيَا بِيَدِيْ فَاَطْعِمُهَا الْجِيَاعَ (1)

"میں نے سب اعمال کو دیکھا۔ مجھے کھانا کھلانے سے بڑھ کر کوئی چیز باعث اجر نظر نہیں آئی۔ اگر پوری دنیا میرے ہاتھ میں ہوتی تو میں بھوکوں کو کھلا دیتا"۔

(۱۰) یا مسلمانوں کی طرف ہو یا برہمن کی طرف

ایک مقام پر آپ فرماتے ہیں۔

"تم حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی پیروی کا دعویٰ کیسے کرتے ہو؟ حالانکہ تم اقوال و افعال اور سب چیزوں میں آپ کی مخالفت کرتے ہو تمہارا دعویٰ تو بڑا لمبا چوڑا ہے۔ جس کا تمہارے پاس کوئی گواہ موجود نہیں ہے۔ مثل مشہور ہے: اَمَّا اَنْ تَكُوْنَ يَهُوْدِيًّا خَالِصًا وَاِلَّا فَلَا تَتَوَلَّعْ بِالتُّوْرَاةِ۔ یعنی یا تو یہودی بن جا یا پھر تورات پر اتنا فریفتہ نہ ہو۔ اسی طرح میں تجھے کہتا ہوں یا تو اسلام کی پوری شرائط بجالا۔ یا پھر اپنے آپ کو مسلمان مت کہہ۔ تم پر اسلام کی شرائط کو پورا کرنا لازمی ہے۔ پھر اس کی حقیقت کا پورا کرنا ضروری ہے اور اسلام کی حقیقت اللہ رب العزت کے سامنے سر تسلیم خم کر دینا ہے۔ (2)

یعنی اسلام صرف دعویٰ کرنے کا نام نہیں ہے، بلکہ اسلام اللہ تعالیٰ کے سامنے سر جھکا دینے کا نام ہے اور سر جھکانے سے مراد یہ ہے کہ زندگی کے ہر قدم اور ہر میدان میں انسان اپنی خواہشات، اپنے مفادات، رسم و رواج اور اعزہ و اقارب غرض جو کچھ بھی حکم ایزدی کی

1۔ الروض الزاہر، صفحہ 71 2۔ الفتح الربانی، صفحہ 213

Marfat.com

مخالفت پر مجبور کرے انسان ہر چیز کو قربان کر دے لیکن حکم الٰہی سے سرتابی نہ کرے اسلام دعویٰ ہے بلکہ ایک فکر اور زاویہ نگاہ ہے جس کا اظہار پوری زندگی رضائے الٰہی کی طلب میں بسر کرنے سے ہوتا ہے۔

یہ شہادت گہہ الفت میں قدم رکھنا ہے
لوگ آسان سمجھتے ہیں مسلماں ہونا

(۱۱) احساس گناہ سے محروم تباہ ہو گیا

حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وَيْلٌ لِلْمَحْجُوبِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّهُمْ مَحْجُوبُوْنَ (1)

''وہ محجوب ہلاک ہو گئے جنہیں اپنے محجوب ہونے کا علم نہیں''۔

غلطی کا احساس ایمان کی نشانی ہے۔ کسی دانشور کا قول ہے اس اندھے کو راستہ کون دکھا سکتا ہے جو قدم قدم پہ ٹھوکر تو کھاتا ہے لیکن اپنے آپ کو اندھا ماننے کے لیے تیار نہیں ہے۔ اگر کوئی انسان محبت الٰہی سے محروم ہو اور اسے احساس ہو کہ میں اس نعمت عظمیٰ سے محروم ہوں تو امید کی جا سکتی ہے۔ کہ کبھی نہ کبھی وہ ان راہوں کو چھوڑے گا، جو اسے ذات باری سے دور کر رہی ہیں اور ان راستوں پر گامزن ہو جائے گا جو اسے اللہ تعالیٰ کے حریم ناز تک لے جاتے ہیں۔ لیکن اگر اسے اپنی محرومی کا احساس ہی نہیں ہو گا تو اس کا مقدر تو سوائے بربادی اور ہلاکت کے اور کیا چیز ہو سکتی ہے؟ اپنی غلطی کے اس شعور کو تو ایمان کی علامت قرار دیا گیا ہے۔ حضرت ابو امامہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ ایک آدمی بارگاہ نبوت میں حاضر ہوا اور عرض کرنے لگا۔ مَا الْاِيْمَانُ، کہ ایمان کیا ہے؟ تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اِذَا سَرَّتْكَ حَسَنَتُكَ وَسَاءَتْكَ سَيِّئَتُكَ فَاَنْتَ مُؤْمِنٌ قَالَ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مَا الْاِثْمُ قَالَ اِذَا حَكَّ فِيْ صَدْرِكَ شَيْءٌ فَدَعْهُ (2)

1۔ نفس مصدر، صفحہ 219

2۔ عمدۃ القاری، علامہ بدرالدین العینی، جلد 11، صفحہ 166، دار احیاء التراث، بیروت

Marfat.com

''جب تجھے نیکی کر کے خوشی ہو اور برائی تجھے بری لگے تو تو مومن ہے۔ اس نے عرض کیا۔ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم گناہ کیا ہے؟ فرمایا جب تیرے سینے میں کوئی چیز کھٹکے تو وہ گناہ ہے پس تو اسے چھوڑ دے''۔

غلطی کا یہی احساس تقویٰ کا ثمرہ ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے۔

یَآاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنْ تَتَّقُوا اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّكُمْ فُرْقَانًا

''اے ایمان والو! اگر تم اللہ تعالیٰ سے ڈرتے رہو گے۔ تو وہ تمہیں فرقان عطا فرمائے گا''۔ (انفال: 29)

یہاں فرقان کی وضاحت کرتے ہوئے علامہ خازن لکھتے ہیں۔

یَعْنِیْ یَجْعَلُ لَکُمْ نُوْرًا وَّ تَوْفِیْقًا فِیْ قُلُوْبِکُمْ تُفَرِّقُوْنَ بِهٖ بَیْنَ الْحَقِّ وَالْبَاطِلِ (1)

''یعنی اللہ تعالیٰ تمہیں نور عطا فرمائے گا اور تمہارے دلوں میں وہ نور بصیرت پیدا فرمائے گا جس کی وجہ سے تم حق اور باطل میں فرق کر سکو گے''۔

قرب الٰہی کا سفر وہ سفر ہے کہ بندہ اسے جتنا طے کرتا جاتا ہے، اس کا یہ احساس بڑھتا جاتا ہے کہ میں کچھ نہیں کر سکا۔

ہر لحظہ نیا طور نئی برق تجلی　اللہ کرے مرحلہ شوق نہ ہو طے

اب اگر ایک انسان گناہ اور سرکشی کے راستے پر چل رہا ہے لیکن اسے اپنی غلطی کا احساس ہی نہیں۔ الٹا وہ یہ سمجھتا ہے کہ میں تو قرب الٰہی کے سمندروں میں تیر رہا ہوں۔ اس سے بڑھ کر محروم القسمت کون ہو سکتا ہے؟ اسی لیے حضرت غوث پاک نے فرمایا کہ وہ محجوب برباد ہو گئے جنہوں نے اپنے محجوب ہونے کا احساس ہی نہیں۔

(۱۲) حقیقت کی کسوٹی شریعت ہے

حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

1۔ لباب التاویل فی معانی التنزیل، ابو الحسن علی بن محمد خازن، جلد 3، صفحہ 184

Marfat.com

كُلُّ حَقِيقَةٍ لَا تَشْهَدُ لَهَا الشَّرِيعَةُ فَهِيَ زَنْدَقَةٌ (1)

''ہر وہ حقیقت جس پر شریعت کی گواہی نہ ہو، زندقہ ہے''۔

اس فرمان نے حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ تعالیٰ نے واردات قلبی کے صدق یا کذب کو پرکھنے کی کسوٹی کا ذکر فرمایا ہے کہ ہر وہ چیز جسے حقیقت سمجھا جائے، ضروری ہے کہ اس کی صداقت کی گواہی شریعت دے ورنہ وہ حقیقت نہیں زندیقی ہوگی۔

اگر شریعت کی کسوٹی کو نہ مانا جائے۔ تو جس کے دل میں جو بھی آئے گا وہ اسی کو حقیقت سمجھ لے گا۔ اور پورے دین کا نقشہ بدل دیا جائے گا۔ جیسے باطنیہ وغیرہ گمراہ فرقوں نے کیا ہے۔

دراصل حقیقت تو شریعت کی اصل تک رسائی کا نام ہے، حقیقت کوئی شریعت سے الگ یا اس سے متضاد چیز نہیں مثلاً حدیث مبارکہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ نماز پڑھنے والا بندہ اپنے رب سے سرگوشیاں کر رہا ہوتا ہے۔ اب اگر ایک نمازی نماز پڑھ رہا ہے، لیکن اسے نماز میں دلجمعی نصیب نہیں۔ وہ سوچ اور رہا ہے لیکن نماز بھی پڑھے جا رہا ہے تو وہ حکم شریعت تو ادا کر رہا ہے لیکن حقیقت سے دور ہے اور اگر کوئی انسان نماز ادا کر رہا ہے اور حالت نماز میں اس کے اخلاص کا یہ عالم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ سے ہمکلام ہونے کی لذتیں محسوس کر رہا ہے۔ تو کہا جا سکتا ہے کہ یہ انسان حقیقت تک پہنچا ہوا ہے۔ لیکن اگر کوئی انسان بالفرض خواب دیکھتا ہے کہ اسے کہا جا رہا ہے کہ تو حقیقت تک پہنچ چکا ہے اب تجھے نماز پڑھنے کی حاجت نہیں۔ اور وہ بندہ نماز ترک کر دیتا ہے۔ تو اس کا یہ عمل حقیقت تک رسائی نہیں بلکہ زندقہ ہوگا۔ کیونکہ اس کے اس عمل پر شریعت گواہ نہیں ہے۔

آپ کے اس فرمان کی مزید وضاحت آپ کی زندگی کے اس واقعہ سے ہوتی ہے کہ حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔ ایک مرتبہ میں جنگل میں مصروف عبادت تھا کئی دن گزرے مجھے پینے کے لیے پانی نہ ملا، مجھے سخت پیاس لگی تو میرے اوپر ایک بادل سایہ فگن

1۔ الفتح الربانی، صفحہ 256

Marfat.com

ہو گیا اور اس سے ایک ایسی چیز نکلی جو تری جیسی تھی۔ پھر میں نے ایک نور دیکھا جس نے افق کو منور کر دیا تھا۔ اس میں سے ایک صورت ظاہر ہوئی اور مجھے آواز دی گئی ہے۔

یَا عَبْدَالْقَادِرُ اَنَا رَبُّكَ وَ قَدْ اَحْلَلْتُ لَكَ الْمُحَرَّمَاتِ اَوْ قَالَ مَا حَرَّمْتُ عَلٰى غَيْرِكَ فَقُلْتُ اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

''اے عبدالقادر! میں تیرا رب ہوں میں نے تیرے لیے حرام چیزوں کو بھی حلال کر دیا ہے یا اس نے کہا میں نے تیرے لیے وہ تمام چیزیں حلال کر دیں جو میں نے دوسروں پر حرام کی تھیں۔ پس میں نے کہا میں شیطان مردود کے شر سے اللہ تعالیٰ کی پناہ مانگتا ہوں''۔

اے لعین! میرے پاس سے دفع ہو جا، تو وہ نور اندھیروں میں بدل گیا اور وہاں دھواں ہی دھواں نظر آنے لگے۔ پھر وہ مجھ سے مخاطب ہوا اور کہنے لگا۔ اے عبدالقادر تو مجھ سے اپنے رب کے حکم سے اپنے علم کی بدولت اور اپنے مقامات کے احوال جاننے کے سبب بچ گیا۔ میں نے اس طرح کے واقعہ سے ستر ولیوں کو گمراہ کیا ہے۔ اس پر میں نے کہا یہ میرے رب کا فضل و احسان ہے۔ آپ سے عرض کیا گیا آپ کو کیسے پتہ چلا کہ یہ شیطان ہے صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم

فَقَالَ بِقَوْلِهٖ: اَحْلَلْتُ لَكَ الْمُحَرَّمَاتِ فَعَلِمْتُ اَنَّ اللّٰهَ لَا يَاْمُرُ بِالْفَحْشَاءِ (1)

''آپ نے فرمایا جب اس نے یہ کہا کہ میں نے تمہارے لیے حرام کردہ اشیاء بھی حلال کر دیں (تو میں جان گیا کہ وہ شیطان ہے) کیونکہ اللہ تعالیٰ کبھی بھی بے حیائی کا حکم نہیں دیتا''۔

اگر شریعت کو کسوٹی نہ سمجھا جائے۔ تو دین ایک مذاق بن جائے گا جس کے دل میں جو آئے گا کہتا رہے گا حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ ایسے ہی پر خطر نتائج سے بچنے کے لیے فرماتے

1۔ قلائد الجواہر، شیخ محمد بن یحییٰ التاذفی، صفحہ 214، دار الکتب بیروت

Marfat.com

ہیں کہ حقیقت وہی ہے جس کی صداقت پر شریعت گواہ ہو۔ ہر ایسی چیز جس کی تائید شریعت نہ کرے گمراہی اور لادینی ہے۔اسی مذکورہ واقعہ کے مطابق جو ستر اہل طریقت بھٹکے تھے۔ نہ جانے وہ اپنے آپ کو کن مقامات رفعیہ پر فائز خیال کرتے ہوں گے؟ لیکن اگر وہ کسوٹی اپنی واردات کو نہیں بلکہ شریعت کو بناتے۔تو یقیناً ان کا ایمان سلامت رہ جاتا۔

صاحب ساز کو لازم ہے کہ غافل نہ رہے
گاہ گاہ غلط آہنگ بھی ہوتا ہے سروش

(اقبال)

(۱۴) نسبت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صداقت کا معیار

شفیع مذنبین صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ نسبت انسانی سعادت وخوش نصیبی کا نقطہ ارتقاء ہے۔اور یہی چیز دارین کی سعادتیں سمیٹنے کا دوسرا نام ہے۔لیکن یہ شرف انسان کو کیسے ملتا ہے؟ کیا یہ صرف دعوے کرنے سے مل جاتا ہے یا اس کا تقاضا کوئی اور ہے۔حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

صَحِّحُوْا اَنْسَابَكُمْ مِنْ نَبِيِّكُمْ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ صَحَّتْ تَبْعِيَتُهٗ لَهٗ فَقَدْ صَحَّ نَسَبُهٗ وَ اَمَّا بِقَوْلِكَ اَنَا مِنْ اُمَّتِهٖ مِنْ غَيْرِ مُتَابَعَةٍ لَا يَنْفَعُكَ اِذَا اتَّبَعْتُمُوْهُ فِیْ اَقْوَالِهٖ وَ اَفْعَالِهٖ كُنْتُمْ مَعَهٗ فِیْ صُحْبَتِهٖ فِیْ دَارِ الْاٰخِرَةِ (1)

''تم اپنی نسبتوں کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ صحیح کرلو۔جس کسی کا اتباع آپ کے ساتھ درست ہو گیا، اس کی نسبت آپ کے ساتھ صحیح ہوگئی۔لیکن نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی اتباع کیے بغیر تیرا یہ کہنا کہ میں حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت میں سے ہوں۔ تجھے کوئی نفع نہیں دے گا۔جب تم آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے اقوال وافعال میں آپ کی اتباع کرو گے۔تو تم دار آخرت میں بھی حضور صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی صحبت میں رہو گے''۔

1۔الفتح الربانی،صفحہ 270-271

Marfat.com

یعنی حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ جس کو صحیح معنوں میں نسبت نصیب ہو جائے گی۔ تو اس کا اظہار اتباع نبوی صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم سے ہوگا۔ کیونکہ محبت محبوب کی اداؤں کو اپنانے کا مطالبہ کرتی ہے۔

لَوْ کَانَ حُبُّكَ صَادِقًا لَاَطَعْتَهٗ اِنَّ الْمُحِبَّ لِمَنْ یُّحِبُّ یُطِیْعُ

گر تیری محبت سچی ہوتی تو تو اپنے محبوب کی اطاعت کرتا۔ کیونکہ محب اپنے محبوب کی اطاعت کرتا ہے۔ اگر اتباع نبوی کے سچے جذبے مفقود ہوں۔ تو محض نسبتوں کے دعوے کسی کام نہیں آئیں گے اور اگر اتباع نصیب ہوگئی تو جنت میں حضور اکرم صلی اللہ تعالیٰ علیہ وآلہ وسلم کی بارگاہ اقدس کی حاضری کی سعادتیں ملتی رہیں گی۔

(۱۴) اولیاء اللہ سے محبت کا معیار

حضرت شہنشاہ بغداد رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ فرماتے ہیں۔

یَا غُلَامُ اِرْجِعْ اِلٰی رَبِّكَ بِقَلْبِكَ قَبْلَ اَنْ یَّنْفَدَ خَلْقُكَ قَدْ قَنَعْتَ مِنْ اَحْوَالِ الصَّالِحِیْنَ بِالْکَلَامِ فِیْهَا وَالتَّمَنِّیْ لِهَا کَالْقَابِضِ عَلَی الْمَاءِ یَفْتَحُ یَدَهٗ فَلَا یَرٰی فِیْهَا شَیْئًا۔ وَیْحَكَ التَّمَنِّیْ وَادِی الْحُمْقِ (1)

”اے بیٹے! تو اپنی ذات کے مٹ جانے سے پہلے اپنے قلب کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کر۔ تو نے صالحین کے حالات سے ان کے تذکرہ اور تمنا پر قناعت کر لی ہے۔ تیری مثال اس شخص جیسی ہے جو پانی کو مٹھی میں لینے والا ہو۔ جب ہاتھ کھولے تو اس میں کچھ بھی موجود نہ ہو۔ تجھ پر افسوس! محض تمنا و آرزو تو حماقت کا جنگل ہے“۔

یعنی اولیاء اللہ سے محبت و عقیدت کا تقاضا تو ان کی راہوں پر چلتے ہوئے یاد الٰہی میں ڈوب جانا ہے۔ ان پاکباز ہستیوں کی زندگی کا تو مقصد وحید ہی لوگوں کو ان کے خالق و مالک کے در پہ جھکانا ہوتا ہے محض اولیاء اللہ کے حالات سن کے خوش ہونے والا اور بلا عمل و

1۔ نفس مصدر، صفحہ 271

Marfat.com

سعی لمبی لمبی امیدیں باندھنے والا تو احمقوں کے جنگل میں رہنے والا ہے۔ وہ ادراک حقیقت سے دور اور بہت ہی دور ہے۔

(۱۵) ضرورت واوصاف شیخ

حضرت شاہ جیلاں فرماتے ہیں:

عَنْ بَعْضِهِمْ رَحْمَةُ اللهِ عَلَيْهِ اَنَّهٗ قَالَ مَنْ لَمْ يَكُنْ لَهٗ شَيْخٌ فَاِبْلِيْسُ شَيْخُهٗ۔ اِتَّبِعِ الشُّيُوْخَ الْعُلَمَاءَ بِالْكِتَابِ وَالسُّنَّةِ الْعَامِلِيْنَ بِهَا وَاَحْسِنِ الظَّنَّ بِهٖ (1)

''شیوخ میں سے کسی نے فرمایا جس کا کوئی پیر نہیں ہوتا، اس کا پیر شیطان ہوتا ہے۔ تو ایسے مشائخ کی پیروی کر جو کتاب وسنت کے عالم اور ان پر عمل کرنے والے ہوں اور ان کے متعلق حسن ظن رکھ''۔

اس فرمان میں حضرت شاہ جیلاں نے ایک تو ضرورت شیخ کی حقیقت واضح فرمائی ہے اور دوسرا شیخ کامل کے اوصاف کو بیان فرمایا ہے۔ دنیا کا کوئی بھی علم بغیر استاد کے حاصل نہیں ہوتا۔ گھر میں بیٹھ کے طب کی کتابیں پڑھ کے کوئی طبیب نہیں بنتا اور بغیر استاد کے محض کتابیں پڑھ کر کوئی فلسفی یا کسی بھی فن کو کماحقہ نہیں سیکھ سکتا۔ تو اللہ تعالیٰ کے قرب کی منزلیں بغیر استاد کے کیسے طے ہو سکتی ہیں؟ یہاں قدم قدم پر شیطان گمراہ کرنے کے لیے تیار کھڑا ہے۔ اس روح کے سفر میں جو بندہ اپنا کوئی استاد یا شیخ نہیں بناتا۔ وہ گویا اپنی لگام شیطان کے ہاتھ میں دے رہا ہے۔ تو جس کا شیخ نہ ہو اسے کا شیخ شیطان بن جاتا ہے اور بڑے بڑے صوفیاء کرام اور مشائخ عظام جنہوں نے بے پناہ مخلوق کے دلوں میں محبت الٰہی کی جوت جگائی اور مخلوق خدا کے دلوں میں ایک عظیم انقلاب برپا کیا۔ بھلا ان میں کون بغیر شیخ کے تھا؟ اگر شیخ کے بغیر قرب الٰہی کی منزلیں طے ہو سکتیں تو داتا ہجویری، خواجہ اجمیری اور بابا فرید گنج شکر رحمہم اللہ وغیرہم کسی کو اپنا پیر اور شیخ نہ بناتے۔ تو حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ

1۔ نفس مصدر، صفحہ 365

Marfat.com

فرماتے ہیں۔ کہ جس کا شیخ نہ ہو اس کا شیخ شیطان ہوتا ہے۔

اور پھر شیخ کے اوصاف اور اس کی علامتیں بیان کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ شیخ وہ ہونا چاہیے جو کتاب وسنت کو جاننے والا اور ان پر عمل کرنے والا ہو کتاب وسنت سے نور سمیٹے بغیر کسی کو حق کا راستہ دکھائی نہیں دے سکتا۔ اور کتاب وسنت کے بغیر حق کو پانے کا کوئی راستہ نہیں ہے۔ یہ ناقابل انکار حقیقت ہے کہ جسے اللہ کی معرفت نصیب ہوگئی۔ اگر اس کے پاس اکتسابی علم نہیں بھی تھا تو اسے علم لدنی سے سرفراز کر دیا گیا۔ اور اس کی پوری زندگی کتاب وسنت کے سایہ میں بسر ہوئی۔ شیخ ایسا ہو جو کتاب وسنت کے مطابق اپنی زندگی بسر کر رہا ہے۔ راہ حقیقت میں کوئی ایسا مقام نہیں جہاں انسان اتباع شریعت سے بے نیاز ہو جائے۔ حضرت شرف الدین یحییٰ منیری فرماتے ہیں:

''اس سے زیادہ افسوس کے قابل ان لوگوں کی حالت ہے جو شریعت کی راہ کی پرواہ نہیں کرتے اور اہل حقیقت بن کر بیٹھے ہیں۔ دعویٰ ان کا یہ ہے کہ جب حقیقت منکشف ہوگئی تو شریعت کی ضرورت کیا باقی رہی؟ نعوذ باللہ من ذالک۔ یہ مذہب ملحدانہ ہے ایسے مذہب واعتقاد پر خدا کی پھٹکار ہو''۔(1)

حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ نے گمراہ اور بدعتی فرقوں کا ذکر ایک فرقہ حبیہ کے متعلق لکھا ہے۔

وَاَمَّا الْحُبِّيَّةُ فَاِنَّهُمْ يَقُوْلُوْنَ: اِذَا وَصَلَ الْعَبْدُ اِلٰى دَرَجِهِ الْمُحَبَّةِ عِنْدَ اللهِ تَعَالٰى تَسْقُطُ عَنْهُ تَكَالِيْفُ (2)

''یہاں تک حبیہ کا تعلق ہے تو وہ کہتے ہیں کہ جب بندہ اللہ تعالیٰ کے نزدیک محبت کے درجے تک پہنچتا ہے تو اس سے احکام ساقط ہو جاتے ہیں''۔

واضح ہوا کہ جو کوئی یہ کہے کہ میں حقیقت تک پہنچ گیا مجھے شریعت پر عمل کرنے کی ضرورت نہیں۔ وہ گمراہ اور بدعتی ہے اور شیخ کامل وہ ہوتا ہے جس کا ہر قدم اتباع شریعت

1۔ مکتوبات صدی، حضرت شرف الدین یحییٰ منیری، صفحہ 200، سعید کمپنی، کراچی 2۔ سر الاسرار، صفحہ 57

Marfat.com

میں اٹھتا ہے۔

(۱۶) حفظ مراتب

حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

يَنْبَغِيْ لِلْمُؤْمِنِ اَنْ يَّشْتَغِلَ اَوَّلًا بِالْفَرَائِضِ فَاِذَا فَرَغَ مِنْهَا اِشْتَغَلَ بِالسُّنَنِ، ثُمَّ يَشْتَغِلُ بِالنَّوَافِلِ وَالْفَضَائِلِ مِنَا لَمْ يَفْرُغْ مِنَ الْفَرَائِضِ فَالْاِشْتِغَالُ بِالسُّنَنِ حُمْقٌ وَرَعُوْنَةٌ فَاِنْ اَشْتَغَلَ بِالسُّنَنِ وَالنَّوَافِلِ قَبْلَ الْفَرَائِضِ لَمْ يُقْبَلْ مِنْهُ وَاُهِيْنَ (1)

''مومن کو چاہیے کہ پہلے فرائض ادا کرے۔ فرائض کے بعد سنتیں ادا کرے۔ پھر نوافل وفضائل میں مشغول ہو لیکن فرائض ادا کیے بغیر سنن ونوافل میں مشغول رہنا حماقت اور رعونت ہے۔ اگر فرائض سے پہلے سنن ونوافل میں مصروف ہوگا تو اس کی یہ عبادت قبول نہیں کی جائے گی اور اسے رسوا کردیا جائے گا''۔

آپ کے اس فرمان سے بخوبی سمجھا جا سکتا ہے کہ جو بندہ نماز وزکوٰۃ اور دیگر فرائض و واجبات کی ادائیگی تو نہیں کرتا۔ البتہ کوئی مباح یا مستحب عمل بڑے تسلسل سے ادا کرتا ہے اور خوش فہمیوں کے جہاں بسائے بیٹھا ہے۔ حضرت غوث پاک کے فرمان کی روشنی میں وہ خود فیصلہ کرسکتا ہے کہ آپ اس کے متعلق کیا فرما رہے ہیں؟ اگر اسے حضرت شاہ جیلاں کے ساتھ سچی اور حقیقی محبت نصیب ہوتی۔ تو وہ کبھی بھی فرائض وواجبات کو ترک نہ کرتا۔ بلکہ ہر چیز کو اس کے مقام پر رکھتا۔ آپ کے اس فرمان کی شرح میں شیخ عبدالحق محدث دہلوی فرماتے ہیں۔

''مشائخ کرام نے یہ بھی فرمایا کہ جس شخص کے نزدیک فرائض کی بجائے نوافل زیادہ اہم ہوں وہ مکروفریب خوردہ ہے۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ بندے کی ہلاکت ان دو چیزوں میں ہے فرائض کو ضائع کرتے ہوئے نوافل کی ادائیگی اور دل کی

1۔ فتوح الغیب، صفحہ 114

Marfat.com

موافقت کے بغیر عمل جوارح''۔(1)

بحث برائے بحث کا تو کوئی علاج نہیں۔ اور گرانا ویسے بھی سنبھالنے سے بہت مشکل ہوتا ہے۔ بہرکیف آپ کے اس فرمان کا مقصد یہ نہیں کہ اگر کوئی بندہ فرائض کے ترک کے ساتھ کوئی مستحب عمل سرانجام دے رہا ہے تو وہ اس مستحب عمل کو بھی چھوڑ دے۔ بلکہ اسے چاہیے کہ وہ اپنی کمی کو پورا کرے۔ اور پہلے فرائض و واجبات ادا کرے اور اس مباح یا مستحب عمل کو بھی سرانجام دے۔ ختم اچھائی کو نہیں برائی کو کرنا چاہیے۔

(۱۷) ترک عبادت تکبر ہے

حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اِذَا اَذَّنَ الْمُؤَذِّنُ فَلَمْ تُجِبْهُ بِقِيَامِكَ اِلَى الصَّلٰوةِ فَقَدْ تَكَبَّرْتَ عَلَيْهِ

اِذَا ظَلَمْتَ اَحَدًا مِنْ خَلْقِهٖ فَقَدْ تَكَبَّرْتَ عَلَيْهِ (2)

''جب موذن نے اذان دی اور تو اسے سن کر نماز کے لیے کھڑا نہ ہوا۔ پس تحقیق تو نے اللہ تعالیٰ پر تکبر کیا۔ اور جب تو نے اللہ تعالیٰ کی مخلوق میں سے کسی پر ظلم کیا پس تحقیق تو نے اللہ تعالیٰ کے سامنے تکبر کیا''۔

حضرت شاہ جیلاں کا یہ فرمان حقیقت عبادت کو واضح کر رہا ہے۔ عبادت کا لغوی معنی بھی عاجزی و انکساری ہی ہے اور عبادت اللہ تعالیٰ کے حضور عاجزی کرنے کا نام ہے۔ عبادت کا فلسفہ جنت کا مستحق بننا نہیں ہے۔ کیونکہ انسان اگر پوری زندگی بھی عبادت الٰہی میں مگن رہے۔ تو وہ اللہ تعالیٰ کی کسی ایک نعمت کا شکر بھی ادا نہیں کر سکتا۔ جنت کا استحقاق تو بہت دور کی بات ہے عبادت کا فلسفہ صرف اللہ تعالیٰ کے سامنے اپنی عاجزی اور اس کی عظمت کا اعتراف کرنا ہے۔ مثلاً اگر ایک نوکر اپنے آقا کے بلانے پر اس کے پاس نہ جائے تو کہا جائے گا کہ یہ اپنے آقا کے حضور سرکشی اور بغاوت کا مرتکب ہو رہا ہے۔ اور جب بندہ اللہ تعالیٰ کا حکم نہ مانے تو اسے اگر اللہ تعالیٰ کے سامنے تکبر نہ کہا جائے تو کیا کہا جائے گا؟

1۔ شرح فتوح الغیب، صفحہ 512 2۔ الفتح الربانی، صفحہ 327

Marfat.com

موذن کی صدا دراصل اللہ تعالیٰ کے منادی کی آواز ہوتی ہے، اس کو سن کر جو اللہ تعالیٰ کے حضور سجدہ ریز ہونے کے لیے چل نہیں پڑتا۔ حضرت شاہ جیلاں فرماتے ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے حضور تکبر کر رہا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرمائے کہ میری مخلوق میں سے کسی پر ظلم نہ کرو اور کوئی بندہ اللہ کے بندوں پر ظلم وستم ڈھائے تو غوث پاک فرماتے ہیں کہ یہ بھی اللہ تعالیٰ کے سامنے تکبر ہے۔

(۱۸) خشیت الٰہی ایمان کی علامت ہے

آپ فرماتے ہیں۔

اَلْخَوْفُ مِنَ النَّارِ يَقْطَعُ اَكْبَادَ الْمُؤْمِنِيْنَ وَ يَصْفَرُّ وَجُوْهُهُمْ وَيَحْذَرُ قُلُوْبُهُمْ فَاِذَا تَمَكَّنَ هٰذَا مِنْهُمْ صَبَّ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ مَاءَ رَحْمَتِهٖ وَلُطْفِهٖ (1)

''جہنم کی آگ کا خوف اہل ایمان کے دلوں کو پاش پاش کر دیتا ہے، ان کے چہروں کو زرد کر دیتا ہے اور ان کے دلوں کو غمگین کر دیتا ہے۔ پس جب انہیں یہ کیفیت نصیب ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ ان کے دلوں پر اپنی رحمت اور اپنے لطف سے پانی برساتا ہے''۔

یعنی خشیت الٰہی کا نتیجہ اللہ تعالیٰ کے فضل ورحمت کو سمیٹنا ہے۔ حضرت شیخ رحمۃ اللہ علیہ کے اس فرمان سے واضح ہے کہ جہنم کا خوف اہل ایمان کے دلوں کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے اور ان کے چہرے زرد کر دیتا ہے۔ اگر کوئی بندہ جہنم کے خوف کے ذکر تمسخرانہ انداز میں کرتا ہے یا وہ جہنم کے خوف کو صرف دوسروں کے لیے مانتا ہے۔ اور وہ کسی خوش فہمی میں اپنے آپ کو اس سے بے نیاز سمجھ لیتا ہے تو دراصل اس نے گمراہی اور الحاد کا راستہ اختیار کر لیا ہے۔ اہل ایمان تو کبھی اپنے آپ کو خوف وخشیت سے بے نیاز نہیں سمجھتے۔ حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو افضل البشر بعد از انبیاء ہیں، جن کا ایمان پوری امت کے ایمان پر بھاری

1۔ نفس مصدر، صفحہ 86

Marfat.com

ہے، جنہیں نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے بارہا جنت کی بشارت دی ہے وہ بھی ہر وقت خوف وخشیت سے کانپتے رہتے ہیں اور کبھی کسی پرندے کو دیکھ کر روتے ہیں اور کہتے ہیں کاش میں کوئی پرندہ ہوتا، تاکہ مجھ سے قیامت کا حساب وکتاب نہ ہوتا۔ کبھی کہتے ہیں کاش میں گھاس کا تنکا ہوتا اور قیامت کے حساب وکتاب سے بچ جاتا۔ اور سیدنا عثمان غنی رضی اللہ عنہ جن کے متعلق حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ جنت میں ہر نبی کا ایک رفیق ہوگا اور میرا رفیق جنت میں عثمان ہوگا۔ اور جنہیں زبان نبوت سے بارہا جنتی ہونے کی بشارت دی گئی وہ بھی اپنے آپ کو خوف آخرت سے بے نیاز نہیں سمجھتے۔ بلکہ کسی قبر کو دیکھ کر اتنا روتے ہیں کہ ان کی داڑھی آنسوؤں سے تر ہو جاتی ہے۔ تو کیا ان جلیل القدر صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کو فرمان رسالت کی صداقت پر کوئی شک تھا؟ جو بشارت جنت کے باوجود بھی خوف آخرت سے اس طرح لرزاں وترساں رہتے ہیں؟ نہیں یقیناً نہیں۔ بلکہ ان کا یہ عمل اس چیز کی واضح دلیل ہے کہ مومن کی شان نہیں کہ وہ کسی بھی حال میں خوف آخرت سے بے نیاز ہو جائے۔ اب اگر کسی انسان کی حالت یہ ہو کہ اس کی زندگی رب کی بندگی میں نہیں اپنی خواہشات کی عبادت میں گزرتی ہو، جسے خدا کی رضا نہیں اپنا مفاد محبوب ہو۔ وہ یہ کہتا پھرے کہ مجھے آخرت کا کوئی خوف نہیں یہ تو مولویوں کے ڈراوے ہیں۔ اسے خود ہی سوچ لینا چاہیے کہ اگر اس کی بات میں کوئی صداقت ہوتی تو صحابہ کرام کا طرز عمل یہ نہ ہوتا۔ اکابرین امت کی زندگیاں اس کے اس دعویٰ کے بطلان پر گواہ ہیں اور حضرت شاہ جیلاں اہل ایمان کی حالت یوں بیان نہ فرماتے۔ مقربین الٰہی یہ خوف وخشیت اللہ تعالیٰ کے اس فرمان کی عملی تفسیر ہے۔

إِنَّ عَذَابَ رَبِّهِمْ غَيْرُ مَأْمُونٍ ﴿٢٨﴾ (المعارج)

”بے شک ان کے رب کا عذاب نڈر رہونے کی چیز نہیں“۔

تو رب کے عذاب سے بے پرواہ ہونے والا ایک غیر اسلامی طرز فکر کو اپنا رہا ہے اور حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات سے بھی انحراف کر رہا ہے۔

ہر کہ ایمن از عذاب حق بود نیست مومن کافر مطلق بود

Marfat.com

(۱۹) کرامت کمال ولایت نہیں

حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اَلْکَرَامَۃُ حَیْضُ الرِّجَالِ، فَالْوَلِیُّ لَہٗ اَلْفُ مَقَامٍ، اَوَّلُہٗ بَابُ الْکَرَامَۃِ مَنْ جَاوَزَ مِنْھَا نَالَ الْبَاقِیْ (1)

''کرامت مردوں کا حیض ہے۔ ولی کے ہزار مقامات ہیں۔ ان میں سے پہلا مقام کرامت ہے۔ جو اس سے گزرے گا وہی باقی مقامات کو پائے گا''۔

اس فرمان میں آپ نے کرامت کی حقیقت کو بیان فرمایا ہے کرامت حق ہے اور اہل تصوف کے نزدیک یہ معجزہ کا عکس ہے۔(2)

اور جمیع اہل اسلام کرامت کی صداقت کو مانتے ہیں۔ صرف معتزلہ نے اس کا انکار کیا ہے۔ لیکن ایک ولی کے لیے کرامت کمال نہیں ہے بلکہ کرامت تو ولایت کے ہزار مقامات میں سے پہلا مقام ہے۔ اور ولایت کے درجات تو کرامت سے کہیں بڑھ کر ہیں۔ ولی کا کمال کرامت نہیں بلکہ اللہ رب العزت کی محبت اور اس کی معرفت ہیں۔ اولیاء اللہ کرامت کا اظہار وہیں کرتے ہیں جہاں اس کی شدید ضرورت ہوتی ہے۔ اور جہاں مخاطب کرامت کے بغیر بات سننے کے لیے تیار ہی نہیں ہوتا یا جہاں ہدایت کرامت کے بغیر ممکن نہیں رہتی۔ مثلاً جب حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ اجمیر میں جلوہ فرما ہوئے۔ تو جو جادوگر پرتھوی راج نے آپ کے مقابلے کے لیے بلایا تھا۔ وہ جادو کے زور پر ہوا میں اڑتا ہوا آیا۔ اس کے شاگرد شیروں پر سوار، سانپوں کی چھڑیاں پکڑے، منہ سے آگ نکالتے ہوئے آئے تو اگر حضرت خواجہ غریب نواز رحمۃ اللہ علیہ اسے فرماتے کہ بھئی اسے چھوڑو اور بیٹھ کر مجھ سے بات کرو۔ تو کیا وہ راضی ہو جاتا؟ قطعاً نہیں۔ بات تو وہ کرے گا جو کسی کو دوسرا فریق مانے گا۔ اب جو طاقت کے نشہ سے چور ہے، بھلا وہ بات کیسے سنے گا؟ اس وقت حضرت خواجہ نے کرامت دکھائی جس نے اس کا سارا

1۔ سر الاسرار، صفحہ 15

2۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو، کشف المحجوب، داتا گنج بخش ہجویری، صفحہ 214-217، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

Marfat.com

جادو تہس نہس کر کے رکھ دیا۔ وقس علی ہذا۔ کرامت ضرورت ہے کمال ولایت نہیں۔ کرامت کی حقیقت کیا ہے اور اولیاء اللہ اسے کیا سمجھتے ہیں؟ ان سب سوالات کے جوابات حضرت خواجہ نظام الدین کی بیان فرمودہ اس حکایت میں ملاحظہ ہوں۔ آپ فرماتے ہیں۔

شیخ سعد الدین حمویہ ایک مرد بزرگ تھے اور شہر کا والی ان سے عقیدت نہیں رکھتا تھا، ایک دن ایسا ہوا کہ والی شہر شیخ کی خانقاہ کے دروازے پر پہنچا...... آپ نے خوشی کا اظہار کیا۔ چنانچہ دونوں اکٹھے بیٹھ گئے۔ پاس ہی ایک باغیچہ تھا شیخ نے وہاں سے کچھ سیب لانے کا اشارہ کیا۔ چنانچہ جب سیب لائے گئے شیخ نے اسے کھایا سامنے پڑی ہوئی طشتری میں ایک موٹا سیب دھرا تھا۔ والی کے دل میں یہ خیال آیا کہ اگر شیخ کرامت اور صفائی باطن کے مالک ہیں تو یہ موٹا سیب مجھے دے دیں۔ جیسے ہی ولی کے دل میں یہ خیال آیا شیخ نے ہاتھ بڑھایا اس سیب کو اٹھایا اور والی کی طرف منہ کر کے کہا۔ ایک دفعہ میں سفر میں تھا۔ دوران سفر ایک شہر میں پہنچا شہر کے دروازے پر ایک بھیڑ لگی تھی۔ ایک بازی گر کرتب دکھا رہا تھا۔ اس بازی گر کے پاس ایک گدھا تھا۔ اس نے کپڑے سے گدھے کی آنکھیں باندھ رکھی تھیں۔ اسی اثناء میں اس نے ہاتھ میں ایک انگشتری لی اور وہ انگشتری تماشائیوں میں سے کسی ایک کے ہاتھ میں ڈال دی۔ پھر اس وقت بازی گر لوگوں کی طرف متوجہ ہوا اور کہا جس کے ہاتھ میں انگشتری ہے۔ یہ گدھا اسے ڈھونڈ نکالے گا۔ اس پر وہ گدھا اس مجمع کے اندر چکر لگانے لگا، حالانکہ اس کی آنکھوں پر پٹی بندھی ہوئی تھی۔ وہ ہر ایک کو سونگھتا سونگھتا اس آدمی کے پاس پہنچ گیا، گدھا وہاں کھڑا ہو گیا۔ بازی گر گیا۔ اس نے اس آدمی سے انگشتری لے لی۔ اس حکایت کو بیان کرنے کے بعد شیخ حمویہ نے والی شہر سے کہا اگر کوئی شخص اپنے کشف اور کرامت کا ذکر کرتا ہے۔ تو وہ اپنے آپ کو اس بازی گر کے گدھے کے درجے پر رکھتا ہے۔ اگر وہ اس بارے میں کچھ نہیں کہتا تو تمہارے دل میں یہ خیال گزرتا ہے کہ اس شخص میں صفائی باطن نہیں شیخ نے یہ فرمایا اور وہ بڑا سیب والی شہر کے سامنے رکھ دیا۔ (1)

1۔ فوائد الفواد، خواجہ حسن دہلوی، صفحہ 270 بحوالہ روح تصوف، سید خورشید گیلانی، صفحہ 68-69

Marfat.com

اس حکایت سے بخوبی واضح ہو رہا ہے کہ اولیاء اللہ کے نزدیک کرامت کی کیا حیثیت ہے اور وہ اس کا اظہار کس موقع پر کرتے ہیں؟ حضرت شاہ جیلاں نے اس ساری بحث کو چند الفاظ میں جس حسن اور دلربائی سے بیان کر دیا ہے، وہ فیضان نبوت کا منہ بولتا ثبوت ہے۔ اب جو شخص حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی صرف کرامات ہی بیان کرتا ہے۔ تو اس سے پوچھا جانا چاہیے کہ آپ کی ولایت وغوثیت کے دیگر مقامات اور محبت الٰہی کی وہ حدتیں جو آپ کی عظمت کی اصل مظہر ہیں انہیں کون بیان کرے گا؟

(۲۰) امر بالمعروف ونہی عن المنکر کی اہمیت

حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

اَلْاَمْرُ بِالْمَعْرُوْفِ وَالنَّهْيُ عَنِ الْمُنْكَرِ اَحَبُّ اِلَيَّ مِنْ اَلْفِ عَابِدٍ فِي الصَّوَامِعِ (1)

''میرے نزدیک ہزار عابدوں میں سے جو خلوت خانوں میں بیٹھ کر عبادت کرتے ہیں امر بالمعروف اور نہی عن المنکر زیادہ پسندیدہ ہے''۔

معروف کا لفظی معنی جانی پہچانی چیز اور منکر کا لفظی معنی اجنبی اور اوپری چیز ہے۔ عرف میں نیکی کو معروف اور بدی کو منکر کہتے ہیں۔ نیکی معروف اور بدی منکر اس لیے ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو فطرت سلیمہ پر پیدا فرمایا ہے، نیکی انسان کے لیے معروف اس لیے ہے کہ یہ اس کی فطرت کے عین مطابق اور اس کے من کی آواز ہے۔ اور بدی اس لیے منکر ہے کہ یہ فطرت انسانی سے ہٹ کر ماحول، معاشرہ یا دوست احباب کے برے اثرات سے انسان میں پروان چڑھتی ہے۔

جب کسی معاشرہ سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا خاتمہ ہو جاتا ہے تو ایسا معاشرہ تباہ و برباد ہو جاتا ہے۔ گزشتہ اقوام کی تباہی کا سبب قرآن کریم میں یہ بتایا ہے کہ انہوں نے نہی عن المنکر کو ختم کر دیا تھا۔ اور ان میں اصلاح کرنے والے لوگ مفقود ہو گئے تھے۔

1۔ الفتح الربانی، صفحہ 497

Marfat.com

ارشاد باری تعالیٰ ہے

فَلَوْ لَا كَانَ مِنَ الْقُرُوْنِ مِنْ قَبْلِكُمْ اُولُوْا بَقِيَّةٍ يَّنْهَوْنَ عَنِ الْفَسَادِ فِي الْاَرْضِ اِلَّا قَلِيْلًا مِّمَّنْ اَنْجَيْنَا مِنْهُمْ ۚ وَ اتَّبَعَ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا مَآ اُتْرِفُوْا فِيْهِ وَ كَانُوْا مُجْرِمِيْنَ ﴿۱۱۶﴾ وَ مَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ﴿۱۱۷﴾ (ہود)

"پس ایسا کیوں نہ ہوا کہ تم سے پہلے کی قوموں میں ایسے اہل خیر ہوتے جو لوگوں کو زمین میں فساد کرنے سے روکتے۔ ایسے لوگ بہت کم تھے جنہیں ہم نے ان میں سے بچا لیا۔ اور ظالم لوگ تو اسی عیش میں پڑے رہے جو انہیں ملا تھا۔ اور تیرا رب ایسا نہیں کہ وہ بستیوں کو ناحق تباہ کر دے حالانکہ اس کے باشندے اصلاح کرنے والے ہوں"۔

اور یہود کے ملعون ہونے کا سبب بھی نہی عن المنکر کو قرار دیا گیا۔ ارشاد ہوا

كَانُوْا لَا يَتَنَاهَوْنَ عَنْ مُّنْكَرٍ فَعَلُوْهُ ؕ لَبِئْسَ مَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ﴿۷۹﴾

"وہ ایک دوسرے کو برائی سے نہیں روکتے تھے۔ نہایت برا کام تھا جو وہ کر رہے تھے"۔ (مائدہ)

نہی عن المنکر کی یہ اہمیت اس لیے ہے۔ کہ اس پر معاشرے کی اصلاح کا دارومدار ہے۔ اگر کوئی بندہ کسی جنگل میں بیٹھ کر مصروف عبادت ہے۔ تو وہ اپنی بھلائی میں مگن ہے، لیکن جو امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فریضہ سر انجام دے رہا ہے، وہ پورے معاشرے کی بھلائی میں مصروف ہے۔ اس لیے اہل حقیقت اس طرح مجاہدات میں مشغول نہیں ہو جاتے۔ کہ نہی عن المنکر کا فریضہ ترک ہو جائے۔ اگر معاشرہ میں بگاڑ آ جائے تو وہ ہر چیز سے بڑھ کر نہی عن المنکر کو ترجیح دیتے ہیں۔ مجدد دین وملت وامام احمد رضا خان رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

امام ابو اسحاق اسفرائنی کو جب مبتدعین کی بدعات کی اطلاع ہوئی تو پہاڑوں پر ان اکابر علماء کے پاس تشریف لے گئے جو ترک دنیا و مافیہا کر کے مجاہدات میں مصروف تھے۔

Marfat.com

اوران سے فرمایا۔ اَکَلَۃُ الْحَشِیْشِ اَنْتُمْ هٰهُنَا وَاُمَّةُ مُحَمَّدٍ ﷺ فِی الْفِتَنِ۔ اے سوکھی گھاس کھانے والو! تم یہاں ہو اور امت محمد ﷺ فتنوں میں ہے۔ انہوں نے جواب دیا۔ اے امام! یہ آپ ہی کا کام ہے ہم سے نہیں ہوسکتا پس آپ وہاں سے واپس آئے اور مبتدعین کے رد میں نہریں بہائیں''۔(1)

امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی اہمیت کے نہ جانے کتنے گوشے حضرت شاہ جیلاں کے اس فرمان میں سمیٹ دیئے گئے کہ مجھے خلوت میں ہزار عابدوں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر زیادہ محبوب ہے۔

(۲۱) معرفت الٰہی دوسری ہر چیز بھلا دیتی ہے

جب کسی انسان کو ایمان کی دولت مل جاتی ہے۔ تو وہ ہر موقعہ سے درس معرفت پالیتا ہے۔ ایک مرتبہ ایک صحابی اپنے گھر کے سامنے بیٹھے ہوئے تھے۔ اتنے میں ایک سواری گزری جس کے آگے دو جانور جتے ہوئے تھے۔ اچانک ایک جانور بیٹھ گیا۔ تو انہیں چلانے والے نے بیٹھنے والے جانور کو ڈنڈے سے مارا۔ تو وہ صحابی پکار اٹھے۔ ان فی ھذا لمعتبرا۔ کہ اس کے اندر بھی ایک نصیحت ہے۔ یعنی جو جانور چلتا رہا وہ بچ گیا اور جس نے سستی دکھائی اسے مار پڑی جو انسان اللہ تعالیٰ کا سونپا ہوا فریضہ ادا کرتا ہے بچ جاتا ہے اور جو سستی دکھاتا ہے نقصان اٹھاتا ہے۔ بظاہر یہ ایک عام سا واقعہ تھا۔ لیکن ایمان کی آنکھ نے اس میں عبرت کا سامان دیکھ لیا۔

حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ کو وہ نور معرفت حاصل تھا کہ انہیں ہر چیز سے نور معرفت پھوٹتا محسوس ہوتا تھا۔ ایک مرتبہ ایک جنازہ لایا گیا۔ آپ منبر سے اترے نماز جنازہ پڑھائی اور پھر منبر پر جلوہ افروز ہو کر فرمایا:

اَلَا تَرَوْنَ اِلٰی هٰذَا الْمَیِّتِ لَمَّا غَلَبَتْ عَلَیْهِ سَکَرَاتُ الْمَوْتِ اَدْهَشَتْهُ وَغَیَّبَتْهُ اِلٰی حَیْثُ لَمْ یَعْرِفْ اَحَدًا مِنْ اَقَارِبِه، فَکَذَا الْمَعْرِفَةُ

1۔ ملفوظات، امام احمد رضا خان، جلد 1 صفحہ 8، فضل نور اکیڈمی، گجرات

Marfat.com

بِاللّٰہِ اِذَا وَرَدَتْ عَلٰی قَلْبِ الْمُؤْمِنِ اَدْھَشَتْہُ وَ غَیَّبَتْہُ اِلٰی حَیْثُ لَا یَعْرِفُ اَحَدًا سِوَی اللّٰہِ (1)

''کیا تم اس میت کی طرف دیکھتے ہو۔ جب اس پر سکرات موت چھائے۔ تو انہوں نے اسے مدہوش کر دیا اور وہ اپنے عزیز و اقارب میں سے کسی کو نہیں پہچانتا تھا۔ ایسے ہی اللہ تعالیٰ کی معرفت جب مومن کے دل میں اترتی ہے تو وہ اسے اس طرح ہی مدہوش کر دیتی ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کو نہیں پہچانتا''۔

آپ کتنی سادگی سے کتنی بڑی حقیقت کو بیان فرما دیا۔ کیا حضرت شاہ جیلاں کا یہ انداز دعوت و ارشاد اور معرفت الٰہی کے حصول اور تفہیم کا یہ انداز ہماری زندگیوں میں موجود ہے؟ یا یہ دوسرا منظر ہے کہ

کرتے ہیں بیان آپ کرامات کا اپنی
منظور ہے تعداد مریدوں کی بڑھانی

جس نے حضرت شاہ جیلاں سے معرفت الٰہی کا یہ سبق سیکھ لیا دراصل اسی کی نسبت آپ سے مستحکم ہو گئی۔

گر یہ نہیں تو بابا پھر سب کہانیاں ہیں

(۲۲) اولیاء کو انبیاء سے افضل کہنا کفر ہے

بدعتی فرقوں کا ذکر کرتے ہوئے ایک فرقہ اولیائیہ کے تذکرہ میں حضرت شاہ جیلاں فرماتے ہیں۔

اِنَّھُمْ یَقُوْلُوْنَ اِذَا وَصَلَ الْعَبْدُ اِلٰی مَرْتَبَۃِ الْاَوْلِیَاءِ سَقَطَتْ عَنْہُ تَکَالِیْفُ الشَّرْعِ وَیَقُوْلُوْنَ: اَلْوَلِیُّ اَفْضَلُ مِنَ النَّبِیِّ لِاَنَّ عِلْمَ النَّبِیِّ بِوَاسِطَۃِ جِبْرَائِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامِ، وَ عِلْمُ الْوَلِیِّ بِغَیْرِ وَاسِطَۃِ جِبْرَائِیْلَ عَلَیْہِ السَّلَامِ، وَھٰذَا التَّاوِیْلُ خَطَاءٌ، وَھُمْ ھَلَکُوْا بِذٰلِکَ

1۔ الروض الزاہر، صفحہ 94

Marfat.com

الْاِعْتِقَادِ، وَهٰذَا كُفْرٌ (1)

''وہ کہتے ہیں جب بندہ اولیاء کے مرتبہ پر پہنچ جاتا ہے، تو اس سے احکام شرع ساقط ہو جاتے ہیں وہ کہتے ہیں ولی، نبی سے افضل ہوتا ہے۔ کیونکہ نبی کا علم حضرت جبرائیل علیہ السلام کے واسطہ سے ہوتا ہے، اور ولی کا علم جبرائیل علیہ السلام کے واسطہ کے بغیر ہوتا ہے۔ یہ تاویل غلط ہے وہ اس عقیدہ کی وجہ سے ہلاک ہو گئے۔ یہ کفر ہے''۔

اس دنیا میں انبیاء کرام علیہم السلام کی ذوات قدسہ اللہ تعالیٰ کے سفیر اور نمائندہ ہوتی ہیں۔ پوری کائنات اللہ تعالیٰ کی مرضیات اور اس کے اوامر ونواہی جاننے کے لیے در نبوت کی محتاج ہے۔ اولیاء کرام رحمہم اللہ کو جتنے بھی مقامات نصیب ہوتے ہیں، وہ انبیاء کرام علیہم السلام کی غلامی اور ان کی اتباع سے ہوتے ہیں۔ اب اگر کوئی بندہ اولیاء کو انبیاء سے افضل مان رہا ہے، تو دراصل وہ خدائی منصوبہ کا ہی انکار کر رہا ہے اور مقصد بعثت کے ساتھ ہی بغاوت کر رہا ہے۔

اسی لیے ایسا نظریہ رکھنے والے حضرت شاہ جیلاں نے کافر قرار دیا ہے۔

حضرت داتا گنج بخش ہجویری رحمۃ اللہ علیہ اسی پس منظر میں فرماتے ہیں کہ:

''پیغمبر اولیاء سے افضل تر ہوتے ہیں۔ کیونکہ ولایت کی انتہاء نبوت کی ابتداء ہوتی ہے ہر نبی ولی ہوتا ہے مگر ولیوں میں کوئی نبی نہیں ہوتا ...... حشویہ کا ایک گروہ کہتا ہے کہ اولیاء انبیاء سے فاضل تر ہیں۔ یہ ضلالت ہی ان کے لیے کافی ہے کہ جاہل کو محمد صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے بہتر سمجھتے ہیں اس قسم کا بیہودہ عقیدہ مشتبہ جماعت کے لوگوں کا ہے ...... انبیاء کرام دعوت دینے والے اور امام ہوتے ہیں۔ اولیاء ان کے مقتدی ہوتے ہیں یہ محال ہے کہ مقتدی امام سے فاضل تر ہو مختصر یہ کہ اگر جملہ اولیاء کرام کے احوال۔ انفاس وروزگار کو ایک جگہ رکھ کر نبی کے ایک گام صدق ـ ـ بـ تـابلہ کیا

1۔ سر الاسرار، صفحہ 57

Marfat.com

جائے تو جملہ انفاس و روزگار پراگندہ نظر آئیں گے۔ کیونکہ اولیاء طلب میں گامزن ہوتے ہیں اور انبیاء منزل پر پہنچ کر گوہر مقصود حاصل کر چکے ہوتے ہیں''۔(1)

اس سے واضح ہوا کہ کسی بھی صورت میں اولیاء کرام کو انبیاء کرام پر فضیلت دینے والا دائرہ اسلام سے خارج ہے۔

ایک اشکال کا ازالہ

اگر یہ کہا جائے کہ حدیث پاک میں ہے۔

عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ

''میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں''۔

اس روایت سے یہ تو ثابت ہو گیا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء جیسے ہیں۔ تو جب علماء کا یہ مقام ہے تو اولیاء اور غوث و قطب کا کیا مقام ہوگا؟

اس اشکال کے جواب میں اولین گزارش یہ ہے کہ یہ روایت محدثین کے نزدیک ناقابل قبول ہے اور اس کی کوئی حقیقت نہیں ہے۔ اس رویت کے متعلق امام سخاوی (متوفی 902ھ) فرماتے ہیں۔ عُلَمَاءُ اُمَّتِیْ کَاَنْبِیَاءِ بَنِیْ اِسْرَائِیْلَ قَالَ شَیْخُنَا وَمَنْ قَبْلَهُ الدَّمِیْرِیُّ وَالزَّرْکَشِیُّ اَنَّهٗ لَا اَصْلَ لَهٗ زَادَ بَعْضُهُمْ وَلَا یُعْرَفُ فِیْ کِتَابٍ مُعْتَبَرٍ(2)

علماء امتی کا انبیاء بنی اسرائیل ہمارے شیخ اور اس سے پہلے دمیری اور زرکشی نے کہا۔ کہ اس روایت کی کوئی اصل نہیں ہے اور بعض نے اس پر یہ بھی اضافہ کیا، کہ یہ روایت کسی معتبر کتاب میں موجود نہیں۔

علامہ طاہر بن علی الہندی (متوفی 982) نے بھی یہی بات کہی ہے۔(3)

محدث علی قاری (متوفی 1014ھ) اس روایت کے متعلق فرماتے ہیں۔

1۔ کشف المحجوب، صفحہ 334

2۔ المقاصد الحسنۃ، امام عبدالرحمٰن سخاوی، صفحہ 293، دارالکتب العلمیہ، بیروت

3۔ تذکرۃ الموضوعات، علامہ محمد طاہر بن علی ہندی، صفحہ 20، کتب خانہ مجیدیہ، ملتان

Marfat.com

قَالَ الدَّمِيْرِىُّ وَالْعَسْقِلَانِىُّ لَا اَصْلَ لَهٗ وَكَذَا قَالَ الزَّرْكَشِىُّ (1)

''دمیری اور عسقلانی نے کہا کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور ایسے ہی زرکشی نے کہا''۔

اس روایت کے متعلق محدث العجلونی فرماتے ہیں۔

قَالَ السَّيُوْطِىُّ فِى الدرر لا اصل له وَقَالَ فِى الْمَقَاصِدِ قال شيخنا يعنى اِبْنَ حَجَرٍ لا اصل له وقبله الدميرى والزركشى (2)

''امام سیوطی نے الدرر میں کہا کہ اس کی کوئی اصل نہیں (3)۔ اور (مقاصد حسنہ میں) علامہ سخاوی نے فرمایا کہ ہمارے شیخ یعنی علامہ ابن حجر نے فرمایا کہ اس کی کوئی اصل نہیں اور اس سے پہلے دمیری اور زرکشی نے بھی ایسے ہی کہا ہے''۔ (4)

اور علامہ مناوی نے بھی یہی کہا ہے۔

اور اگر اس روایت کی کوئی اصل ہے بھی تو یہاں تشبیہ سے مراد مقام یا درجہ میں مشابہت نہیں ہے، بلکہ ذمہ داری اور کام میں تشبیہ ہے۔ یعنی جس طرح بنی اسرائیل میں انبیاء کرام، دعوت وارشاد کا فریضہ سرانجام دیتے تھے۔ ایسے ہی میری امت کے علماء فریضہ دعوت وارشاد سرانجام دیں گے۔ امام نیشاپوری فرماتے ہیں (تفسیر سورۃ البقرہ آیت 87)

رُوِىَ اَنَّ هٰؤُلَاءِ الرُّسُلُ كَانُوْا عَلٰى شَرِيْعَةٍ وَاحِدَةٍ اِلٰى اَيَّامِ عِيْسٰى عَلَيْهِ السَّلَامُ فَاِنَّهٗ جَاءَ بِشَرِيْعَةٍ مُجَدَّدَةٍ نَاسِخَةٍ لِاَكْثَرِ شَرْعِ مُوْسٰى وَكَانَ الْمَقْصُوْدُ مِنْ بَعْثَةِ هٰؤُلَاءِ تَنْفِيْذَ الشَّرِيْعَةِ السَّابِقَةِ وَاِحْيَاءِ مَا انْدَرَسَ مِنْهَا وَمِنْ هُنَا قَالَ ﷺ عُلَمَاءُ اُمَّتِىْ كَاَنْبِيَاءِ بَنِىْ اِسْرَائِيْلَ۔ اِنَّ اللّٰهَ سَيَبْعَثُ لِهٰذِهِ الْاُمَّةِ عَلٰى رَاْسِ

1۔ الموضوعات الکبیر، ملا علی قاری، صفحہ 82، نور محمد کتب خانہ تجارت کراچی

2۔ کشف الخفاء، الشیخ اسماعیل بن محمد العجلونی، جلد 2 صفحہ 64، دار الکتب، بیروت

3۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو الدرر المنتشرہ فی الاحادیث المشتہرہ، امام جلال الدین سیوطی، جلد 1، صفحہ 14

4۔ تفصیل کیلئے ملاحظہ ہو، فیض القدیر، علامہ عبد الروف مناوی، جلد 4، صفحہ 54۔ دار الکتب العلمیہ، بیروت

Marfat.com

كُلِّ مِائَةٍ مَنْ يُجَدِّدُ لَهَا دِيْنَهَا (1)

"روایت کیا گیا ہے کہ بنی اسرائیل کے یہ سب رسول علیہم السلام، حضرت عیسیٰ علیہ السلام تک ایک ہی شریعت پر تھے۔ کیونکہ حضرت عیسیٰ علیہ السلام ایک ایسی شریعت کے ساتھ تشریف لائے جو نئی تھی اور حضرت موسیٰ علیہ السلام کی اکثر شریعت کو منسوخ کرنے والی تھی اور ان انبیاء کرام کو مبعوث کرنے کا مقصد یہ تھا۔ کہ وہ پچھلی شریعت کو نافذ کریں۔ اور ان میں سے جو چیزیں مٹا دی گئی ہیں، انہیں از سر نو زندہ کریں۔ اور اسی لیے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ میری امت کے علماء بنی اسرائیل کے انبیاء کی طرح ہیں اور آپ نے یہ بھی فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ہر سو سال کے بعد ایک ایسا انسان میری امت میں بھیجتا رہے گا جو دین کی تجدید کرتا رہے گا"۔

خلاصہ کلام میں ٹھہرا کہ اول تو یہ روایت بے اصل اور موضوع ہے اور اگر یہ ثابت بھی ہو، تو اس سے مراد مقام اور مرتبہ میں تشبیہ نہیں، بلکہ دعوت و ارشاد میں تشبیہ ہے۔ ورنہ شاہ جیلاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ اولیاء کو انبیاء سے افضل ماننے کو کفر قرار نہ دیتے۔ یہ مقام بالخصوص ان لوگوں کو لیے قابل غور ہے جو حضرت غوث پاک کے متعلق ایسی باتیں کرتے رہتے ہیں جو صراحۃ آپ کی تعلیمات کے منافی ہیں۔

(۲۳) جو تجھ پہ ظلم کرے تو اس کے لیے دعا کر

آپ فرماتے ہیں:

وَعَلَيْكَ بِحُسْنِ الظَّنِّ فِي الْمُسْلِمِيْنَ وَاِصْلَاحِ النِّيَّةِ وَتَسْعٰى بَيْنَهُمْ فِيْ كُلِّ خَيْرٍ وَاَنْ لَّا تَبِيْتَ وَلَا حَدٍ فِيْ قَلْبِكَ شَرٌّ وَلَا شَحْنَاءُ وَلَا بُغْضٌ وَاَنْ تَدْعُوْا لِمَنْ ظَلَمَكَ وَرَاقِبِ اللّٰهَ عَزَّ وَجَلَّ (2)

"مسلمانوں کے لیے حسن ظن اور اصلاح نیت تجھ پر لازم ہے۔ اور تو ان کے

1۔ تفسیر نیشاپوری، علامہ حسین بن محمد نیشاپوری، جلد 1، صفحہ 264، دار الکتب العلمیہ بیروت

2۔ فتوح الغیب، صفحہ 139

Marfat.com

درمیان ہر قسم کی خیر کے لیے کوشش کرتا رہ۔ اور تو اس حالت میں کبھی رات نہ گزار، کہ تیرے دل میں کسی کے بارے میں برائی یا بغض و کینہ ہو۔ اور جو تجھ پر ظلم کرے تو اس کیلئے دعا کر۔ اور ہر حال میں اللہ تعالیٰ کی ذات کو ملحوظ خاطر رکھ‘‘۔

اس فرمان میں آپ نے متعدد چیزوں کا حکم دیا، اور یہ فرمان آپ کی وصیت کا ایک جملہ ہے۔ آپ نے سب سے پہلے فرمایا کہ مسلمانوں کے ساتھ حسن ظن رکھ۔ اور ان کے متعلق اپنی نیت کو درست رکھ۔

بظاہر یہ دونوں چیزیں معمولی نظر آتی ہیں۔ لیکن حقیقت میں یہ نیکی اور خیر کے بہت بڑے دروازے ہیں۔ حسن ظن ایک ایسا رویہ ہے۔ جس میں انسان کو کچھ مشقت تو نہیں اٹھانی پڑی۔ کچھ خرچ بھی نہیں کرنا پڑتا لیکن اسے بہت ساری نیکیاں مل جاتی ہیں۔ مثلاً کسی کا کوئی دوست یا کوئی بھی آدمی اگر اس سے کیا ہوا وعدہ پورا نہ کر سکے، تو حسن ظن یہ ہے کہ انسان سوچ لے کہ اسے کوئی مجبوری لاحق ہوگئی ہوگی۔

کچھ تو مجبوریاں رہی ہوں گی یوں کوئی بے وفا نہیں ہوتا

اور سوء ظن یہ ہے کہ انسان بلا دلیل اس کی نیت پہ شک کرے۔ مومن کی شان حسن ظن ہے، سوء ظن نہیں اور صوفیاء کرام ہمیشہ حسن ظن کی ہی تلقین فرماتے ہیں۔ اگر کوئی عقیدت مند کسی صاحب جبہ و دستار کو کبھی نذرانہ پیش نہ کر سکے تو اسے بغاوت یا دین سے دوری پر محمول نہ کیا جائے۔ بلکہ اس کی مجبوری سمجھ کر اس معاملہ کو لیا جائے۔ تو یہ حسن ظن کا عملی مظاہرہ ہوگا اور شاہ جیلاں اسی چیز کی تلقین فرمارہے ہیں۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ تو رات اسی طرح بسر نہ کرے کہ تیرے دل میں کسی کے متعلق بغض یا کینہ ہو۔ یعنی اپنے دل کو دوسروں کے متعلق صاف رکھو۔ کسی کے ساتھ اختلاف رائے کا ہونا اور چیز ہے اور بغض اور کینہ رکھنا دوسری چیز ہے۔ اختلاف رائے محمود ہے اور بغض و کینہ مذموم۔ اختلاف رائے علمی میدان ہے جب کہ بغض تو حسد اور نفرتیں پیدا کرتا ہے۔ جو چیز بری ہے وہ سب کیلئے بری ہے۔ لیکن جن لوگوں کا تشخص، پہچان اور تعارف ہی

Marfat.com

مذہب ہو وہ اگر ان برائیوں میں مبتلا ہوں تو اس پر جتنا بھی افسوس کیا جائے کم ہے۔

اگر ایک داعی دوسرے داعی سے اس لیے بغض رکھے کہ اس کی بات کو زیادہ لوگ کیوں سن رہے ہیں۔ اگر ایک شیخ دوسرے شیخ سے اس لیے نالاں رہے کہ اس کے مرید کیوں زیادہ ہو گئے ہیں؟ تو دراصل انہیں شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ سے سچی نسبت نصیب نہیں ہوئی۔ ورنہ وہ آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہوتے۔ حضرت شاہ جیلاں تو اس چیز کی اتنی تاکید اس لیے فرما رہے ہیں کہ یہی چیز نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی سنت ہے۔ حضرت انس بن مالک رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ مجھے نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا:

يَا بُنَيَّ إِنْ قَدَرْتَ أَنْ تُصْبِحَ وَ تُمْسِيَ وَلَيْسَ فِي قَلْبِكَ غِشٌّ لِأَحَدٍ فَافْعَلْ ثُمَّ قَالَ لِي يَا بُنَيَّ وَ ذٰلِكَ مِنْ سُنَّتِي وَمَنْ أَحْيَا سُنَّتِي فَقَدْ أَحَبَّنِي وَمَنْ أَحَبَّنِي كَانَ مَعِي فِي الْجَنَّةِ (1)

''اے میرے بیٹے! اگر تو ایسا کر سکے کہ تو صبح اور شام اس حال میں کرے کہ تیرے دل میں کسی کے متعلق بغض نہ ہو تو ایسا کر۔ پھر فرمایا: اے میرے بیٹے! یہ میری سنت ہے، جس نے میری سنت کو زندہ کیا، اس نے مجھ سے محبت رکھی اور جس نے مجھ سے محبت رکھی وہ جنت میں میرے ساتھ ہوگا''۔

اسی سنت نبوی کا عکس شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ کی تعلیمات میں چمکتا ہوا نظر آرہا ہے۔

پھر آپ فرماتے ہیں جو تجھ پر ظلم کرے تو اس کے لیے دعا کر۔ یعنی نیکی کے بدلہ میں نیکی کرنا کوئی اتنا مشکل نہیں ہے یہ تو تجارت کی طرح کی ایک چیز بن جاتی ہے کمال ایمان تو یہ ہے کہ جو تجھ پر ظلم کرے، تو اس کے لیے دعا کر۔ حضرت شاہ جیلاں نے اس فرمان میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کی ایک سنت مبارکہ کو اپنانے کی ہی تلقین فرمائی ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے فرمایا کہ مجھے میرے رب نے نو باتوں کا حکم دیا ان میں سے ایک بات یہ فرمائی۔

وَاَعْفُوَ عَمَّنْ ظَلَمَنِيْ (2)

1۔ سنن الترمذی، باب ماجاء فی الاخذ بالسنۃ، کتاب العلم عن رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم، رقم الحدیث 2602

2۔ مشکوۃ المصابیح، باب البکاء والخوف الفصل الثالث، رقم الحدیث 5358

Marfat.com

''کہ میں اسے معاف کردوں جس نے مجھ پر ظلم کیا ہے''۔

پھر آپ فرماتے ہیں کہ ہر کام میں اللہ تعالیٰ کوملحوظ خاطر رکھ۔ یعنی جب بھی کسی سے کوئی معاملہ کرے۔ تو یہ مت سوچ کہ میں آقا ہوں اور یہ میرا غلام ہے۔ میں مالک ہوں اور یہ مزارع ہے۔ میں امیر ہوں اور یہ غریب ہے، بلکہ یہ سوچ کہ جس رب کا میں بندہ ہوں، یہ بھی اسی رب کا بندہ ہے۔ اور اگرچہ میں اتنا طاقتور ہوں کہ یہ میرے مقابلہ میں کچھ بھی نہیں کرسکتا، لیکن ایک دن مجھے رب کے حضور حاضر ہونا ہے۔

حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ کا یہ ایک فرمان ہی زندگیوں میں انقلاب لا سکتا ہے۔ بشرطیکہ کوئی دیکھنے والی آنکھ اور سننے والے کان رکھتا ہو۔

(۲۴) دوسروں کی اصلاح سے پہلے اپنی اصلاح ضروری ہے

آپ فرماتے ہیں:

مَنْ لَا یُحْسِنُ اَنْ یَکُوْنَ مُعَلِّمَ نَفْسِهٖ فَکَیْفَ یَکُوْنُ مُعَلِّمَ غَیْرِهٖ (1)

''جوخود اپنے نفس کا استاد نہیں ہوسکتا وہ دوسروں کا استاد کیسے ہوسکتا ہے؟''۔

اچھے کام دوسروں کے لیے اچھے ہیں۔ تو یقیناً اپنے لیے بھی اچھے ہوتے ہیں۔ کسی کو خیر کی طرف بلانا، محض ایک فن یا شعبدہ نہیں ہے، بلکہ جب خود اس خیر پر عمل پیرا نہ ہوجائے تو ساری تگ ودو ایسے ہی ہوتی ہے، جیسے وہ پرندہ جس کے پر کاٹ دیئے گئے ہوں۔ جو اپنے آپ کو خیر کے راستہ پر نہیں چلا سکتا وہ دوسروں کو کیا چلائے گا۔ جو خود اپنی اصلاح نہ کرسکا وہ دوسروں کی کیا اصلاح کرے گا؟

یہود کے جرائم گنواتے ہوئے ان کا ایک جرم یہ بھی گنوایا ہے کہ دوسروں کو تو خیر کی طرف بلاتے تھے لیکن خود اس خیر پر عمل پیرا نہ ہوتے تھے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اَتَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبِرِّ وَ تَنْسَوْنَ اَنْفُسَكُمْ وَ اَنْتُمْ تَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (البقرہ)

1۔ الفتح الربانی، صفحہ 472

Marfat.com

''کیا تم دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے ہو، اور اپنے آپ کو بھول جاتے ہو حالانکہ تم کتاب کی تلاوت کرتے ہو کیا تم عقل نہیں رکھتے''۔

یہ طرز عمل نہ صرف بے مقصد ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کو سخت ناپسند ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم فرماتے ہیں:

مَثَلُ الْعَالِمِ الَّذِیْ یُعَلِّمُ النَّاسَ الْخَیْرَ وَلَا یَعْمَلُ بِهٖ كَمَثَلِ السِّرَاجِ یُضِیْءُ لِلنَّاسِ وَیُحْرِقُ نَفْسَهٗ (1)

''اس عالم کی مثال جو لوگوں کو خیر کی تعلیم دیتا ہے۔ لیکن اس پہ عمل نہیں کرتا اس چراغ جیسی ہے جو دوسروں کو روشن کرتا ہے اور خود کو جلا دیتا ہے''۔

آپ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے یہ بھی فرمایا:

مَنْ دَعَا النَّاسَ اِلٰی قَوْلٍ اَوْ عَمَلٍ وَلَمْ یَعْمَلْ بِهٖ لَمْ یَزَلْ فِیْ ظِلِّ سَخَطِ اللّٰهِ حَتّٰی یَكُفَّ اَوْ یَعْمَلَ مَا قَالَ اَوْ دَعَا اِلَیْهِ (2)

''جس نے لوگوں کو کسی ایسی بات یا ایسے عمل کی طرف بلایا جس پر اس نے خود عمل نہیں کیا۔ تو وہ اس وقت تک اللہ تعالیٰ کی ناراضگی کے سایہ میں رہتا ہے جب تک اس سے رک نہ جائے یا جو اس نے کہا یا جس کی طرف اس نے بلایا اس پر عمل نہ کرے''۔

حضور غوث اعظم اسی لیے فرماتے ہیں کہ جو اپنا معلم نہ بن سکا وہ دوسروں کا کیا معلم بنے گا؟ آپ ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

غیر کو نصیحت کرنے کی تیرے لیے شرط یہ ہے کہ تو خود مومن ہو، کسی کو یہ نہیں چاہیے کہ وہ بغیر اپنے پہنچے ہوئے خلق کو حق کی طرف دعوت دے۔ تو بروں کی پیروی نہ کر۔ خائن پر افسوس ہے کہ وہ اپنے نبی صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم سے خیانت کرتا ہے۔ جو حکم کرتا ہے اور خود عمل نہیں کرتا۔

1۔ تفسیر القرآن العظیم، ابو الفداء اسماعیل ابن کثیر، جلد 1، صفحہ 82، دار الحدیث، القاہرہ
2۔ نفس مصدر، جلد 1، صفحہ 83

Marfat.com

منع کرتا ہے اور خود باز نہیں رہتا۔ دوسروں سے کہتا ہے اور اس پر خود عمل نہیں کرتا۔ تیرے کاندھے ہلانے سمیٹ لینے، مونچھوں کو پست کرنے اور چہرہ زرد کر لینے کا نام ایمان نہیں۔ قلب کی طرف اشارہ کر کے فرمایا۔ ایمان یہاں ہے...... ہمارے نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا میں نے چند قوموں کو دیکھا کہ ان کے ہونٹ قینچیوں سے کاٹے جا رہے ہیں۔ پس میں نے جبرئیل علیہ السلام سے پوچھا کہ یہ کون لوگ ہیں؟ اس نے عرض کیا کہ یہ آپ کی امت کے وہ عالم ہیں کہ جو دوسروں کو نیکی کا حکم دیتے تھے اور اپنے نفسوں کو بھلا دیتے تھے حالانکہ وہ قرآن پڑھتے تھے، لیکن خود عمل نہیں کرتے تھے۔ (1)

حضرت شاہ جیلاں کے اس فرمان سے واضح ہوتا ہے کہ دوسروں کی اصلاح وہی کر سکتا ہے جو پہلے اپنی اصلاح کر لے گا۔

(۲۵) دولت مند کے آگے عاجزی کرنے والے کا دین چلا جاتا ہے

حضرت شہنشاہ بغداد رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

مَنْ تَضَعْضَعَ لِغَنِيٍّ لِاَجْلِ مَافِي يَدَيْهِ يَذْهَبُ ثُلُثَا دِيْنِهٖ (2)

"جو کوئی کسی غنی کے سامنے اس کی دولت کی وجہ سے جھکے گا، اس کا دو تہائی دین چلا جائے گا"۔

ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ انسان کو ہر دم اس پر یقین محکم رہے۔ کہ تمام تر قدرتوں اور قوتوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ دونوں جہانوں کا بادشاہ اور مالک و مولیٰ اللہ رب العزت کی ذات گرامی ہے۔

سروری زیبا فقط اس ذات بے ہمتا کو ہے
حکمراں ہے اک وہی، باقی بتان آزری

(اقبال)

جسے اللہ تعالیٰ دے اس سے کوئی چھین نہیں سکتا۔ اور جس سے وہ چھین لے اسے کوئی

1۔ الفتح الربانی، صفحہ 762-763
2۔ نفس مصدر، صفحہ 700

Marfat.com

نہیں دے سکتا۔ جسے وہ عزت دے اسے کوئی ذلیل نہیں کر سکتا اور جسے وہ ذلیل کرے اسے کوئی عزت نہیں دے سکتا۔ اللہ تعالیٰ کی طاقتوں کا یقین مادی طاقتوں کے دبدبے ختم کر دیتا ہے۔ اللہ کا خوف شاہوں اور کجکلاہوں کے ڈر سے بے نیاز کر دیتا ہے۔

جس کا بندہ ہوں ازل اس کا ابد اس کا ہے
لاکھ فانی ہوں تعلق تو ہے لا فانی سے

قرآن کریم میں ذکر کیا گیا۔ کہ جب فرعون نے حضرت موسیٰ علیہ السلام کے مقابلہ میں جادوگر اکٹھے کیے تو جادوگر فرعون سے کہنے لگے:

اِنَّ لَنَا لَاَجْرًا اِنْ كُنَّا نَحْنُ الْغٰلِبِيْنَ ﴿۱۱۳﴾ قَالَ نَعَمْ وَاِنَّكُمْ لَمِنَ الْمُقَرَّبِيْنَ ﴿۱۱۴﴾

''ہمیں انعام تو ضرور ملے گا، اگر ہم غالب رہے۔ فرعون نے کہا اور یقیناً تمہارا شمار ہمارے مقربین میں ہوگا''۔ (الاعراف)

جادوگر فرعون سے اتنی لجاجت سے انعام کیوں مانگ رہے تھے؟ صرف اس لیے کہ وہ اس کے اقتدار کے دبدبہ کے سبب اس کے سامنے جھکے بیٹھے تھے۔ پھر جب حضرت موسیٰ علیہ السلام سے مقابلہ کرنے کے بعد ان پر حق واضح ہوگیا۔ تو انہوں نے فرعون کی کوئی پرواہ نہ کرتے ہوئے ایمان لانے کا اعلان کر دیا۔ تو فرعون طاقت کے نشہ میں اندھا ہو کر کہنے لگا۔ تم نے میرے خلاف سازش کی ہے، میں تمہیں اس کی سزا دوں گا۔

فَلَاُقَطِّعَنَّ اَيْدِيَكُمْ وَ اَرْجُلَكُمْ مِّنْ خِلَافٍ وَّ لَاُوصَلِّبَنَّكُمْ فِيْ جُذُوْعِ النَّخْلِ (طٰہٰ: 71)

''میں تمہارے ہاتھ اور پاؤں مخالف سمتوں سے کٹواؤں گا اور میں تمہیں کھجور کے تنوں پر سولی لٹکا دوں گا''۔

ایک جابر و قاہر بادشاہ کا یہ اعلان کوئی محض دھمکی نہیں، جسے پورا کرنا ممکن نہ ہو۔ بلکہ زمینی حقائق شاہد تھے کہ وہ ایسا ضرور کرے گا۔ لیکن کیا جادوگر اس اعلان سے ڈر کر اس کے سامنے جھک گئے؟ کیا انہوں نے ایمان سے پھرنے کا اعلان کر دیا؟ نہیں، یقیناً نہیں۔

Marfat.com

انہوں نے جو ایمان افروز جواب دیا، اللہ تعالیٰ نے اسے اپنی لاریب کتاب کے سینہ میں ہمیشہ کیلئے محفوظ کرلیا۔ انہوں نے جواب دیا:

قَالُوْا لَنْ نُّؤْثِرَكَ عَلٰى مَا جَآءَنَا مِنَ الْبَيِّنٰتِ وَ الَّذِيْ فَطَرَنَا فَاقْضِ مَآ اَنْتَ قَاضٍ ؕ اِنَّمَا تَقْضِيْ هٰذِهِ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا ؕ اِنَّآ اٰمَنَّا بِرَبِّنَا لِيَغْفِرَ لَنَا خَطٰيٰنَا وَ مَآ اَكْرَهْتَنَا عَلَيْهِ مِنَ السِّحْرِ ؕ وَ اللّٰهُ خَيْرٌ وَّ اَبْقٰى ۝

''انہوں نے کہا ہم تجھے ہرگز ان دلائل پر ترجیح نہیں دیں گے، جو ہمارے پاس آئے ہیں اور اس ذات پر جس نے ہمیں پیدا کیا ہے۔ پس تو جو کچھ کر سکتا ہے کر ڈال۔ تو صرف اسی دنیا کی زندگی کا فیصلہ کر سکتا ہے، ہم اپنے رب پر ایمان لائے۔ تا کہ وہ ہمارے گناہوں کو بخش دے اور اس جادو کو بھی جس پر تو نے ہمیں مجبور کیا۔ اور اللہ بہتر ہے اور ہمیشہ باقی رہنے والا ہے''۔ (طٰہٰ)

سوال یہ ہے کہ یہی جادوگر جو چند لمحے پہلے تو فرعون سے انعام کی بھیک مانگ رہے تھے اور اس کے قرب کو بہت بڑی خوش بختی سمجھ رہے تھے یہ اتنے قوی کیسے ہو گئے کہ اس کی طاقت کو پائے حقارت سے ٹھکرا رہے ہیں۔ اس کا شاہی دبدبہ ان کے سامنے پانی کے ایک بلبلے جتنی طاقت نہیں رکھتا۔ انہیں کس چیز نے اتنا جری اور بے باک کر دیا۔ تو اس کا صرف ایک جواب ہے کہ جب انہیں ایمان کی دولت نصیب ہو گئی تو ان کی نظروں میں طاقت، قوت اور اقتدار کا مالک صرف اور صرف اللہ رب العزت کی ذات تھی ان کا عقیدہ تھا کہ کوئی فرعون، کوئی قارون اور کوئی ہامان ہمارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اگر ہمارا رب ہمارے ساتھ ہو۔

کیا غم ہے اگر ساری خدائی ہو مخالف کافی ہے اگر میرا خدا میرے لیے ہے

یہی ایمان کا تقاضا ہے یہی ایمان کی پکار ہے۔ ضیاء الامت حضرت پیر محمد کرم شاہ الازہری رحمۃ اللہ علیہ اس پس منظر میں فرماتے ہیں:

''حق جب دل میں اتر جاتا ہے اور انسان کے رگ و پے میں سرایت کر جاتا ہے۔ تو وہ انسان کو کیا سے کیا بنا دیتا ہے۔ اس واقعہ سے اس کا پتہ چل جاتا ہے۔ رزالت اور کمینگی

Marfat.com

کے گہرے کھڈ میں گرے ہوئے جادوگروں نے جب حق کو قبول کر لیا۔ تو وہ چشم زدن میں اس ارفع و اعلیٰ مقام پر فائز ہو گئے۔ جہاں نوری فرشتوں کی بھی رسائی نہیں۔ غیرت عشق نے انہیں اپنے ایمان کو کسی تقیہ کے غلاف میں لپٹنے میں اجازت نہ دی۔ ایسی ہوش ربا سزا سننے کے بعد بھی ان کے پاؤں نہیں ڈگمگائے۔ بلکہ باطل کے چیلنج کو بخوشی قبول کر لیا۔ برملا مجمع عام میں فرعون کے منہ پر اس کی دھمکی کا بڑی بے پرواہی اور بے نیازی سے جواب دے کر اسے اور سیخ پا کر دیا۔ قربان جائے انسان حق کی دلربائی اور رعنائی پر۔

چوں بجاں در رفت جاں دیگر شود جاں چوں دیگر شد جہاں دگر شود (1)

یہی ہے وہ حقیقت جسے حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ واضح فرما رہے ہیں۔ کہ دولت مند سے مت ڈرو۔ اس ذات سے ڈرو جو دولت مند کو دولت مند بناتی ہے۔ جو گداؤں کو شاہی اور کنگلاہوں کو تاج و تخت کی بھیک دیتی ہے۔

ہفت اقلیم کا بادشاہ بھی کچھ نہیں کر سکتا اگر اللہ تعالیٰ اسے توفیق نہ دے۔ اگر کوئی انسان محض دولت و اقتدار کے سبب کسی کے سامنے عاجزی اختیار کرتا ہے۔ تو دراصل وہ ایمان کے تقاضوں پہ لبیک نہیں کہہ رہا ہوتا۔ اور یہی روش اس کے روح دین سے محروم ہونے کی نشانی ہے۔ جو کوئی انسان کسی دولت مند اور صاحب ثروت کو راضی رکھنے کے لیے تو پوری جدو جہد کرتا ہے اور اللہ تعالیٰ کی رضامندی کا حصول اس کا مطمع نظر ہی نہیں۔ تو دراصل ایسا ہی انسان حضرت شاہ جیلاں کے فرمان کے مطابق دو تہائی دین گنوا بیٹھتا ہے۔

جب ایمان دل میں اتر جاتا ہے اور ایمان کی باد نسیم مشام جاں کو معطر کر دیتی ہے، پھر عجز و انکسار اہل اقتدار کیلئے نہیں، بلکہ صرف اور صرف اللہ رب العزت کے لیے ہوتا ہے۔

شاید یہی سبب ہو کہ شاہ جیلاں فقراء کے احترام میں کوئی کسر نہ چھوڑتے۔ لیکن شاہان وقت اگر آپ کے پاس حاضر ہوتے تو آپ انہیں بڑے سخت الفاظ میں نصیحت فرماتے۔ آپ درویشوں کے احترام میں کھڑے ہو جاتے۔ لیکن امیروں اور بڑے لوگوں کے

1۔ ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ الازہری، جلد 2، صفحہ 71، ضیاء القرآن پبلی کیشنز لاہور

Marfat.com

احترام میں کبھی نہ اٹھتے۔ جب ایک مرتبہ خلیفہ وقت مستنجد باللہ آپ کے پاس آیا اور اس نے مال وزر کی دس تھیلیاں پیش کیں۔ تو آپ نے فرمایا لے جا مجھے ان کی ضرورت نہیں ہے۔ جب اس نے اصرار کیا تو آپ نے ایک تھیلی ایک ہاتھ میں لی اور دوسری دوسرے ہاتھ میں لے کر انہیں نچوڑا تو ان سے خون بہنے لگا۔ تب آپ نے فرمایا:

یَا اَبَا الْمُظَفَّرِ مَا تَسْتَحْیِ مِنَ اللّٰهِ تَعَالٰی اَنْ تَاْخُذَ دَمَ النَّاسِ وَ تُقَابِلُنِیْ (1)

''اے ابوالمظفر ! تجھے اللہ تعالیٰ سے حیاء نہیں آتی کہ لوگوں کا خون چوس کر مجھے دینا چاہتا ہے''۔

جب ایمان نصیب ہو جائے۔ تو پھر شاہوں سے نہیں ڈرا جاتا شاہوں کو شاہی دینے والے سے ڈرا جاتا ہے۔ پھر تخت نشینوں کی رضا مقصود نہیں ہوتی۔ بلکہ تخت والوں کو تخت اور تاج والوں کو تاج دینے والے رب قدیر کی خوشنودی طلب کی جاتی ہے۔

حضرت شاہ جیلاں رحمۃ اللہ علیہ کا یہ فرمان ہر انسان کے لیے ایک کسوٹی ہے۔ جس پر وہ اپنے ایمان کو پرکھ سکتا ہے۔

اللہ تعالیٰ ہمیں اپنے مقربین سے سچی محبتیں نصیب فرمائے۔ ہمیں دارین میں اپنے عباد صالحین کی معیت نصیب فرمائے۔ اولیاء اللہ کے نقش قدم پر چلنے والا بنائے اور شاہ جیلاں حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ علیہ کی سچی نسبتیں آپ کی تعلیمات پر عمل پیرا ہونے کی سعادتیں مرحمت فرمائے۔ امین ثم امین

رَبَّنَا تَقَبَّلْ مِنَّا اِنَّكَ اَنْتَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ وَ تُبْ عَلَیْنَا اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِیْمُ۔ وَصَلَّی اللّٰهُ تَعَالٰی عَلٰی خَیْرِ خَلْقِهٖ وَ نُوْرِ عَرْشِهٖ سَیِّدِنَا وَمَوْلٰنَا مُحَمَّدٍ وَّعَلٰی اٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِیْنَ

العبد الضعیف

حبیب اللہ چشتی

28 شعبان 1431ھ

1۔ قلائد الجواہر، صفحہ 228

Marfat.com

مصادر و مراجع

(یہ فہرست حروف تہجی کے اعتبار سے ترتیب دی گئی ہے)

(۱) قرآن کریم

(۲) اتحاف الاکابر فی سیرۃ و مناقب الامام محی الدین عبدالقادر جیلانی، الشیخ عبدالمجید بن طہ الرفاعی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

(۳) الاعلام، زرکلی، دار الملایین

(۴) بہجۃ الاسرار، امام ابوالحسن الشطنوفی الشافعی پروگریسو بکس، اردو بازار، لاہور

(۵) تذکرہ سیدنا غوث الاعظم، علامہ محمد نور بخش توکلی، نوری کتب خانہ لاہور

(۶) تذکرۃ الموضوعات، علامہ محمد طاہر بن علی ہندی، کتب خانہ مجیدیہ، ملتان

(۷) حلیۃ الاولیاء، امام ابونعیم احمد بن عبداللہ، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

(۸) الروض الزاہر فی مناقب الشیخ عبدالقادر، امام ابراہیم بن علی، تحقیق احمد فرید المزیدی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

(۹) زبدۃ الآثار، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، مکتبہ نبویہ، لاہور

(۱۰) سر الاسرار و مظہر انوار، شیخ الاسلام شیخ عبدالقادر الجیلانی، تحقیق احمد فرید المزیدی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت

(۱۱) سنن ابی داؤد، امام ابوداؤد سلیمان بن اشعث دار الکتب العلمیۃ، بیروت

(۱۲) سنن الترمذی، امام ابوعیسیٰ احمد بن عیسیٰ ترمذی دار الکتب العلمیۃ، بیروت

(۱۳) سیرت غوث الاعظم، مولانا ابوالبیان محمد داؤد فاروقی، مکتبہ سراجیہ خانقاہ احمدیہ، موسیٰ زئی، ڈیرہ اسماعیل خان

(۱۴) شرح فتوح الغیب، شیخ عبدالحق محدث دہلوی، صفہ اکیڈمی، لاہور

(۱۵) صحیح البخاری، امام ابوعبداللہ محمد بن اسماعیل البخاری دار الکتب العلمیۃ، بیروت

(۱۶) ضیاء القرآن، پیر محمد کرم شاہ الازہری، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور

Marfat.com

(۱۷) الفتح الربانی، محبوب سبحانی شیخ عبدالقادر جیلانی، فرید بک سٹال، لاہور
(۱۸) فتوح الغیب، شیخ الاسلام شیخ عبدالقادر الجیلانی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
(۱۹) قلائد الجواہر، شیخ الاسلام عبدالقادر الجیلانی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
(۲۰) کشف المحجوب، حضرت داتا گنج بخش ہجویری، ضیاء القرآن پبلی کیشنز، لاہور
(۲۱) کشف الخفا، شیخ اسماعیل بن محمد العجلونی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
(۲۲) کلیات اقبال، علامہ محمد اقبال، شیخ غلام علی اینڈ سنز، لاہور
(۲۳) معجم المؤلفین، عمر رضا کحالہ، دار احیاء التراث العربی، بیروت
(۲۴) المقاصد الحسنۃ، امام عبدالرحمن السخاوی، دار الکتب العلمیۃ، بیروت
(۲۵) ملفوظات، امام احمد رضا خان، فضل نور اکیڈمی، گجرات
(۲۶) الموضوعات الکبیر، ملا علی قاری، نور محمد کتب خانہ تجارت، کراچی
(۲۷) مصنف ابن ابی شیبہ، ابن ابی شیبہ کوفی، دار الفکر، بیروت
(۲۸) مکتوبات صدی، امام شرف الدین یحیٰی منیری، ایچ ایم سعید کمپنی کراچی
(۲۹) ہشت بہشت (فوائد الفواد) محبوب الٰہی حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ، پروگریسو بکس، اردو بازار، لاہور

Marfat.com

حضرت قاضی ثناء اللہ پانی پتی

کی شہرۂ آفاق تفسیر کا جدید، سلیس، دلکش، دلآویز اردو ترجمہ

ادارہ ضیاء المصنفین بھیرہ شریف کی زیرنگرانی

مرکزی دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے علماء کی ایک نئی کاوش

تفسیر مظہری 10 جلد

زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آچکی ہے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

Marfat.com

شہرہ آفاق، عالمگیر اور متداول مجموعہ ہائے حدیث

صحاح ستہ

کا نیا ایمان افروز
اور
روح پرور ترجمہ

ادارہ ضیاء المصنفین
بھیرہ شریف
کی زیر نگرانی

مرکزی دار العلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے علماء کی نئی کاوش

بخاری شریف
3 جلد

صحیح مسلم
3 جلد

سنن ابی داوٗد
3 جلد

سنن نسائی
3 جلد

جامع ترمذی
2 جلد

ابن ماجہ
2 جلد

زیور طباعت سے آراستہ ہو کر
منظر عام پر آچکی ہے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

Marfat.com

ابوالفدا حافظ عماد الدین ابن کثیر رحمۃ اللہ علیہ

کی شہرۂ آفاق تفسیر کا جدید، سلیس، دلکش، دلآویز اردو ترجمہ

ادارہ ضیاء المصنفین کی زیرنگرانی
بھیرہ شریف

مرکزی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے علماء کی ایک نئی کاوش

تفسیر ابنِ کثیر 4 جلد

زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آچکی ہے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

Marfat.com

حضرت علامہ جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ

کی شہرۂ آفاق تفسیر کا جدید، سلیس، دلکش، دلآویز اردو ترجمہ

ادارہ ضیاء المصنفین کی زیرنگرانی
بھیرہ شریف

مرکزی دارالعلوم محمدیہ غوثیہ بھیرہ شریف کے علماء کی ایک نئی کاوش

تفسیر دُرِّ منثور 6 جلد

زیور طباعت سے آراستہ ہو کر منظر عام پر آچکی ہے

ضیاء القرآن پبلی کیشنز

Marfat.com

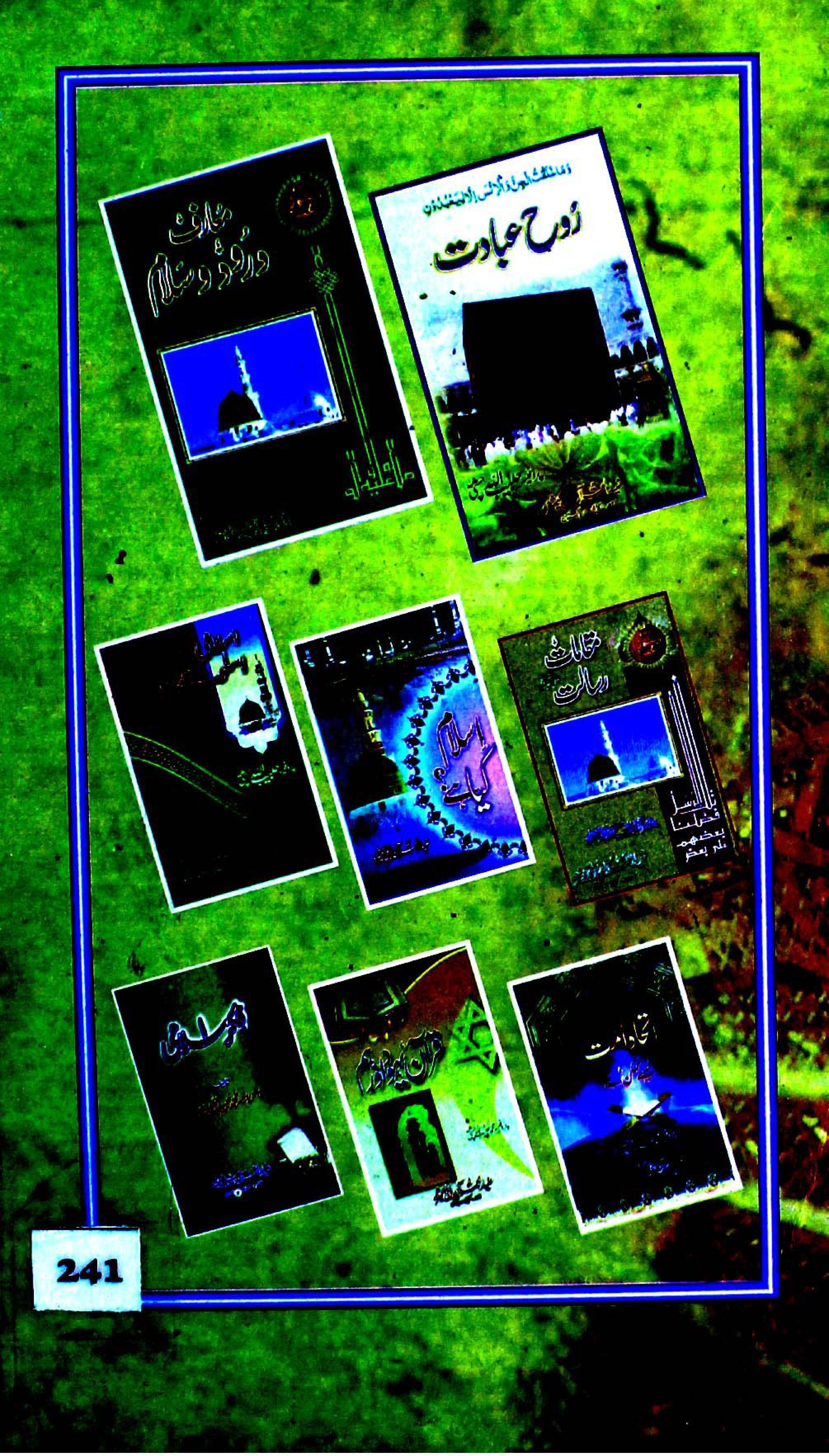
معارف درود و سلام
روح عبادت
اسلام کیا ہے؟
مقامات رسالت
اتحاد امت
241

Marfat.com